اسباب، ذرائع اور ثمرات

تالیف: ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

ترتیب، تخریج واضافہ: حافظ حامد محمود الخضری تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

باب نمبر 2

اسباب اور ذرائع

باب نمبر3

فوائد وثمرات

باب نمبر 4

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کا تعلق باللہ

باب نمبر 5

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق باللہ

باب نمبر 6

صحابیات رضی اللہ عنہن کا اللہ سے تعلق

باب نمبر 7

اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ دینے والے اُمور

باب نمبر 8

اللہ تعالیٰ سے تعلق ٹوٹ جانے کے نقصانات

❁❁❁❁

تقریظ

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِينُهٗ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ، وَمِنْ سَيِّاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران : ١٠٢)

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝﴾ (النساء: ١)

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب : ٧٠ـ٧١)

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ . " وَبَعْدُ!

اللہ تعالیٰ کی نعم جلیلہ میں سے ایک گراں قدر نعمت یہ ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنے ساتھ تعلق قائم کرنے کی توفیق عطا فرما دے، قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے تعلق

باللہ کو نوازشوں، رحمتوں اور ہدایت کا ذریعہ قرار دیا ہے:

﴿قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾﴾

(البقرہ: ۱۵۶۔۱۵۷)

''......انہوں نے کہا کہ ہم تو بے شک اللہ ہی کے لیے ہیں، اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ کی نوازشیں اور رحمت ہوتی ہے، اور یہی لوگ سیدھی راہ والے ہیں۔''

سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع روایت ہے کہ سیّدنا داؤد علیہ السلام یہ دُعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ ، وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ ، وَأَهْلِیْ ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ .)) [1]

''اے اللہ! میں تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور ہر اس کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اور ہر اس عمل (صالح) کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے میرے اللہ! تو اپنی محبت کو میرے نزدیک میری جان، میرے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔''

تعلق باللہ انسان کے دل کو ماسوائے اللہ سے خالی کر دیتا ہے۔ یہ ایک انتہائی اہم فریضہ ہے، جس کا شریعت نے حکم بھی دیا اور بے تحاشا اجر وثواب کے وعدے بھی فرمائے، بلکہ اس حدیث پر غور وخوض کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک عجیب نظارہ و مظاہرہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

((وَمَا يَزَالُ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ ، وَيَدَهُ

[1] أخرجه البيهقي في الشعب ، رقم: ٥٣٣ و راجع سلسلة الأحاديث الصحيحة برقم: ٢٩٩٨ .

الَّتِی يَبْطِشُ بِهَا ، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِی بِهَا ، وَإِنْ سَأَلَنِی لَأُعْطِيَنَّهُ ، وَلَئِنْ اِسْتَعَاذَنِی لَأُعِيْذَنَّهُ .)) ❶

''اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں، پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں گو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ (کسی دشمن یا شیطان سے) میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں۔''

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾﴾

(آل عمران : ۱۰۱)

''اور جو شخص اللہ سے اپنا رشتہ استوار کر لیتا ہے، وہ سیدھی راہ پر آ جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لیے ہدایت کے ساتھ ساتھ اپنی رضا اور خوشنودی کے دروازے بھی کھول دیتا ہے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ میں ارشاد فرمایا:

﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾﴾

(المائدہ : ۱٦)

''اللہ اس (کتاب) کے ذریعے سلامتی کی راہوں کی طرف ان لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے جو اس کی رضا جوئی میں لگے ہوتے ہیں، اور انہیں اپنی توفیق سے ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے، اور سیدھی راہ کی طرف ان کی

❶ صحیح بخاری ، کتاب الرقاق، رقم: ٦٠٠٢.

رہنمائی کرتا ہے۔''

تعلق باللہ تو انبیاء و مرسلین کی قابل اتباع و امتثال سنت ہے۔ سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اسی جذبہ خیر سے سرشار تھے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾﴾

(الانعام: ۱٦۲۔۱٦۳)

''آپ کہہ دیجیے کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں اللہ کا پہلا فرمانبردار بندہ ہوں۔''

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے معبودِ برحق کے نام پر برضا وتسلیم دہکتے ہوئے شعلوں میں کود جانے کو اختیار کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے ہم کلام ہونے کے شوق میں عجلت سے کام لیا اور اکیلے کوہِ طور کی طرف روانہ ہو گئے، اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو کہا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر اطمینان سے آئیں۔ ذیل کی آیت کریمہ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو ان کی عجلت پر خطاب ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر تنہا آنے کی کیوں عجلت کی جب کہ آپ کو یہ حکم تھا کہ انہیں ساتھ لے کر آئیں، تو موسیٰ علیہ السلام نے جواباً عرض کا ی کہ وہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں، اور میں نے تیری رضا حاصل کرنے کی شدت شوق میں عجلت سے کام لیا:

﴿وَمَا أَعْجَلَكَ عَن قَوْمِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ﴿٨٤﴾﴾ (طٰہ: ۸۳۔۸٤)

''اے موسیٰ! آپ نے اپنی قوم سے پہلے آجانے میں کتنی جلدی کی؟ موسیٰ نے کہا: وہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں، اور میرے رب! میں نے تجھ تک آنے میں جلدی کی تاکہ تو خوش ہو جائے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حصولِ رضائے الٰہی کی خاطر اپنی جان و مال کے نذرانے پیش کرنا ان کے تعلق باللہ کا آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ ﴾ (البقرہ: ۲۰۷)

''اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کی رضا کی خاطر اپنی جان بیچ دیتے ہیں، اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔''

یہ آیت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب کہ ہجرت مدینہ کے وقت کفارِ مکہ نے انہیں گھیر لیا کہ تم اپنا مال لے کر نہیں جا سکتے، اگر مال چھوڑ کر جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ساری جائداد اہل مکہ کے حوالے کر دی، اور صرف ایمان لے کر مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ ان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے یہ آیت کریمہ نازل ہو چکی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا:

((رَبِحَ صُهَيْبٌ رَبِحَ صُهَيْبٌ .)) [1]

تعلق باللہ سب سہاروں سے مضبوط سہارا ہے:

﴿ وَ مَنۡ یُّسۡلِمۡ وَجۡہَہٗۤ اِلَی اللّٰہِ وَ ہُوَ مُحۡسِنٌ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۲۲﴾ ﴾ (لقمان: ۲۲)

''اور جس نے اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا، درانحالیکہ وہ نیکوکار ہو، تو اس نے مضبوط سہارا تھام لیا، اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔''

جو شخص اپنے ارادہ اختیار سے اللہ کی راہ پر چلنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ معاملہ یہ کرتا ہے کہ اس کے اس سفر کو آسان کر دیتا ہے، بندہ اس کی طرف لپکتا ہے تو چونکہ اس کے اندر کمزوری ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اس پر شفقت کرتا ہے اور بڑھ اس کو اپنے سے قریب کر لیتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے:

---

[1] طبقات ابن سعد: ۳/۲۲۶۔ ۲۳۰۔ مستدرك حاكم: ۳/ ۴۰۰، ۴۹۸.

((وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا ، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا ، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا ، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا ، وَمَنْ جَاءَ فِي يَمْشِي ، جِئْتُهُ هَرْوَلَةً .)) [1]

''جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے، میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے، میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں ، اور جو میری طرف چل کر آتا ہے اس کی طرف میں دوڑ کر آتا ہوں۔ جو شخص اپنے اللہ سے تعلق جوڑے اور اس کی رضا کا متلاشی ہو اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔''

﴿ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ ﴾ (آل عمران : ١٦٢)

''کیا جو شخص رضائے الٰہی کا متلاشی ہو، اس شخص کی طرح ہوگا جو اللہ کی ناراضی لے کر لوٹا، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، اور وہ برا ٹھکانا ہوگا۔''

اہل اللہ کی دنیا و آخرت میں یہ امتیازی شان ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں راہِ راست پر گامزن ہوتے ہیں ، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں اس راہِ راست پر ڈالے گا جو جنت کی طرف جارہی ہوگی:

﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾ ﴾ (النساء: ١٧٥)

''پس جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئے ، اور اس کے ساتھ اپنا رشتہ مضبوط کرلیا، تو وہ انہیں اپنی رحمت اور فضل میں داخل کردے گا اور انہیں اپنی طرف پہنچانے والی سیدھی راہ پر ڈال دے گا۔''

وہ منظر کتنا حسین ہوگا، جب انہیں رب العالمین کی طرف سے صدا آئے گی:

﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾ ﴾ (الفجر: ٢٧_ ٣٠)

---

[1] أخرجه احمد فی المسند: ٤١٣/٢ برقم: ٩٣٥١.

''اے مطمئن جان! تو اپنے رب کے پاس لوٹ چل درانحالیکہ تو اس سے راضی ہے، اس کے نزدیک پسندیدہ ہے، پس تو میرے مقبول بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ صدا انہیں موت کے وقت اور قیامت کے روز لگائی جائے گی۔

تعلق باللہ رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ مبارکہ ہے، بلکہ کائنات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ﷺ نے قائم کیا۔ صحیح بخاری میں ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے:

((فَوَ اللّٰهِ إِنِّیْ لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً .)) [1]

''یعنی اللہ کی قسم! میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالأَبْوَابِ لَو اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ)) [2]

'' کتنے ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو پراگندہ حال ہوتے ہیں، جنہیں دروازوں (کے باہر) سے ہی منع کر دیا جاتا ہے (مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا یہ مقام ہوتا ہے) کہ اگر وہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا لیں تو وہ اسے ضرور پورا فرما دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ مضبوط کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کمال اخلاص کے ساتھ اس کے اوامر کو بجالایا جائے اور اس کی نواہی سے اجتناب کیا جائے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ۘ﴾ (الحشر: ٧)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم: ٦١٠١.

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٢٦٢٢۔ شعب الإیمان، رقم: ١٠٤٨٢.

”اور رسول تمہیں جو دیں اسے لے لو، اور جس چیز سے وہ تم کو روک دیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“

زیرِ نظر کتاب ”تعلق باللہ، اسباب، ذرائع اور ثمرات“ اپنے موضوع میں ایک مکمل، مدلل کتاب ہے جس میں موضوع سے متعلق تقریباً مکمل مواد موجود ہے، زہد کے باب میں یہ ایک عظیم اور انتہائی مؤثر اضافہ ہے۔ یہ تصنیف لطیف ہمارے دو انتہائی قریبی دوستوں اور بھائیوں ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی اور حافظ حامد محمود کی جہود مخلصہ کا نتیجہ ہے۔ فجزاهم الله عنا و عن المسلمين خير الجزاء .

ہم نے اس کتاب کا چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کیا اور فہرست بھی ملاحظہ کی اور اسے انتہائی مفید پایا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور رشتہ مضبوط کر لینا ہی اصل بنیاد ہے۔ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنْ ذَاقَ طَعْمَ الْمَعْرِفَةِ وَجَدَطَعْمَ الْمَحَبَّةِ ، وَالرِّضَا مِنْ جُمْلَةِ ثَمَرَاتِ الْمَعْرِفَةِ ، فَإِذَا عَرَفْتَهُ سُبْحَانَهُ رَضِيْتَ بِقَضَائِهِ .)) [1]

”جس نے معرفت کا ذائقہ چکھ لیا اس نے محبت کی لذت پالی، اور اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلوں پر خوشی معرفت کے نتیجہ ہی میں حاصل ہوتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ اس کے مؤلفین و جملہ معاونین ومساعدین کو اجر جزیل عطا فرمائے اور اس کتاب کو ان کے میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنا دے۔ اور اس کا نفع عام کر دے۔ لوگوں کی تمام تر عافیت تعلق باللہ میں مضمر ہے۔ وهو ولي التوفيق والسداد، وأصلي وأسلم على نبيه محمد و على آله و صحبه أجمعين۔

وکتبہ

عبداللہ ناصر رحمانی

۲۰۱۰/۶/۳م

---

[1] صيد الخاطر ، فصل: ٥٥ الرضاء عن الله : ٧٢.

باب نمبر 1

تعلق باللہ

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے تعلق باللہ انتہائی ضروری ہے۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم نے رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر ہمیشہ تعلق باللہ کا سہارا لیا۔ اور جب انہیں تعلق باللہ میں کیف و سرور میسر آیا، اس کی حلاوت محسوس ہوئی اور ایسی فرحت ملی جو کسی دوسری چیز میں بالکل بھی نہیں ہے تو انھوں نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنے نفوسِ قدسیہ کو وقف کر دیا:

﴿قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾﴾ (البقرہ: ۱۵۶ تا ۱۵۷)

”انھوں نے کہا کہ ہم تو بے شک اللہ ہی کے لیے ہیں، اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ کی نوازشیں اور رحمت ہوتی ہے، اور یہی لوگ سیدھی راہ والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق انسان کے دل کو ماسواء اللہ سے خالی کر دیتا ہے۔ اس بندے کا ہر عمل اور ہر سانس خالقِ حقیقی کے لیے ہوتا ہے، ان کا کلام کرنا، سننا، دیکھنا فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

((وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ.)) [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم: ٦٥٠٢.

''اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں، پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ (کسی دشمن یا شیطان سے) میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں۔''

جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم کرنا چاہے، اسے چاہیے کہ وہ اعمالِ صالحہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ کرے اور برے کاموں، منہیات سے اجتناب کرے۔

تعلق باللہ انبیاء و مرسلین کا عمر بھر دستور العمل رہا۔ وہ اس جذبے سے سرشار رہے، روز مرہ کے عام کاموں سے لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد تک ہر عمل انھوں نے اسی جذبہ سے انجام دیا:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾﴾

(الانعام: ۱۶۲ تا ۱۶۳)

''آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں اللہ کا پہلا فرمانبردار بندہ ہوں۔''

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے معبود برحق کے نام پر برضا و تسلیم دیکھتے ہوئے شعلوں میں کود جانے کو اختیار کیا۔ حتیٰ کہ خاتم الانبیاء والمرسلین جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ عزوجل کی تسلیم و رضا پر لبیک کہی، اور اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ تعلق باللہ کے لیے وقف فرما دیا، اور اسی نہج پر مر مٹنے والوں کی ایک جماعت کمربستہ کی جنھیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

سے یاد کیا جاتا ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

تعلق باللہ کی راہ میں حائل ہونے والے تعلقات......:

تعلق باللہ بن جانے کے بعد ہر قسم کے کٹھن حالات بھی آسان محسوس ہوتے ہیں۔ جس کا تعلق اپنے رب سے قائم ہوجائے وہ اس راہ میں حائل ہونے والے، والدین، بیٹے، بھائی یا دیگر قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ان کی ذرا بھر پرواہ نہیں کرتا، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ان کے ساتھ اختلاط سے بالکل اجتناب کرتا ہے اور اس معاملے میں اس کے دل میں ذرا سی بھی لچک نہیں پیدا ہوتی۔ کیونکہ ایمان اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق تقاضا کرتا کہ اللہ کے دشمنوں سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھا جائے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٢٢﴾﴾ (المجادلہ: ۲۲)

''جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، انھیں آپ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوئے نہیں پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، چاہے وہ اُن کے باپ ہوں، یا بیٹے ہوں، یا اُن کے بھائی ہوں، یا اُن کے خاندان والے ہوں، اُنہی لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو راسخ کر دیا ہے، اور اُن کی تائید اپنی نصرتِ خاص سے کی ہے، اور اللہ اُنھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ اُن سے راضی ہوگیا، اور وہ اُس سے راضی ہوگئے، وہی اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں، آگاہ رہیے کہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سعید بن عبدالعزیز وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''یہ آیت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے میدان بدر میں اپنے باپ کو قتل کردیا تھا، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جنہوں نے اس دن اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو قتل کردینا چاہا تھا، اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جنھوں نے اس دن اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کردیا تھا، اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں جنھوں نے اس دن اپنے ایک قریبی رشتہ دار کو قتل کردیا تھا، اور حمزہ، علی اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے اس دن عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کردیا تھا۔''

(تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة)

اللہ تعالیٰ نے ایسے مومنوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس نے اُن کے دلوں میں ایمان کو راسخ کردیا ہے اور دُنیا میں انھیں اپنی نصرتِ خاص سے نوازا ہے، یعنی ان کے دشمنوں کو مغلوب کیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ''روح'' سے بعض مفسرین نے اللہ کی خاص مدد مراد لی ہے، بعض نے نورِ قلب، بعض نے قرآن، بعض نے جبریل اور بعض نے ایمان مراد لیا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے راسخ الایمان لوگوں کو دنیا میں ضائع نہیں ہونے دیتا، اس کی نصرت وتائید ان کے ساتھ ہوتی ہے، اور آخرت میں ان کا مقام جنت ہوگا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور اُن کا اللہ ان سے راضی ہوجائے گا، اُن پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل کرے گا، اور وہ مومنین اپنے رب کی گوناگوں نعمتیں پاکر اس سے خوش ہوجائیں گے۔

چونکہ ان لوگوں کا تعلق اپنے رب تعالیٰ سے بن گیا ہے، لہٰذا فرمایا کہ دنیا میں یہی لوگ اللہ کی جماعت کے افراد ہیں، اس کے اوامر کی اتباع کرتے ہیں، اس کے دشمنوں سے قتال کرتے ہیں، اور اس کے دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں

ہے کہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہی دنیا اور آخرت کی سعادت اور کامیابی پانے والے ہیں۔

سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو یوں بیان فرمایا:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ﴾ (آل عمران : ۲۸)

''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی حمایت میں نہیں، مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔ اور اللہ تمھیں اپنے نفس سے ڈرا رہا ہے۔''

تعلق باللہ کی جستجو:

لفظ جب تک وضو نہیں کرتے
ہم تیری گفتگو نہیں کرتے

جو بندہ پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقہ مستقیمہ اور اُسوۂ حسنہ کے مطابق اللہ رب العزت سے تعلق جوڑنے کی جستجو رکھے گا، بلکہ تعلق جوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے لیے اپنی ہدایت اور رضا کے دروازے کھول دیتا ہے، اور اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾

(المائدہ : ۱۶)

''بے شک اللہ اس (روشن کتاب) کے ذریعہ سلامتی کی راہوں کی طرف ان لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے جو اس کی رضا جوئی میں لگے ہوتے ہیں، اور انھیں اپنی توفیق سے ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے، اور سیدھی راہ کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔''

تعلق باللہ کی خاطر اگر تم اپنے آپ کو بیچ ڈالو:

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی خاطر، اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان و مال کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے رافت و مہربانی کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۲۰۷﴾ (البقرہ: ۲۰۷)

''اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کی رضا کی خاطر اپنی جان بیچ دیتے ہیں، اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ یہ آیت صہیب رومی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جبکہ مکہ سے ہجرت کے وقت کفارِ قریش نے انھیں گھیر لیا کہ تم اپنا مال لے کر نہیں جا سکتے، اگر مال چھوڑ کر جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ چنانچہ انھوں نے اپنی ساری جائداد اہل مکہ کے حوالے کر دی، اور صرف ایمان لے کر مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ ان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے یہ آیت نازل ہو چکی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو کہا: ''رَبِحَ صُهَيْبٌ رَبِحَ صُهَيْبٌ.'' [1]

اکثر مفسرین کا یہ قول بھی ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ ہر مجاہد فی سبیل اللہ پر منطبق ہوتی ہے، جیسے اور جگہ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

[1] مستدرک حاکم: ۳/۴۰۰۔۴۹۸۔ حاکم کہتے ہیں: یہ حدیث بشرط مسلم صحیح ہے۔ طبقات ابن سعد: ۳/۲۲۶۔۲۳۰۔

الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾ (التوبہ: ١١١)

''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کا سودا اس عوض میں کرلیا ہے کہ انھیں جنت ملے گی، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، پس دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل کیے جاتے ہیں، اللہ کا یہ برحق وعدہ تورات اور انجیل اور قرآن میں موجود ہے، اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدے کا پکا کون ہوسکتا ہے، پس تم لوگ اپنے سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اللہ سے کیا ہے، اور یہی عظیم کامیابی ہے۔''

سیّدنا ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ نے جبکہ کفار کی دونوں صفوں میں گھس کر ان پر یکہ وتنہا بے پناہ حملہ کردیا تو بعض لوگوں نے اسے خلافِ شرع سمجھا۔ لیکن امیر عمر رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی تردید کی اور (سورۃ بقرہ کی) اسی آیت ''من یشری'' کی تلاوت کرکے سنادی۔

(تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۳٦)

اللہ تعالیٰ سے تعلق سب سے مضبوط سہارا ہے:

جو شخص اپنے رب کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوجائے، اس سے تعلق جوڑنے کی خاطر، کامل اخلاص کے ساتھ اس کے اوامر اور نواہی کو بجالائے تو اس نے مضبوط ترین سہارے کو تھام لیا، اس آدمی کی مثل جو کسی اونچے پہاڑ پر چڑھنے کے لیے اس سے لٹکتے ہوئے مضبوط ترین سہارے کو تھام کر اس کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۗ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٢٢﴾﴾ (لقمان: ٢٢)

''اور جس نے اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا، درانحالیکہ وہ نیکوکار ہو، تو اُس نے مضبوط سہارا تھام لیا، اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔''

تعلق باللہ کے لیے بے قراری اور بے چینی:

وہ بندہ ہی کیا جو اپنے اللہ سے، اپنے معبود حقیقی سے اور اپنے خالق حقیقی سے ناطہ

جوڑنے کے لیے بے قرار اور بے چین نہ ہو۔ فرعون کی ہلاکت کے بعد جب سیّدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو لے کر کوہِ طور کے پاس جائیں، اور وہاں چالیس دن اور رات کا روزہ رکھیں، تاکہ اللہ انھیں تورات عطا کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے ہم کلام ہونے کے شوق میں عجلت سے کام لیا اور اکیلے کوہ طور کی طرف روانہ ہوگئے، اور اپنے بھائی سیّدنا ہارون علیہ السلام کو کہا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر اطمینان سے آئیں۔ ان کی روانگی کے بعد ''سامری'' نے بنی اسرائیل کو فتنہ میں ڈال دیا۔ اس نے فرعونیوں کے چھوڑے ہوئے زیورات سے ایک بچھڑا بنایا، اور اس میں جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے کھر کے نیچے کی ایک مٹھی مٹی ڈال دی جس کی وجہ سے اس سے ایک آواز نکلنے لگی، اور بنی اسرائیل اس سے متاثر ہوکر اس کی عبادت کرنے لگے، اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں گئے۔ جب چالیس دن کی مدت پوری ہوگئی تو اللہ نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی بنی اسرائیل کی گمراہی کی خبر دی۔

ذیل کی آیات کریمہ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے، اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی عجلت پر خطاب ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر تنہا آنے کی کیوں عجلت کی جبکہ آپ کو حکم یہ تھا کہ انھیں ساتھ لے کر آتے! تو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواباً عرض کیا کہ وہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں، اور میں نے شدتِ شوق میں جلدی کی تھی تاکہ تیرے حکم کی بجا آوری میں مجھ سے ذرا بھی تاخیر نہ ہو، اور تو مجھ سے راضی ہوجائے:

﴿ وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمۡ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىۡ وَعَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى ﴿۸۴﴾ ﴾ (طٰه: ۸۳ تا ۸۴)

''اور اے موسیٰ! آپ نے اپنی قوم سے پہلے آجانے میں کتنی جلدی کی؟ موسیٰ نے کہا، وہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں، اور میرے رب! میں نے تجھ تک آنے میں جلدی کی تاکہ تو خوش ہوجائے۔''

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے جلدی اور عجلت کا سبب دریافت کیا تو عرض کردیا، اے میرے

رب! میں نے تیرے تعلق کے شدتِ شوق میں جلدی کی تھی تاکہ تیرا حکم بجالانے میں مجھ سے ذرا بھی تاخیر نہ ہو، اور تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

تعلق باللہ کے لیے سرِ تسلیم خم:

اسلام کی حقانیت اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت ثابت ہو جانے کے بعد انسان کو اپنا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دینا چاہیے، یہ منہج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، لہٰذا آپ کے متبعین مسلمانوں کا طرز بھی یہی ہونا چاہیے۔ تبھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بن سکتا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾﴾

(آل عمران : ۲۰)

''پس اگر وہ لوگ آپ کے ساتھ جھگڑیں، تو آپ کہہ دیجیے کہ میں نے تو اپنا سر اللہ کے سامنے جھکا دیا ہے، اور میرے ماننے والوں نے بھی، اور آپ اہل کتاب اور مشرکین عرب سے کہہ دیجیے کہ کیا تم لوگوں نے بھی اپنا سر اللہ کے سامنے جھکا دیا؟ پس اگر وہ اسلام لے آئیں گے تو ہدایت پالیں گے، اور اگر روگردانی کریں گے تو آپ کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچا دینا ہے، اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔''

جب بندہ اپنی پیشانی کو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہو جاتا ہے۔ جتنا بندہ آگے بڑھتا جاتا ہے، رب تعالیٰ اتنا اس کے قریب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے:

((وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْراً، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَمَنْ جَاءَنِي يَمْشِي، جِئْتُهُ

هَرْوَلَةً .)) ❶

''جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے، اس کی طرف ایک قدم چلتا ہوں۔ اور جو میری طرف چل کر آتا ہے، اس کی طرف میں دوڑ کر آتا ہوں۔''

یہی وجہ کہ اہل اللہ بے مثل ہیں:

جو شخص اپنے اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑے گا، اور اس کی رضا کا طالب ہوگا چاہے جو بھی عمل ہو، اس آدمی کی مانند نہیں ہوسکتا جو گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہے اور اپنے رب کو ناراض کر کے دور ہٹ رہا ہے۔ اور پھر بات یہیں نہیں ختم ہوجاتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نیک لوگوں اور صالحین کو ان کے اعمالِ صالحہ کے درجات ملیں گے، اور بدوں کے بھی جہنم میں (العیاذ باللہ) طبقات ہوں گے۔ ارشاد فرمایا:

﴿أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَىٰهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾﴾ (آل عمران: ١٦٢)

''کیا جو شخص رضائے الٰہی کا تابع رہا، اس شخص کی طرح ہوگا جو اللہ کی ناراضگی لے کر لوٹا، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، اور وہ بڑا ٹھکانا ہوگا۔''

اہل اللہ پر اللہ تعالیٰ کا خوش ہونا حتیٰ کہ ہنس دینا:

ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! میں بہت بھوکا ہوں مجھے کچھ کھلایئے؟'' آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے گھروں میں پتا کروایا لیکن تمام بیویوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے تو آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا: ''کوئی ہے جو آج کی رات اس شخص کی مہمانی کرے؟'' سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! میں اس کی مہمان نوازی کروں گا۔''

❶ مسند أحمد: ٤١٣/٢، رقم: ٩٣٥١۔ شیخ شعیب نے اس کی سند کو ''بشرط الشیخین صحیح'' کہا ہے۔

چنانچہ سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس شخص کو اپنے گھر لے گئے، گھر جا کر اپنی بیوی سیّدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں ان کی عزت کرنا لیکن سیّدہ اُمّ سلیم کہنے لگیں: ''اللہ کی قسم! میرے پاس تو بمشکل بچوں کا کھانا ہے۔ سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اچھا! یوں کرو کہ جب بچے کھانا مانگنے لگیں تو بہلا کر سلا دینا۔ اور جب میں اور مہمان دونوں کھانا کھانے لگیں تو تم یوں کرنا کہ چراغ بجھا دینا۔ چنانچہ سیّدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا، بچوں کو سلا دیا جب کہ مہمان کے آگے کھانا رکھا تو ساتھ ہی چراغ بجھا دیا اور وہ مہمان کو یہ احساس دلاتے رہے کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں۔

صبح ہوئی تو سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوطلحہ اور اُمّ سلیم نے رات کو جو عمل کیا اس پر اللہ تعالیٰ اس قدر خوش ہوا کہ ہنس دیا'' اس موقع پر جبریل قرآن کی یہ آیات لے کر نازل ہوئے:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾﴾ (الحشر: ۹)

''اور (وہ مال) اُن لوگوں کے لیے ہے، جو مہاجرین مکہ کی آمد سے پہلے ہی مدینہ میں مقیم تھے اور ایمان لا چکے تھے، وہ لوگ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، اور اُن مہاجرین کو جو مالِ غنیمت دیا گیا ہے، اس کے لیے وہ اپنے دلوں میں تنگی اور حسد محسوس نہیں کرتے ہیں۔ اور اُنھیں اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں، اور جو لوگ اپنے نفس کی تنگی اور بخل سے بچا لیے جائیں وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔'' [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۸۸۹۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، رقم: ۲۰۵۴۔ سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۳۳۰۴.

انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے خالق و مالک سے ایسا ناطہ جوڑا کہ اللہ تعالیٰ نے شہادت دے دی کہ وہ نفس کی تنگی اور بخل ایسی ایمانی اور اخلاقی بیماری سے پاک ہیں۔

مرتے وقت اہل اللہ کا مقام ومرتبہ:

اللہ والے لوگ جو دنیا میں ایمان لائے ہوں گے اور اپنے اللہ کریم سے تعلق قائم کرنے کے لیے انھوں نے نیک عمل کیا ہوگا، ان کا انجام اُس دن اچھا ہوگا، وہ منظر کتنا حسین ہوگا، جب انھیں رب العالمین آواز دے گا، اور کہے گا: اے وہ پاکیزہ روح جس نے دنیا میں اپنے رب کو یاد کیا، اس سے محبت کی، اور اس کی اطاعت و بندگی کے ذریعہ سکون و اطمینان حاصل کیا، تو آج اس کے جوار میں چلی جا، درآنحالیکہ تو اس کی عطا کردہ نعمتوں سے راضی رہے، اور وہ اب تجھ سے ہمیشہ کے لیے راضی ہوگیا۔

اے پاکیزہ روح! تو آج میرے ان بندوں میں شامل ہوجا جنھیں نہ کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی حزن وملال، اور تو ان کے ساتھ میری جنت میں داخل ہوجا:

﴿يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَٱدْخُلِى فِى عِبَٰدِى ﴿٢٩﴾ وَٱدْخُلِى جَنَّتِى ﴿٣٠﴾﴾ (الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

"اے (ایمان کی وجہ سے) مطمئن جان! تو اپنے رب کے پاس لوٹ چل درانحالیکہ تو اس سے راضی ہے، اس کے نزدیک پسندیدہ ہے، پس تو میرے مقبول بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔"

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ بات ان سے موت کے وقت اور قیامت کے دن کہی جائے گی۔ (تیسیر الرحمن: ۲/۱۷۳۸)

حشر کے دن اہل اللہ کا مقام ومرتبہ:

قیامت کے دن جنت نیک بختوں کے قریب کردی جائے گی جسے دیکھ کر وہ خوش ہوں گے، اور جہنم بدبختوں کے سامنے کردی جائے گی جسے دیکھ کر غم وحسرت سے ان کے دل پارہ پارہ ہوں گے:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ وَ أُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۝﴾

(الشعراء: ۸۸تا۹۱)

''جس دن نہ مال اور نہ بیٹے فائدہ دیں گے سوائے اس آدمی کے جو (گناہوں سے) پاک دل لیے اللہ کے سامنے آئے گا۔ اور متقیوں کے لیے جنت قریب کردی جائے گی اور جہنم گمراہوں کے سامنے کردی جائے گی۔''

اللہ سے تعلق رکھنے والوں کا مقام:

جب بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کر کے اس کی محبت میں ایسا ہو جاتا ہے، رب کی دہلیز سے آشنا ہو جاتا ہے، اور اسے رب کے علاوہ دکھوں کا مداوا کرنے والا کوئی نہیں نظر آتا تو اللہ تعالیٰ اسے پسند کرتا ہے کہ اپنا مقرب بندہ بنا کر دنیا بھر کے لیے معزز بنا دیتا ہے۔ آیئے ذیل کی حدیث مبارکہ سے ایسے ہی اللہ کے مقرب بندوں کا مقام دیکھیں۔

''ابوالکنود کہتے ہیں خباب اس آیت ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ (الآية: ٥٢ فی سورة الأنعام) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن الفزاری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ کی خدمت میں صہیب، بلال، عمار اور خباب رضی اللہ عنہم ضعیف اور کمزور قسم کے صحابہ موجود تھے۔ ان لوگوں نے ان غرباء کو بیٹھے دیکھ کر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا ہمارے لیے اور خاص وقت مقرر فرما دیجیے جس میں ہمارے سوا ایسے لوگ موجود نہ ہوں تا کہ اہل عرب کو ہمارا مقام معلوم ہو۔ آپ کے پاس عرب کے قاصد آتے ہیں تو ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ لوگ ہمیں ان غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں۔ تو جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو ان لوگوں کو ہٹا دیا کریں، اور جب ہم چلے جائیں تو آپ کو اختیار ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! یہ ممکن ہے'' ان لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر اس مضمون کی ایک تحریر لکھ دی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ حضور ﷺ نے اس تحریر کے لیے کاغذ منگوایا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا

حکم دیا۔ جناب کہتے ہیں: ہم لوگ ایک گوشہ میں صبر کیے بیٹھے تھے کہ اتنے میں جبریل آئے اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾﴾

(الانعام: ۵۲)

''اور آپ ان لوگوں کو نہ بھگایئے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، آپ کو ان کا حساب دینا ہے، اور نہ انھیں آپ کا حساب دینا ہے، پس آپ انھیں بھگادیں گے تو ظالموں میں سے ہوجائیں گے۔''

جبرئیل آیت ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ ...... بِالشّٰكِرِيْنَ﴾ تک لے کر نازل ہوئے۔ حضور ﷺ نے فوراً دست مبارک سے کاغذ پھینک دیا اور ہم کو طلب فرمایا۔ ہم خدمت میں پہنچے تو آپ پڑھ رہے تھے۔ ''سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ .''[1]

اہل اللہ کا اعزاز واکرام:

جب پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا کہ آپ انھیں اپنے پاس سے دور نہ کیجیے کیونکہ یہ لوگ اللہ والے بن چکے ہیں۔ ہر لحاظ سے یہ معزز ہیں اگر ان کا اعزاز واکرام سمجھنا ہوتو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ انھیں سلام کرنے میں پہل کریں، یا انھیں اللہ کی طرف سے سلام پہنچا دیں، اور انھیں وسعت رحمت الٰہی کی بشارت دے دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًاۢ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، رقم: ٤١٢٧ ـ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔ مزید دیکھیں: صحیح السيرة النبوية.

تَابَ مِنۢ بَعۡدِهٖ وَاَصۡلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵۴﴾ (الانعام: ٥٤)

''اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، تو آپ کہیے کہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو، تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے، یعنی تم سے کوئی نادانی میں آ کر کوئی گناہ کر بیٹھے گا، اس کے بعد توبہ کرے گا، تو وہ بڑا معاف کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ ﴾ (الکھف: ٢٨)

''جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو اس کی رضا جوئی کے لیے پکارتے رہتے ہیں، ان کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھیے۔''

یعنی آپ کو ان غریب مسلمانوں کی مجلس اختیار کرنے کا حکم ہے، جن کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی رضا کی خاطر، اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی غرض سے صبح و شام نمازیں پڑھتے ہیں اور اسے یاد کرتے ہیں۔

طبرانی میں ہے کہ جب یہ (مذکورہ بالا) آیت اتری، آپ اپنے کسی گھر میں تھے، اسی وقت ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ کچھ لوگوں کو ذکر اللہ میں پایا جن کے بال بکھرے ہوئے تھے، کھالیں خشک تھیں، بمشکل ایک ایک کپڑا انھیں حاصل تھا فوراً ان کی مجلس میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری اُمت میں ایسے لوگ رکھے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ٣/٣٩٦۔ طبع مکتبہ قدوسیہ۔ لاہور)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ.)) [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٢٦٢٢۔ شعب الإیمان للبیهقی، رقم: ١٠٤٨٢.

’’کتنے ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو پراگندہ حال ہوتے ہیں، جنھیں دروازوں (کے باہر) سے ہی منع کر دیا جاتا ہے (مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا یہ مقام ہوتا ہے کہ) اگر وہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو وہ اسے ضرور پورا فرما دیتا ہے۔‘‘

باب نمبر 2

اسباب اور ذرائع

1۔ ایمان باللہ

اللہ تعالیٰ کے تعلق کی شرطِ اوّل یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھے۔ پورے دین اسلام کا انحصار ایمان کامل پر ہے۔ ایمان کے بغیر کوئی عمل صالح درجہ مقبولیت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ہی اس کے بغیر کسی کے مسلمان ہونے کا اعتبار ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کے تمام انبیاء پر ایمان لائے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول مانے۔ اللہ کے فرشتوں اور کتابوں پر ایمان لائے۔ مرنے کے بعد قبر کی زندگی پر یقین رکھے اور روزِ قیامت دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان رکھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾﴾

(النساء: ١٣٦)

''اے ایمان والو! تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے، اور ان کتابوں پر جو اس نے پہلے اتاری تھی اپنے ایمان میں قوت وثبات پیدا کرو، اور جو شخص اللہ، اور اس کے فرشتوں، اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں، اور یومِ آخرت کا انکار کردے گا، وہ گمراہی میں بہت دور چلا جائے گا۔''

ایمان تعلق باللہ کا ایک انتہائی لطیف ذریعہ ہے۔ جو لوگ صادق الایمان ہوتے ہیں، نیک اعمال کرتے ہیں اور ایمان کے منافی تمام امور سے بچتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں اپنا دوست بنالیتا ہے۔ انھیں کفر وشرک اور شبہات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر صاف اور روشن راہِ حق پر ڈال دیتا ہے۔ اور اہل کفر کے دوست شیاطین اور ائمہ کفر والحاد ہوتے ہیں، وہ کفر و الحاد اور شبہات کو خوشنما بنا کر ان کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور صراط مستقیم سے انھیں ہٹا کر کفر وضلال کی راہ پر ڈال دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۵۷ ﴾ (البقرہ: ۲۵۷)

”اللہ ایمان والوں کا دوست ہے، وہ انھیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر نورِ ایمان تک پہنچاتا ہے، اور کفر کرنے والوں کے دوست طاغوت ہیں، جو انھیں نورِ ایمان سے محروم کر کے ظلمتِ کفر تک پہنچا دیتا ہے، وہی لوگ جہنم والے ہیں، اُس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔“

ایمان باعثِ رحمت وفضل ہے:

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں، اس کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرلیں تو اللہ رب العزت ان کے حال پر رحم کرے گا، انھیں اپنے فضل سے نوازے گا، انھیں جنت میں داخل کرے گا اور ان کے درجات بلند کرے گا اور صراطِ مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرے گا۔

ارشاد فرمایا:

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝۱۷۵ ؕ ﴾

(النساء: ۱۷۵)

”پس جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئے، اور اس کے ساتھ اپنا رشتہ مضبوط کرلیا، تو

وہ انھیں اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا، اور انھیں اپنی طرف پہنچانے والی سیدھی راہ پر ڈل دے گا۔''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

''مومنوں کی دنیا و آخرت میں یہ امتیازی شان ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں عقیدہ و عمل میں راہِ راست پر گامزن ہوتے ہیں، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ انھیں اُس راہِ راست پر ڈالے گا جو جنت کی طرف جارہی ہوگی۔''

(تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة)

ایمان، اجر عظیم کا باعث ہے:

جولوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب اور نبی مرسل پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اُنھیں پورا پورا بدلہ دے گا، اور اُن سے اگر کوئی تقصیر ہوئی ہوگی تو اسے معاف کردے گا، اور از روئے رحمت ان کی نیکیوں کو کئی گنا بڑھا دے گا۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ١٥٢﴾

(النساء: ١٥٢)

''اور جولوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے، اور ان کے درمیان فرق نہیں کیا، عنقریب اللہ انھیں ان کا پورا اجر دے گا، اور اللہ بڑا مغفرت کرنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔''

ایمان، نفع مند تجارت ہے:

اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کو نفع مند تجارت سے تشبیہ دی ہے، اس لیے کہ جس طرح تجارت سے نفع حاصل ہوتا ہے، اُسی طرح ایمان اور اعمالِ صالحہ دخولِ جنت اور عذابِ نار سے نجات کا سبب ہوتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

أَلِيمٍ ﴿١٠﴾ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٢﴾﴾

(الصف ۱۰ تا ۱۲)

''اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے نجات دے گی۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں کے ذریعہ جہاد کرو گے، اگر تم جانو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا، اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جنات عدن کی عمدہ رہائش گاہوں میں ٹھہرائے گا، یہی عظیم کامیابی ہے۔''

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠٧﴾﴾ (البقرہ: ۲۰۷)

''اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کی رضا کی خاطر اپنی جان بیچ دیتے ہیں، اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔''

''ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ یہ آیت سیّدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جبکہ مکہ سے ہجرت کے وقت کفارِ قریش نے انھیں گھیر لیا کہ تم اپنا مال لے کر نہیں جاسکتے، اگر مال چھوڑ کر جانا ہو تو جاسکتے ہو۔ چنانچہ انھوں نے اپنی ساری جائداد اہل مکہ کے حوالے کردی، اور صرف ایمان لے کر مدینہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ ان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے یہ آیت نازل ہوچکی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو فرمایا کہ: ''ربح صہیب ربح

صهيب . "❶

2۔توحید اسماء وصفات

تعلق باللہ کا ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ اُس کے خوبصورت اسماء مبارکہ کو یاد کیا جائے، اُن کا ورد کیا جائے، اُن کے ساتھ دعا کی جائے اور اُن صفات کو بندہ اپنے آپ میں پیدا کرے۔ جب بندہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس بندے سے محبت کرے گا۔ جس سے بندے کا اپنے رب سے تعلق مضبوط سے مضبوط تر اور مضبوط تر سے مضبوط ترین ہو جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۱۰﴾ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

"آپ کہہ دیجیے کہ تم لوگ اللہ کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کے نام سے پکارو، جس نام سے چاہو اسے پکارو، تمام بہترین نام اسی کے لیے ہیں۔ اور آپ اپنی نماز نہ زیادہ اونچی آواز سے پڑھیے، اور نہ ہی بالکل پست آواز سے، بلکہ ان دونوں کے درمیان کا طریقہ اختیار کیجیے۔"

اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ .))❷

"بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

نوٹ...... : یاد رہے کہ "اَحْصَاهَا" کا معنیٰ "یاد کرنا"، "ورد کرنا" ان کے ساتھ "دعا

---

❶ مستدرك حاكم : ۳/ ۴۰۰۔۴۹۸۔ حاکم نے اسے بشرط مسلم "صحیح" کہا ہے۔ طبقات ابن سعد : ۳/ ۲۲۶۔۲۳۰.

❷ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۵۰۶، ۳۵۰۷، ۳۵۰۸. البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

کرنا'' اور ''ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنا'' ہے۔

سورۃ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی توحید صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس آدمی کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ ہونے کی خبر دی جو اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے اور اس کی محبت کی خاطر اپنی نمازوں میں یہ سورۃ تلاوت کرتا تھا:

((مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ عَنْ أُمِّهٖ عُمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ -وَكَانَتْ فِيْ حِجْرِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ- عَنْ عَائِشَةَ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَيَنْخَتِمُ بِـ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: "سَلُوْهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟"، فَسَأَلُوْهُ فَقَالَ: لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ، وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ اَقْرَأَبِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَخْبِرُوْهُ أَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهُ .)) [1]

''محمد بن عبدالرحمٰن نے اپنی والدہ ماجدہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی جو کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ زوجہ نبی کریم ﷺ کی گود میں تھیں، تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو فوجی دستے کا امیر بنا کر روانہ کیا اور جب وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تو اسے سورہ اخلاص پر ختم کرتا۔ جب وہ واپس ہوئے تو صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: اس سے پوچھو کہ وہ ایسے کیوں کرتا تھا، تو اس نے کہا کہ اس میں اللہ رحمٰن کی صفت ہے۔ اس لیے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔''

ایک انصاری صحابی مسجد قبا کے امام تھے، ان کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی سورۃ (سورۂ فاتحہ کے بعد) شروع کرتے تو پہلے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھ لیتے پھر جو سورت پڑھنی ہوتی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ۷۳۷۵.

یا جہاں سے چاہتے قرآن پڑھتے۔ ہر رکعت میں ان کا یہی عمل تھا۔ ایک دن مقتدیوں نے کہا کہ آپ اس سورت کو پڑھتے پھر دوسری سورت ملاتے ہیں یا کیا؟ یا تو آپ صرف اسی کو پڑھیے یا چھوڑ دیجیے دوسری سورت ہی پڑھا کیجیے، انھوں نے جواب دیا کہ میں تو جس طرح کرتا ہوں کرتا رہوں گا تم چاہو تو مجھے امام رکھو، کہو تو میں تمہاری امامت چھوڑ دوں، اب انھیں یہ بات بھاری پڑی، جانتے تھے کہ ان سب میں یہ زیادہ افضل ہیں، ان کی موجودگی میں دوسرے کا نماز پڑھانا بھی انھیں گوارا نہ ہوسکا، ایک دن جبکہ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے امام سے کہا کہ تم کیوں اپنے ساتھیوں کی بات نہیں مانتے اور ہر رکعت میں اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگے یارسول اللہ! مجھے اس سورت سے بڑی محبت ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کی محبت نے تجھے جنت میں داخل کردیا۔'' [1]

سورہ اخلاص اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے، اس کا کثرت سے ورد کرنے سے بندہ بہت جلد اپنے رب کے قریب ہوجاتا ہے، اور اس کی دعا بھی قبول کی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ یوں دعا مانگ رہا تھا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِأَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ کُفُوًا أَحَدٌ .))

''اے اللہ! میں تجھ سے ہی سوال کرتا ہوں کیونکہ بلاشبہ میں گواہی دیتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ تو یکتا وفردا، بے نیاز ہے (اپنی مخلوق کی عبادات سے) تو وہ ذاتِ اقدس ہے کہ جس کا کوئی بیٹا، بیٹی نہیں اور نہ تو کسی کا بیٹا ہے کہ تجھے جنا گیا ہو۔ اور نہ ہی تیرا کوئی ہمسر ہے، تو اکیلا (ہی رب العالمین) ہے۔''

تو فرمایا کہ ''اُس ذاتِ اقدس کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس شخص نے اللہ کریم کے اُس اسم اعظم کے ساتھ مانگا ہے کہ جب اس اسم کے ساتھ اُس (اللہ) کو پکارا

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۷۷٤.

جائے تو وہ دعا کو قبول کرتا ہے، اور جب اس اسم اعظم کے ساتھ اُس سے مانگا جائے تو وہ عطا کرتا ہے۔'' ❶

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ''رحیم، رحمٰن'' بھی ہیں، جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت چاہتا ہو وہ ان اسماء کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرے، اور اس صفت کو اپنے اندر پیدا کرلے تو رب رحمٰن اسے رحم کرے گا اور اس سے محبت کرے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءُ .)) ❷

''اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اُن پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی صفت ''جمیل'' بھی ہے۔ جو بندہ اپنے میں جمال اور خوبصورتی پیدا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ .)) ❸

''بے شک اللہ تعالیٰ جمیل (خوبصورت) ہے، خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی صفت ''جواد'' منبع جود وسخا بھی ہے۔ جو بندہ سخاوت کرے گا، اس صفت کو اپنے میں پیدا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے بھی محبت کرے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ جَوَّادٌ يُحِبُّهُ الْجَوْدَ .)) ❹

''بے شک اللہ تعالیٰ ''جواد'' منبع جود وسخا ہے، سخاوت کو پسند کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے اس کا ''رفیق'' ہونا بھی ہے، جو بندہ یہ صفت اپنے میں

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٣٤٧٥۔ سنن ابوداؤد، رقم: ١٤٩٢۔ صحیح ابن حبان، رقم: ٢٣٨٣۔ مستدرك حاكم: ١/٥٠٤۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ٧٣٧٧.

❸ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ١٤٧۔ مستدرك حاكم: ١/٢٦.

❹ فتح الباری: ١/٣٠۔ سلسلة الصحيحة: ٤/١٦٩.

پیدا کر لے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ .)) ❶

''بے شک اللہ رفیق ہے۔ رفق کو پسند فرماتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ''طیب'' بھی ہے، پس جو بندہ پاکیزگی اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس صفت کی وجہ سے اس محبت کرنا شروع کر دیتا ہے۔

((اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ یُحِبُّ الطَّیِّبَ .)) ❷

''بے شک اللہ پاک ہے، پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔''

اور اللہ رب العزت کی صفت ''عفو'' معافی دینا، درگزر کرنا بھی ہے، جو بندہ اس صفت کو اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہَ عَفُوٌّ یُحِبُّ الْعَفْوَ .)) ❸

''بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے۔''

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر مجھے شب قدر میسر آ جائے تو مجھے کیا دعا کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا کیجیے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ .)) ❹

''اے اللہ! تو بڑا معاف کرنے والا اور تو معافی کو پسند کرتا ہے اس لیے مجھے معاف فرما دے۔''

اللہ تعالیٰ کی صفت ''وتر'' بھی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی بندہ اس صفت کو اپنے میں پیدا کر لے،

---

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۹۳.

❷ سنن ترمذی، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۹۹۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۲۳۶۔۱۶۲۷.

❸ طبرانی کبیر: ۱۱۵/۹۔ درمنثور: ۳۵/۵۔ یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

❹ سنن ابن ماجه، کتاب لدعاء، رقم: ۳۸۵۰۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

یعنی پانی پیتے وقت گھونٹ بھرنے کی تعداد وتر رکھے، کوئی چیز کھائے مثلاً کھجور وغیرہ تو وتر، سرمہ ڈالے تو وتر سلائی ڈالے، اس وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ .)) ❶

''بے شک اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔''

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((اِنَّ اللّٰهَ فَرْدٌ يُحِبُّ الْفَرْدَ .)) ❷

''بے شک اللہ اکیلا ہے، وتر کو محبت کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی صفت ''کریم'' ہونا بھی ہے، جو بندہ ''کرم'' کو اپنے آپ میں پیدا کر لے، اللہ تعالیٰ سے اس کا ناطہ ایسا جڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے محبت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ كَرِيْمٌ يُحِبُّ الْكَرْمَ .)) ❸

''بے شک اللہ تعالیٰ کریم ہے، کرم کو پسند کرتا ہے۔''

الغرض جب بندے کا اٹھنا، بیٹھنا، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حیات وممات اپنے مولائے کریم کے لیے ہو جائے تو تعلق باللہ کا یہ اعلیٰ مقام ہے۔ اسی جذبے کو فروغ دینے کا رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾﴾

(الانعام: ۱۶۲ تا ۱۶۳)

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۲۶۷۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۴۵۳۔ المشکاۃ، رقم: ۱۱۶۶۔ ۱۲۶۶.

❷ جامع المسانید والسنن لإبن کثیر: ۲/۵۱۰.

❸ سنن الکبری، للبیھقی: ۱۰/۱۹۱۔ مستدرک حاکم: ۱/۴۸۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۱۳۷۸.

”...... آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں اللہ کا پہلا فرمانبردار بندہ ہوں۔“

اللہ تعالیٰ سے تعلق بنانے کی خاطر بندہ اپنی نیت اور اپنی ہر عبادت اور عمل صالح کو اللہ کے لیے خالص کردے، اور اپنے قلب و روح کی گہرائیوں میں اس کی محبت کو بسالے، اس ذات پاک کی محبت جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور تمام ادیان باطلہ اور عقائد فاسدہ سے دوری اختیار کرتے ہوئے اعلان کرے کہ میں مشرک نہیں ہوں۔ یہ اسوۂ ابراہیمی ہے، سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اعلان فرمایا:

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٧٩﴾﴾ (الانعام : ۷۹)

”میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اس حال میں کہ میں نے اللہ کے سوا سب سے منہ موڑ لیا ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔“

3۔ اخلاص

اخلاص ایک عظیم عمل ہے۔ جو بندے اخلاص کے ساتھ اللہ کی بندگی اور ذکر وفکر میں مشغول رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دوستی اور قرب کا راستہ کھول دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اخلاص اللہ تعالیٰ سے بندے کے تعلق کا راز ہے۔ تعلق باللہ کا تقاضا ہے کہ بندہ اپنے رب کے لیے خالص ہوکر عبادت کرے اور اپنے ہر عمل میں اخلاص پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے سلسلے میں پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرے۔ دکھ درد میں اللہ تعالیٰ کو پکارے اور اپنے رب تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ الْحَمْدُ لِلَّهِ

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾ (المؤمن: ۶۵)

''وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم لوگ بندگی کو اس کے لیے خالص کر کے اس کو پکارو، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہان کا پالنہار ہے۔''

اخلاص تعلق باللہ کا عظیم ذریعہ:

وہ عبادت درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے جسے بندہ اخلاص کے ساتھ بجالائے۔ کیونکہ اخلاص تعلق باللہ کا ایک عظیم ذریعہ اور سبب ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۲﴾﴾

(الزمر: ۲)

''اے میرے نبی! بے شک ہم نے یہ کتاب آپ پر دین حق کے ساتھ نازل کی ہے، پس آپ اللہ کی بندگی، اس کے لیے دین کو خالص کر کے کرتے رہیے۔''

اہل ایمان کو خطاب کر کے کہا کہ تم اپنی راہ پر چلتے رہو، اور کفار کے غیظ وغضب کے علی الرغم عبادت میں اخلاص پیدا کرو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾﴾

(المؤمن: ۱۴)

''پس تم لوگ، اللہ کو اس کے لیے بندگی کو خالص کر کے پکارو چاہے کفار برا مانیں۔''

عطائے اخلاص اللہ تعالیٰ کی کسی بندے پر ایک عظیم نعمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو مخلصانہ طاعات وعبادات میں مشغول کرے گا جس کی بندگی اس کے لیے مزید قرب کا ذریعہ ہوگی۔ اخلاص کے ساتھ کیا ہوا عمل بارگاہِ رب العزت میں خوب قدر والا عمل ہے۔ رسولِ کریم ﷺ اخلاص میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ رسول کریم ﷺ کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ

أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ (الزمر: ١١ تا ١٢)

''اے میرے نبی آپ کہہ دیجیے، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی بندگی اس کے لیے دین کو خالص کر کے کرتا رہوں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلے درجہ کا مسلمان بنوں۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ وہ مشرکین قریش کو یہ بتائیں کہ مجھے تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی عبادت کروں اور اخلاص وعمل اور اطاعت و بندگی میں تمام مسلمانوں سے آگے رہوں۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اخلاص:

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اخلاص کی اس سے جھلک دیکھی جاسکتی ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ میں اپنی کیفیت کا اظہار بایں الفاظ فرمایا:

((سَجَدَلَكَ سَوَادِيْ وَخَيَالِيْ ، وَآمَنَ بِكَ فُؤَادِيْ ، أَبُوءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ .)) [1]

''اے میرے پروردگار! میرا جسم اور دل تجھے سجدہ کرتا ہے، میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں۔''

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا اخلاص:

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا مقام و مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت اونچا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ قرآن کریم میں موسیٰ کے متعلق آیتوں کو بھی لوگوں کے سامنے تلاوت کیجیے، اس لیے کہ ہم نے انھیں بھی اپنی پیغامبری کے لیے چن لیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ﴾ (الاعراف: ١٤٤)

[1] مجمع الزوائد ٢/١٢٨۔ علامہ ہیثمی نے اس کے رجال کو ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

''میں نے آپ کو لوگوں کے مقابلے میں چن لیا ہے۔''

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝۵۱﴾

(مریم : ۵۱)

''اور آپ قرآن میں موسیٰ کا ذکر کیجیے، وہ بے شک (اللہ کے) چنے بندے اور رسول و نبی تھے۔''

''اور اگر ''مخلِص'' کو لام کی زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ انھوں نے بھی اپنی عبادت کو ہمارے لیے خالص کر دیا تھا، اور اپنی جبین نیاز صرف ہمارے سامنے جھکائی تھی، اور وہ بھی ہمارے رسول اور نبی تھے، ہم نے ان کے اندر بھی دونوں صفتیں جمع کر دی تھیں۔ وہ بھی پانچ بڑے اولوالعزم رسولوں میں سے تھے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں: نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہم وسلم أجمعین......'' (تیسیر الرحمن : ۱/ ۸۷۸)

انبیاء کرام کا بلند اخلاص:

انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں بڑی قوت کا مظاہرہ کرتے تھے، اور دین میں اچھی سمجھ رکھتے تھے اور اسرارِ شریعت سے خوب واقف تھے۔ اور چونکہ یہ سب ہر دم فکر آخرت میں لگے رہتے تھے، اس کی کامیابی کے لیے کوشاں رہتے تھے، اور لوگوں کو اسی کی دعوت دیتے تھے، اور دنیا اور اس کی لذتوں پر دھیان نہیں دیتے تھے، اس لیے اللہ نے انھیں اپنی خالص اور حقیقی محبت کے لیے خاص کر لیا تھا۔ اور یہ تمام کے تمام اللہ کے ہاں برگزیدہ اور اصحاب خیر تھے:

﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَ الْاَبْصَارِ ۝۴۵ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝۴۶ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝۴۷ وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝۴۸﴾ (ص : ۴۵ تا ۴۸)

''اور آپ ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجیے جو قوت و

بصیرت والے تھے۔ ہم نے بے شک انھیں ایک مخصوص صفت یعنی فکر آخرت کے ساتھ ممتاز کردیا تھا۔ وہ سب ہمارے برگزیدہ اور نیک بندوں میں سے تھے۔ اور آپ اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کیجیے، یہ سبھی اچھے لوگوں میں سے تھے۔''

اخلاص کے ساتھ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے پر جنت:

روز قیامت اللہ عزوجل اس شخص کو بخش دے گا جس نے اپنی زندگی میں کلمہ کا اخلاص کے ساتھ اقرار کیا ہوگا۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا تو میری اُمت میں سے ایک شخص کی بڑی پکار ہوگی، اس کے اعمال کے ننانوے دفتر کھول کر پھیلائے جائیں گے۔ اور ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک نگاہ جائے گی۔ پھر ارشاد ہوگا، انھیں پڑھ لے اور ان میں جو تیرے گناہ لکھے ہوئے ہیں ان میں سے تو کس کا منکر ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں کسی چیز کا انکار نہیں کرتا! ارشاد ہوگا کہ کیا کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا نہیں، پھر ارشاد ہوگا، کیا کوئی ہے تیرے پاس عذر؟ پھر ارشاد ہوگا! کیا تیرے پاس اس میں کوئی نیکی بھی موجود ہے؟ وہ ڈرتے ہوئے عرض کرے گا: نہیں، تو ارشاد ہوگا: نہیں! ہمارے پاس تیری نیکیاں موجود ہیں۔ تجھ پر آج کے روز کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ پھر ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا جس میں تحریر ہوگا۔ "أشهد ان لا اله إلا الله ، وأن محمد عبده ورسوله" وہ عرض کرے گا۔ اے رب! یہ رقعہ اتنے بڑے دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا، تو وہ تمام دفاتر ایک پلڑے میں اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ دفتر اوپر اُٹھ جائیں گے اور رقعہ بھاری ہوجائے گا۔ محمد بن یحییٰ کہتے ہیں: اہل مصر ''بطاقہ'' رقعہ کو بولتے ہیں۔'' [1]

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، رقم: ٤٣٠٠ ـ سلسلة الصحيحة، رقم: ١٣٥ ـ التعليق الرغيب: ٢/٢٤٠/٢٤١.

مزید برآں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جو شخص یقین قلب کے ساتھ ''لا إله الا الله'' کا اقرار کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' [1]

ایک روایت کے لفظ یہ ہیں:

((مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَلَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ .)) [2]

''جو شخص اخلاص قلب کے ساتھ ''لا إلٰه إلا الله'' پڑھے گا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اسے آگ نہ چھو سکے گی۔''

یہ لوگ بڑے سکون کے ساتھ اور بہت ہی باعزت زندگی گزاریں گے اور وہ آمنے سامنے آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے، اور انھیں شراب کی جاری نہروں سے پیالے بھر کر پیش کیے جائیں گے، ایسی شراب جس سے انھیں نہ کوئی بیماری ہوگی نہ ہی دردِ سر، اور نہ اس کے لیے زیر اثر ان کی عقل ہی ماری جائے گی:

﴿ إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ۝٤٠ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ۝٤١ فَوَاكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ۝٤٢ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝٤٣ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝٤٤ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝٤٥ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۝٤٦ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ۝٤٧ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ۝٤٨ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ۝٤٩ ﴾ (الصافات: ٤٠ تا ٤٩)

''سوائے اللہ کے برگزیدہ بندوں کے۔ ان کے لیے ہمیشہ باقی رہنے والی روزی مقرر ہے۔ انواع واقسام کے پھل، درانحالیکہ وہ معزز ومکرم ہوں گے۔ نعمتوں کے باغات میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ انھیں بہتی شراب کا جام

---

[1] مسند أحمد: ٤/١١١ ـ سلسلة الصحيحة، رقم: ١٣١٤.

[2] مسند حمیدی، رقم: ٣٦٩ ـ الترغيب والترهيب ٢/٤١٤ ـ تاريخ كبير للبخارى: ١٢/٦٤ ـ مسند أحمد: ٥/٢٣٦ ـ صحیح ابن حبان، رقم: ٢٠٠ ـ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

پیش کیا جائے گا۔ وہ شراب سفید اور پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس سے سر چکرائے گا، اور نہ ہی اس سے ان کی عقل ماری جائے گی۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ وہ حوریں (شترمرغ کے چھپائے ہوئے) انڈوں کے مانند (نہایت خوبصورت) ہوں گی۔''

ایک اور مقام پر فرمایا کہ جن لوگوں نے نفاق سے توبہ کرکے عمل صالح کی راہ اختیار کرلی، کافروں کی دوستی چھوڑ کر اللہ سے اپنا رشتہ استوار کرلیا، اور اپنے دین میں اللہ کے لیے مخلص ہوگئے، وہ آخرت میں مومنوں کے ساتھ جنت میں قیام پذیر ہوں گے:

﴿ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٤٦﴾ ﴾ (النساء: ١٤٦)

''مگر جنھوں نے توبہ کرلی اور اپنی اصلاح کرلی، اور اللہ سے رشتہ مضبوط کرلیا، اور اپنا دین اللہ کے لیے خالص کرلیا، تو وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے، اور عنقریب اللہ مومنوں کو اجر عظیم سے نوازے گا۔''

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَخْلِصْ دِيْنَكَ يَكْفِكَ الْقَلِيْلُ مِنَ الْعَمَلِ .)) [1]

''اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کرلو، تمھیں تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔''

مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ساری رات سو کر صبح کو اس پر ندامت برداشت کرنا، ضمیر کو ملامت کرنا بہتر ہے کہ آدمی ساری رات قیام میں گزار کر صبح کو دکھلاوا شروع کردے۔'' [2]

ابوحازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپا کر رکھو جس طرح اپنی برائیوں

[1] مستدرك حاكم: ٤/٣٠٦۔ حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔ مزید دیکھیں: تفسير ابن كثير: ١/٧٨٤.

[2] سير أعلام النبلاء: ٤/١٩٠.

کو چھپا کر رکھتے ہو، لوگوں میں ظاہر نہیں کرتے۔''❶

ربیع بن خثیم رحمہ اللہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہوتے، لیکن جب کوئی شخص آتا تو آپ مصحف کو بند کر دیا کرتے کہ کہیں دکھلاوا نہ ہو جائے۔❷ اور آپ یہ بھی فرماتے کہ ہر وہ عمل جو اخلاص نیت سے نہ کیا جائے، بیکار اور رائیگاں ہے۔❸

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ نوافل ادا کر رہے ہوتے، لیکن جب کوئی آتا تو چھوڑ کر بستر پر لیٹ جاتے، یعنی ریاکاری کے خوف سے۔❹

4۔ رضائے الٰہی کی جستجو

رضائے الٰہی کی تلاش اعلیٰ ترین مقام ہے۔ اس کے بعد کوئی ایسا مقام نہیں جس کو بندہ طلب کرے۔ اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر عمل میں رضائے الٰہی کو مدنظر رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی علامات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی رضائے الٰہی کے متلاشی رہتے ہیں:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ﴾ (الفتح: ٢٩)

''محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے لیے بڑے سخت ہیں، اور آپس میں نہایت مہربان ہیں، آپ انھیں رکوع اور سجدہ کرتے دیکھتے ہیں، وہ لوگ اللہ کی رضا اور اس کے فضل کی جستجو میں رہتے ہیں، سجدوں کے اثر سے اُن کی نشاندہی ان کی پیشانیوں پر عیاں ہوتی ہے۔''

''خالق کے ساتھ اُن کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب کی جنت اور اس کی خوشنودی کے

---

❶ سير أعلام النبلاء: ٦/ ١٠٠.
❷ السير: ٤/ ٢٦٠.
❸ السمير: ٤/ ٢٥٩.
❹ السير: ٤/ ٢٦٤.

لیے کثرت سے نماز پڑھتے ہیں۔ اور اللہ کے ان نیک بندوں کی نشانی، کثرتِ سجود اور کثرت تہجد ونوافل کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر پائی جاتی ہے۔'' (تیسیر الرحمن: ۲/۱۴۴۵)

مومن کا طریق اللہ تعالیٰ کی رضا:

مومن بندہ اپنا ہر عمل رب تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ اور جب بات ایسی ہے کہ وہ محض اپنے رب کی رضا کے لیے عمل کرتا ہے تو اسے اپنے رب کی طرف سے ایسا بدلہ ملے گا جس سے وہ خوش ہو جائے گا، یعنی رب العالمین اسے جنت میں داخل کرے گا:

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿٢١﴾﴾ (اللیل: ۱۷ تا ۲۱)

''اور اس (جہنم) سے وہ شخص بچا لیا جائے گا جو اللہ سے بڑا ڈرنے والا ہوگا۔ جو شخص اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے تاکہ اپنے نفس کو پاک کرے۔ اور کسی آدمی کا اس پر کوئی احسان نہیں ہوتا جس کا بدلہ چکایا جائے۔ مگر وہ اپنے ارفع و اعلیٰ رب کی رضا چاہتا ہے اور وہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیتیں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ بعض نے مفسرین کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان نیک لوگوں میں بدرجہ اولیٰ داخل ہیں جن کی صفات ان آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ اس لیے کہ وہ صدیق تھے، تقی تھے، کریم تھے، اور اپنا مال اپنے رب کی خوشنودی اور اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وتائید کے لیے خرچ کرتے تھے۔ انھوں نے محض اپنے رب کریم کی رضا کی خاطر بہت سارے اموال خرچ کیے، لوگوں کا ان پر کوئی احسان نہیں تھا جسے چکانے کے لیے وہ ایسا کرتے تھے۔ بہت سے سردارانِ عرب بھی ان کے

احسانات تھے۔ اس لیے سردار ثقیف عروہ بن مسعود کو صلح حدیبیہ کے موقع پر جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹا ڈپٹا اور دو باتیں سنائیں تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا جس کا بدلہ میں نے تمھیں نہیں چکایا ہے، تو میں تمہاری تلخ باتوں کا جواب ضرور دیتا۔ [1] پس جیسا کہ عرب کے سردار اور قبائل عرب کے بادشاہ کے اوپر آپ کے اس قدر احسان تھے کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتا تھا تو بھلا اور تو کہاں؟ اسی لیے یہاں بھی فرمایا گیا کہ کسی کے احسان کا بدلہ انھیں دینا نہیں بلکہ صرف دیدارِ الٰہی کی خواہش ہے۔ اور صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ نے فرمایا: جس نے دو جوڑے اللہ کی راہ میں خرچ کیے، اسے جنت کے تمام داروغے پکاریں گے، اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ زیادہ بہتر ہے۔ تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! جو لوگ ان میں سے الگ الگ دروازوں سے پکارے جائیں گے، وہ تو پکارے ہی جائیں گے، کیا کوئی شخص ان میں سے ہر ایک دروازے سے پکارا جائے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ انھیں میں سے ہوں گے۔" [2]

(تفسیر ابن کثیر: ٥/٦٥٠)

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

"یہ بات سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پورے طور پر صادق آتی تھی...... اور چونکہ قرآن کریم میں عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا، اس لیے جس مردِ مومن کے اندر بھی وہ صفات پائی جائیں گی جن کا ذکر آیات (١٧) سے (٢١)...... میں آیا ہے، وہ اس خوشخبری کا مستحق ہوگا جو ان آیات میں دی گئی ہے، یعنی جہنم کی بھڑکتی آگ سے دور کر دیا جائے گا۔" (تیسیر الرحمن، ص: ١٧٤٧)

[1] صحیح بخاری، کتاب الشروط، رقم: ٢٧٣١، ٢٧٣٢.

[2] صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ١٨٩٧ـ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم: ١٠٢٧.

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو کر اس کے بندوں کو کھانا کھلا کر یا ان کی کسی اور مصیبت میں مدد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ان اعمال سے خوش اور راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ⑧ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ⑨ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ⑩ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ⑪ ﴾ (الدھر: ۸تا۱۱)

''اور اپنے لیے کھانے کی ضرورت ہوتے ہوئے، اسے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔ (اُن سے کہتے ہیں) ہم تمھیں صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کھلا رہے ہیں، ہم نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی کلمہ شکر۔ ہم اپنے رب کی جانب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بڑا ہی اداس بنانے والا ہوگا، اور جس کی تیوری چڑھی ہوگی۔ تو اللہ نے انھیں اس دن کی برائی سے بچالیا، اور انھیں چہرے کی شاداب اور فرحت عطا کی۔''

اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے والوں کی محبت دوسرے لوگوں کے دلوں میں:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں رضائے الٰہی کا ثمرہ بیان فرمایا کہ اللہ کی رضا چاہنے والوں کی محبت دوسرے لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے۔

((عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قُلْتُ لَهُ: اَلرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ لِلّٰهِ، فَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: ذٰلِكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ.)) [1]

''سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! بعض دفعہ بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے عمل کرتا ہے،

[1] سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، رقم: ۴۲۲۵۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

لیکن اس عمل کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:
یہ مومن کے لیے دنیا ہی میں خوشخبری ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا ایمان کی مٹھاس محسوس کر لیتا ہے:

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا شخص اپنے ایمان کی مٹھاس محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا ، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا ، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا .)) [1]

''اس شخص نے ایمان کی مٹھاس پالی جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا۔''

اور ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا ، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا ، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوْبُهُ .)) [2]

''جو شخص مؤذن کی اذان سن کر کہے:...... میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا تو اس کے (سابقہ) گناہ معاف کر دیے گئے۔''

رضائے الٰہی کی خاطر کلمہ توحید پڑھنے والوں کی بخشش:

کلمہ توحید ''لا إله إلا الله'' بڑی عظمت والا ہے، جو شخص رضائے الٰہی کے لیے اس کا اقرار کرے گا اور دل سے اس کی تصدیق کرے گا، اللہ تعالیٰ نے ایسے بندے پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم: ٥٦/ ٣٤.

[2] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، رقم: ٣٨٦/١٣۔ سنن ترمذی، رقم: ٢١۔ سنن ابوداؤد، رقم: ٥٢٥۔ سنن نسائی، رقم: ٦٧٩۔ مسند أحمد: ١/ ١٨١۔ مستدرك حاكم: ١/ ٢٠٣.

((فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ .)) [1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر جہنم کی آگ حرام کردی ہے جو رضائے الٰہی کے لیے ''لا إله الا الله'' کا اقرار کرتا ہے۔''

کلمہ ''لا إله إلا الله'' کی عظمت کا اندازہ فرمائیں۔ سیّدنا نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں:

((أُوْصِيْكَ بِقَوْلِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَإِنَّهَا لَوْ وُضِعَتْ فِي كِفَّةِ الْمِيْزَانِ، وَوُضِعَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ فِي كِفَّةٍ لَرَجَحَتْ بِهِنَّ .)) [2]

''میں تجھے ''لا إلـه إلا الله'' پر سختی سے کاربند رہنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں، اور ''لا إلٰه إلا الله'' دوسرے پلڑے میں، تو ''لا إلٰه إلا الله'' وزنی ثابت ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنا باعث سعادت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهِ......)) [3]

''ابن آدم کی سعادت مندی اور خوش بختی اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کیے فیصلوں یعنی تقدیر پر راضی رہے۔''

---

[1] صحيح بخارى، كتاب الصلاة، رقم: ٤٢٥.

[2] الأدب المفرد، رقم: ٥٤٨۔ كتاب الزهد لأحمد، رقم: ٢٨٢۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ١٣٤.

[3] سنن ترمذى، كتاب القدر، رقم: ٢١٥١۔ مستدرك حاكم : ٥١٨/١۔ مسند أحمد: ١٦٨/١۔ حافظ ابن حجر نے اس کی اسناد کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔ مزید دیکھیں: فيض القدير : ١٥/٦.

صبر اور شکر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرو:

صبر اور شکر بھی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ (الزمر: ۷)

''اور اگر تم شکر گزار بنو گے تو وہ تمہاری طرف سے اسے پسند کرے گا۔''

سیّدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کسی کے دیندار ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی دونوں حالتوں میں اخلاص اختیار کرے۔ اور شکر کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کی تقدیر پر راضی رہے اور اس کے فیصلوں کو تسلیم کرے۔ [1]

تقدیر پر راضی رہنا اللہ تعالیٰ کی رضا کا مستحق بناتا ہے:

اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر شاکر رہنا، احساس کمتری کا شکار نہ ہونا، مصائب و آلام پر صبر کرنا اور نعمتوں پر اللہ کی حمد بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کا مستحق ٹھہراتا ہے، سیّدنا لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے بیٹے! میں تجھے ایسی نصیحتیں کرتا رہوں جو تجھے رب کے قریب کردیں گی، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے سے بچائیں گی۔ (وہ یہ کہ) تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، اور اللہ تعالیٰ کی اچھی اور بری تقدیر پر رضامندی کا اظہار کر۔'' [2]

بعض سلف کا کہنا ہے: جو بندہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرے، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلوں پر رضا کا اظہار کرے، پس تحقیق اس نے اپنے ایمان کو درست کرلیا۔ (حوالہ ایضاً)

ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہو:

ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی اس کوشش میں رہے کہ وہ اپنے رب کو راضی کرے، ہر اس کام سے بچنے کی کوشش کرے جو رب کریم کو ناراض کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اس کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ، وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ، اَحْيِنِيْ مَا

---

[1] مدارج السالکین، ص: ۵۲۱. [2] مدارج السالکین، ص: ۵۲۳.

عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِيْ ، وَتَوَفَّنِي إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِيْ ، اَللّٰهُمَّ وَأَسْئَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ، وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضٰى وَالْغَضَبِ ، وَأَسْأَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى ، وَأَسْأَلُكَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ ، وَأَسْأَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ ، وَأَسْأَلُكَ الرِّضَى بَعْدَ الْقَضَاءِ ، وَأَسْأَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ ، وَأَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظْرِ إِلَى وَجْهِكَ ، وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَائِكَ فِي غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ ، وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ ، اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْإِيْمَانِ ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِيْنَ .)) [1]

''اے اللہ! (میں تجھے واسطہ دیتا ہوں) تیرے غیب کے علم کا، اور مخلوق پر تیری قدرت کا، جب تک تو میرے لیے زندگی کو بہتر جانتا ہے، اس وقت تک مجھے زندگی عطا کر، اور جب میرے لیے فوت ہونے کو بہتر جانے تو اس وقت مجھے فوت کر۔ اے اللہ! میں تجھ سے پوشیدگی اور ظاہر میں تیری خشیت کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے خوشی اور ناراضگی میں کلمہ حق کہنے کا سوال کرتا ہوں، نیز فقر اور دولت مندی میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں، اور میں تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں، اور میں تجھ سے ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو، اور تجھ سے تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں، اور میں تجھ سے موت کے بعد اچھی زندگی کا سوال کرتا ہوں، اور میں تجھ سے تیرے چہرے کی جانب دیکھنے کی لذت اور تیری ملاقات کے شوق کا طالب ہوں، نہ مجھے نقصان پہنچانے والی تکلیف پیش آئے اور نہ ایسی آزمائش ہو جو مجھے راہِ حق سے دور کرے۔ اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے مزین فرما اور ہمیں ہدایت

[1] سنن نسائی، رقم: ١٣٠٥، ١٣٠٦۔ مستدرك حاكم : ١/٥٢٤۔ حاکم نے اسے ''صحيح الاسناد'' قرار دیا ہے، اور ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ مسند أحمد : ٤/٢٦٤، عمار بن یاسر.

یافتہ اور ہدایت پر ثابت قدم رکھ۔“

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے کہا کہ حق تعالیٰ سے یہ تو دریافت کر دیجیے کہ اس کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے تاکہ ہم بھی اس طرح کیا کریں؟ وحی نازل ہوئی کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ مجھ سے راضی رہیں تاکہ میں بھی ان پر راضی رہوں۔ [1]

سب نعمتوں میں سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا:

سب انعامات جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر کیے ہیں، ان میں سے بڑا انعام اور بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ جنت کا حاصل کر لینا بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن رضائے الٰہی کا حصول اس سے بھی بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾﴾ (التوبة : ٧٢)

”اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، اور جنات عدن میں عمدہ مکانات کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑھ کر ہوگی، یہی عظیم کامیابی ہوگی۔“

آخرت میں انھیں ایسی جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جناتِ عدن میں اچھے مکانات ملیں گے، اور ان سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ کے لیے خوش ہو جائے گا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں کہ رضا الٰہی کا حاصل ہو جانا جنت و مافیہا سے بھی بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ ”رضا“ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور ”جنت“ مخلوق ہے۔ مزید لکھتے ہیں: چونکہ بندے دنیا میں اپنے رب پر راضی ہو گئے تھے تو اس کے عوض میں

[1] مدارج السالکین، ص: ٥٢٤.

اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی ہوگیا۔ پس جب یہ جزاء سب نعمتوں سے افضل و اعلیٰ ہے تو اس کے اسباب اور ذرائع بھی اعلیٰ ہی ہوں گے۔ ❶

اہل جنت کو جنت میں ہر وہ نعمت عطا کی جائے گی جس کی وہ تمنا کریں گے۔ اور پھر تمام انعامات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا مژدہ سنایا جائے گا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَهُم مَّا يَشَآءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝٣٥﴾ (ق : ٣٥)

''اُس میں انھیں اپنی مرضی کی ہر چیز ملے گی، اور ہمارے پاس اُن کی خواہش سے زیادہ نعمتیں ہیں۔''

جس چیز کی بھی خواہش کریں گے وہ چیز چشم زدن میں ان کے پاس ہوگی، اور ان تمام نعمتوں کے علاوہ سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ باری تعالیٰ اپنا چہرۂ انور ان کے سامنے کر دے گا، جس کا وہ نظارہ کریں گے۔ امام مسلم نے صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے ''وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ'' کی یہی تفسیر روایت کی ہے۔ چنانچہ سیّدنا صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ ، قَالَ: يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْأَيَةَ: ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ (يونس : ٢٦) . " ❷

''جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: کسی چیز کی ضرورت ہے وہ تمھیں عطا کردوں؟ وہ کہیں گے: اے اللہ! تو نے ہمارے چہرے روشن کر کے جنت میں داخل کیا اور جہنم سے نجات نہیں دے دی؟ (اب

❶ مدارج السالكين، ص: ٥٢٠.

❷ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم: ٢٩٧، ٢٩٨/١٨١.

ہمیں کیا چاہیے؟) پھر پردہ ہٹادیا جائے گا، وہ اللہ کے چہرے کا دیدار کریں گے، اللہ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی چیز انھیں محبوب نہ دی جائے گی۔ پھر آپ نے یہ آیت (بالا) تلاوت فرمائی۔''

مزید برآں سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا کہ اے اہل جنت! عرض کریں گے کہ ہمارے رب! ہم حاضر اور مستعد ہیں۔ چنانچہ فرمائے گا۔

((هَلْ رَضِيتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضَى وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ؟ فَيَقُولُ: أَنَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، قَالُوا: يَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُ: أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا.)) [1]

''کیا تم راضی ہو، عرض گزار ہوں گے: ہم کیوں راضی نہ ہوتے جبکہ ہمیں وہ عطا فرمایا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو مرحمت نہیں فرمایا؟ پھر فرمائے گا کہ میں تمھیں اس سے بھی افضل چیز عطا کرنے والا ہوں۔ عرض کریں گے کہ اے رب! کون سی چیز اس سے افضل ہے؟ چنانچہ فرمائے گا: میں نے اپنی رضامندی کو تمہارے لیے حلال کر دیا لہٰذا اس کے بعد تم پر کبھی ناراضگی نہیں ہوگی۔''

پس معلوم ہوا کہ ایماندار لوگ جنتوں میں دیدارِ الٰہی سے مشرف کیے جائیں گے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فاجروں کے دیدار الٰہی سے محروم رہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ نیکوکار لوگ دیدار الٰہی سے سیراب کیے جائیں گے۔ اور متواتر حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اسی پر اس آیت کی روانگی الفاظ صاف دلالت کرتی ہے کہ ایمان دار دیدارِ باری تعالیٰ سے محظوظ ہوں گے:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾﴾ (القيامة: ٢٢تا٢٣)

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ٦٥٤٩.

''اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔'' [1]

5۔ ہدایت کی خاطر رجوع اِلی اللہ

ہدایت صرف وہی شخص حاصل کرسکتا ہے جو اس کی خواہش اور جستجو رکھتا ہو۔ ہدایت حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ (الشوریٰ : ۱۳)

''اللہ جسے چاہتا ہے اپنی قربت کے لیے چن لیتا ہے، اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے، اسے اپنی راہ دکھاتا ہے۔''

یعنی اللہ عزوجل اپنی حکمت و مصلحت، اور مرضی کے مطابق جسے چاہتا ہے ایمان کی توفیق بخشتا ہے، اور وہ اس عظیم چیز کو قبول کرنے کی توفیق اسے دیتا ہے جو اپنے گناہوں سے تائب ہوکر اس کی بندگی کی راہ پر لگ جاتا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی راہرو منزل ہی نہیں

جو ہدایت چاہتا ہے اور اس کی طلب سچی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے راستوں کو آسان بنا دیتا ہے اور تمام اسباب مہیا کردیتا ہے، اور قبول ایمان اور اتباعِ اسلام کے لیے اسے شرح صدر عطا فرماتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ (الانعام : ۱۲۵)

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۵/۵۴۲ـ۵۴۶.

''تو جس کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو تنگ اور گھٹا ہوا بنا دیتا ہے، جیسے کہ وہ آسمان کی طرف چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے، اللہ اسی طرح ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے ہیں عذاب مسلط کر دیتا ہے۔''

سیّدنا شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لوگو! میرا مقصود تمہاری اصلاح ہے۔ اور مجھے ہر چیز اور بھلائی کی توفیق دینے والا صرف اللہ ہی ہے میرا اعتماد صرف اسی پر ہے اور خوشی اور غم ہر حال میں میرا ملجا و ماویٰ صرف وہی ہے یعنی میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں:

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝۸۸﴾ (ھود: ۸۸)

''شعیب (علیہ السلام) نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! میں اپنے رب کی جانب سے ایک صاف اور روشن راہ پر قائم ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے اچھی روزی دی ہے (تو کیا میں اسے چھوڑ دوں) اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تم کو روکتا ہوں اس کے الٹا کرنے لگوں، میں تو اپنی طاقت کی حد تک صرف اصلاح کا ارادہ رکھتا ہوں، اور مجھے توفیق دینے والا صرف اللہ ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے، اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

''وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ''.... اور سب صرف اللہ کی توفیق سے ہے'' یعنی بھلائی کے کام کرنے اور شر سے بچنے کی توفیق مجھے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوئی ہے اس میں میری قوت و اختیار کا کوئی دخل نہیں۔ ''عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ''

''میں اسی پر توکل کرتا ہوں'' یعنی میں اپنے تمام معاملات میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اوراسی کے کافی ہونے پر مجھے اعتماد ہے۔ ''وَإِلَيْهِ أُنِيبُ'' اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، اس نے مختلف اقسام کی عبادات کا جو مجھے حکم دیا ہے، اس کی تعمیل کے لیے میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ تمام نیکیاں اللہ تعالیٰ کے ثواب کا ذریعہ ہیں اور ان دو امور کے ذریعے سے بندۂ مومن کے احوال درست ہوتے ہیں۔ (1) ...... اپنے رب سے مدد طلب کرنا (2)...... اور اس کی طرف رجوع کرنا۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (هود: ۱۲۳) ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر۔'' اور فرمایا: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحه: ٤) ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (تفسیر السعدی)

پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا چاہے، اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے تو وہ اعمالِ صالحہ کرے، اور ہمیشہ اپنے رب کی طرف رجوع کرے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾﴾ (الكهف: ١١٠)

''تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کا یقین رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

اللہ کے نیک و کار اور صالح بندے جب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ہدایت کی خاطر تو اللہ انھیں یہ بشارت دیتا ہے:

﴿وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا

یُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٦﴾ ﴾ (الاعراف : ١٥٦)

"اور (اے میرے رب!) تو ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے، اور آخرت میں بھی ہم نے تیری طرف رجوع کرلیا، اللہ نے کہا، میں اپنے عذاب میں جسے چاہتا ہوں مبتلا کرتا ہوں، اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے، پس میں اُسے ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔"

"......میں گناہ گاروں میں جسے چاہتا ہوں عذاب دیتا ہوں، اور اس کی حکمت سے میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور اس کی بنیاد عدل و انصاف پر ہوتی ہے، اور جسے چاہتا ہوں معاف کردیتا ہوں۔ لیکن میری رحمت تو ہر نیک و بد اور تمام مخلوقات کے لیے عام ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل چیز عذاب و غضب نہیں، بلکہ رحمت ہے۔ اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حاملین عرش فرشتوں کی زبانی فرمایا: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ کہ "اے ہمارے رب! تیری رحمت ہر شے کو شامل اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے۔"

احمد، مسلم اور ابوداؤد نے جندب البجلی سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں، اس میں سے صرف ایک حصہ رحمت کے ذریعہ اس کی تمام مخلوق آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے، اور وحشی جانور اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، اور ننانوے حصہ ہائے رحمت قیامت کے دن کے لیے مؤخر کردیے گئے ہیں۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز کے لیے عام ہے، اسی رحمت عامہ کی وجہ سے دنیا میں ہر جاندار کو روزی ملتی ہے۔ دنیاوی نعمتوں میں ہر نیک و بد شریک ہے۔ لیکن آخرت کی نعمت جسے رحمت خاصہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، وہ صرف اللہ کے ان بندوں کے لیے خاص ہوگی جو اس دنیاوی زندگی میں گناہوں سے بچیں گے، زکاۃ دیں گے، اور جو اللہ کی آیتوں پر ایمان لائیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت کی آیت (۳۲) میں

فرمایا ہے: ﴿قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ کہ دنیا کی زینت اور حلال روزی مومنوں کو دنیا میں ملے گی، اور آخرت میں انہی کے لیے خاص ہوگی۔'' (تیسیر الرحمن: ۱/۴۹۸۔۴۹۹)

6۔ سچی توبہ کرنا

بحیثیت بشر غلطی اور خطا ہر انسان سے سرزد ہوجاتی ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ خطا اور نسیان کا مادہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں ودیعت کر دیا ہے تو بہت مناسب ہوگا۔ ماسوا انبیاء و رسل علیہم السلام کے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں خود معصوم عن الخطاء رکھنے کا بندوبست فرماتا ہے تاکہ وہ دعوتِ دین کے مشن کو احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں۔

سیّدنا آدم علیہ السلام کی ساری اولاد خطا کار ہے، لیکن اگر کوئی خطا کرنے کے بعد سچی توبہ کرے، ندامت کا اظہار کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے، ان سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ .))[1]

''ہر ابن آدم خطا کار ہے، اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرلیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

''اور جب ان سے کوئی بدکاری ہوجاتی ہے، یا اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں، تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور اپنے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے، اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر

[1] سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة، والرقائق والورع، رقم: ۲۴۴۹۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۴۲۵۱۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

اصرار نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو بدلہ میں ان کے رب کی مغفرت، اور وہ جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور عمل صالح کرنے والوں کا بدلہ اچھا ہوتا ہے۔''

''اہل جنت کی صفت یہ بتائی کہ جب ان سے کبیرہ یا صغیرہ گناہ کا ارتکاب ہوجاتا ہے، تو انھیں اللہ سے حیا آتی ہے، اور اس کے عقاب کا ڈر لاحق ہوجاتا ہے، تو فوراً اللہ سے معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے علاوہ گناہوں کو کون معاف کرسکتا ہے؟ اس کے سوا کسے اس کا اختیار حاصل ہے؟ امام احمد (۳/۷۶۔۱۸/۲۵۳) نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ'' ابلیس نے اپنے رب سے کہا تیری عزت وجلال کی قسم، میں بنی آدم کو جب تک ان کی سانس چلتی رہے گی گمراہ کرتا رہوں گا۔ تو اللہ نے کہا، میری عزت وجلال کی قسم، جب تک وہ مجھ سے مغفرت چاہتے رہیں گے، میں انھیں معاف کرتا رہوں گا۔''

اور اس طلبِ مغفرت والی صفت کی تکمیل یہ ہے کہ وہ جانتے ہوئے گناہ پر اصرار نہیں کرتے، یعنی اگر گناہ ہوجاتا ہے تو استغفار کرلینے کے بعد اگر دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب ہوجاتا ہے، تو اسے گناہ پر اصرار نہیں کہا جاتا۔ ابوداؤد (رقم:۱۵۱۴) ترمذی (رقم:۳۵۵۹) بزار اور ابویعلی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ سے مغفرت مانگ لی اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا، چاہے وہ دن میں ستر مرتبہ اس کا ارتکاب کرے، (حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو ''حسن'' کہا ہے۔) امام احمد (۱/۲) نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی آدمی گناہ کرتا ہے، تو اس کے بعد اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ اسے معاف کردیتا ہے۔''

(تیسیر الرحمن: ۱/ ۲۰۸۔۲۰۹)

جو لوگ اپنے گناہ بخشوانے کی خاطر رب تعالیٰ سے اپنا ناطہ جوڑتے ہیں، اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کردیتا ہے خواہ انھوں نے کتنے کتنے بڑے

جرائم کیے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوٓا إِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٩﴾ ﴾

(النحل: ۱۱۹)

''پھر جن لوگوں نے لاعلمی کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب کیا، پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور اپنی حالت کی اصلاح کرلی، تو بے شک آپ کا رب اس توبہ کے بعد ان کے لیے بڑا معاف کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

''اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے توبہ کا دروازہ کھول دیا کہ جو لوگ اب تک نادانی اور جہالت کی وجہ سے شرک کا ارتکاب کرتے رہے ہیں اور وحی و رسالت اور بعث بعد الموت کا انکار کرتے رہے ہیں وہ اگر اپنے گناہوں سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان لائیں اور اپنی نیت اور اپنے اعمال و احوال کی اصلاح کریں، تو اللہ ان کے حال پر رحم کرے گا اور ان کے گناہوں کو معاف کردے گا۔ گویا قرآنِ کریم کی زبان میں کفار مکہ کے لیے یہ ایک بہت بڑی خوشخبری تھی۔'' (تیسیر الرحمن، ص: ۷۹۰)

اصحاب اخدود جنھوں نے اللہ پر ایمان لانے والے اس کے نیک بندوں اور بندیوں کو آگ میں ڈال دیا، اور اپنے گناہ سے تائب ہوکر دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے کہ قیامت کے دن ان کے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ انھیں جہنم کا عذاب دے گا، اور مومنوں کو آگ میں جلانے کے سبب انھیں دوہرے عذابِ نار میں مبتلا کرے گا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴿١٠﴾ ﴾ (البروج: ۱۰)

''بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں کو آزمائش میں ڈالا، پھر توبہ نہیں کی، تو اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے، اور ان کے لیے آگ کا عذاب ہے۔''

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وانظروا إلى هذا الكرم والجود قتلوا أولياءه، وهو يدعوهم إلى التوبه والمغفرة .)) ❶

"اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے کرم و رحم، اس کی مہربانی اور عنایت کو دیکھو کہ جن بدکاروں نے اس کے پیارے بندوں کو ایسے بدترین عذابوں سے مارا، انھیں بھی وہ توبہ کرنے کو کہتا ہے اور ان سے بھی مغفرت اور بخشش کا وعدہ کرتا ہے۔"

توبہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت:

توبہ کرنے والوں کا تعلق اپنے رب سے اتنا قریب کا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾﴾

(البقرہ: ۲۲۲)

"بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اور خوب پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

وضو سے فراغت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ .))

"اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور خوب پاکی حاصل کرنے والوں سے بنا دے۔"

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "جو شخص خوب اچھی طرح وضو کرنے کے بعد یہ دعا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیتا ہے۔" ❷

توبہ پر اللہ تعالیٰ کی خوشی:

جب بندہ اپنے افعالِ قبیحہ پر ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ٥/٦١٧۔ ففروا إلى الله، ص: ١٤.

❷ سنن ترمذی، کتاب الطهارة، رقم: ٥٥۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

بے پناہ خوشی ہوتی ہے جس کا ذکر ذیل کی حدیث میں کیا گیا ہے:

((اَللّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلَى بَعِيْرِهِ وَقَدْ أَضَلَّهُ فِيْ أَرْضٍ فَلَاةٍ.)) ❶

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جنگل بیابان میں اپنا اونٹ گم کر کے پھر پالیا ہو۔''

توبہ کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت:

اے رب کے نافرمان! اللہ تعالیٰ تو دن رات اپنا ید رحمت پھیلائے ہوئے ہے کہ عاجز اور گنہگار آئیں تو سہی وہ ان کے اوپر اپنی رحمتوں کی بارش نہ کردے تو کہنا: سیّدنا ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهٗ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا.)) ❷

''بے شک اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا (رات کو) توبہ کرلے۔ اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا (دن کو) توبہ کرلے۔ (یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔'' (جو قرب قیامت کی نشانی ہے، اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا)۔

مذکورہ بالا حدیث پاک میں اس امر کی ترغیب ہے کہ رات یا دن کی کسی گھڑی میں بھی کوئی گناہ ہوجائے انسان بلاتاخیر توبہ کے لیے بارگاہِ الٰہی میں جھک جائے۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، رقم: ۶۳۰۹۔ صحیح مسلم، کتاب التوبة، رقم: ۲۷۴۷.

❷ صحیح مسلم، کتاب التوبة، رقم: ۲۷۵۹.

اللہ کی رحمت سے نہ امید نہ ہو:

بعض لوگ عمر بھر گناہ کرتے رہتے ہیں پھر کسی وجہ سے اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت کی روشنی دکھا دیتا ہے، لیکن یہ اپنے آپ کو گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے اس قابل نہیں سمجھتے کہ ان کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ ایسے مایوس لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳﴾

(الزمر: ۵۳)

"اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے، اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے آپ پر (گناہوں کا ارتکاب کر کے) زیادتی کی ہے، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا، بے حد مہربان ہے۔"

واحدی نے لکھا ہے: "تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے شرک، قتل اور نبی کریم ﷺ کی ایذا رسانی جیسے گناہوں کا ارتکاب کیا تھا، اور اسلام لانا چاہتے تھے، لیکن ڈرتے تھے کہ شاید ان کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ انھیں اور اللہ کے تمام بندوں کو اس کی وسیع رحمت اور عظیم مغفرت کی خوشخبری دیں، کہ انھیں اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے وہ تو اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، اس لیے کہ وہ بڑا معاف کرنے اور بے حد رحم مہربان ہے۔" (تیسیر الرحمن: ص ۱۳۰۵)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ مشرکوں نے بہت خون کیے تھے اور بکثرت زنا کرتے رہے، وہ آپ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے: "آپ ﷺ جو کچھ کہتے ہیں اور جس دین کی طرف دعوت دیتے ہیں، وہ اچھا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر آپ ﷺ ہمیں یہ بتا دیں کہ ہمارا اسلام لانا ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟" اس وقت (سورہ فرقان کی) یہ

آیت ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ.....﴾ تا آخر اور (سورہ زمر) کی یہ آیت ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ.....﴾ تا آخر نازل ہوئی۔'' [1]

آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو، اور میں تمام گناہ معاف کردیتا ہوں، تم مجھ سے ہی معافی مانگو۔ میں معاف کردوں گا۔'' [2]

علامہ شوکانی لکھتے ہیں: ''یہ آیت قرآن کریم کی سب سے زیادہ امید بھری آیت ہے۔ اس میں اللہ نے بندوں کی نسبت اپنی طرف کی ہے، اور پھر انھیں گناہوں کے ارتکاب میں سے حد سے متجاوز ہونے کی صورت میں اپنی رحمت سے ناامید ہونے سے منع فرمایا ہے، اور یہ کہہ کر مزید کرم فرمایا کہ وہ تمام گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔'' (فتح القدير : ٢/ ٥٦٥)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ اس آیت کریمہ میں تمام نافرمانوں کو گو وہ مشرک و کافر بھی ہوں توبہ کی دعوت دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ کی ذات غفور رحیم ہے۔ وہ ہر تائب کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ہر جھکنے والی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والے کے اگلے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے گو وہ کیسے ہی ہوں، کتنے ہی ہوں، کبھی کے ہوں۔ اس آیت کو بغیر توبہ کے گناہوں کی بخشش کے معنی میں لینا صحیح نہیں اس لیے کہ شرک بغیر توبہ کے بخشا نہیں جاتا۔

(تفسير ابن كثير: ٤/ ٤٩٢، طبع مكتبه قدوسيه، لاهور)

فائدہ عظیمہ:

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس آیت کی بعض لوگوں نے بہت عجیب سی تاویل کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے کہہ رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہہ دیجیے کہ

---

[1] صحيح بخاری، كتاب التفسير، رقم: ٤٨١٠.

[2] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، رقم: ٤٥/ ٢٥٧١.

اے میرے بندو! یعنی بندے اللہ کے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ہیں۔ یہ تاویل دراصل تاویل نہیں بلکہ بدترین قسم کی تحریف ہے۔ کیونکہ یہ تاویل قرآن کی ساری تعلیم کے برخلاف ہے۔ نیز اس سے رسول اللہ ﷺ کی شان بڑھتی نہیں بلکہ ان پر سخت الزام آتا ہے۔ آپ اس لیے مبعوث ہوئے تھے کہ سب لوگوں کو دوسرے معبودوں کی بندگی سے ہٹا کر خالص اللہ کے بندے بنائیں۔ نہ یہ کہ اپنے ہی بندے بنانا شروع کردیں۔ آپ ﷺ خود بھی اللہ کے بندے تھے اور اس بندگی کا اقرار کرنے سے ہی ایک شخص اسلام میں داخل ہوسکتا ہے اور اس بندگی کا اقرار ہم سب نمازوں میں کئی بار کرتے ہیں۔ اس تاویل کو دیکھ کر بے اختیار ڈاکٹر اقبال کے یہ شعر یاد آجاتے ہیں:

زمن برصوفی و ملا سلامے
کہ پیغام خدا گفتند مارا
ولے تاویل شان در حیرت انداخت
خدا و جبریل و مصطفیٰؐ را

"میری طرف سے صوفی و ملا کو سلام ہو جنھوں نے ہمیں اللہ کا پیغام پہنچایا۔ لیکن ان کی تاویل نے اللہ، جبرئیل اور رسول اللہ ﷺ سب کو حیرت میں ڈال دیا۔"
(کہ ہم نے کیا کہا تھا اور ان لوگوں نے اس کا کیا مطلب لے لیا ہے)

(تیسیر القرآن: ٤/٥٧)

رحمت الٰہی کی وسعتیں:

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾﴾ (الاعراف: ١٥٦)

"میری رحمت نے ہر چیز کو اپنے دامن میں لے رکھا ہے، اور اس کے مستحق وہ لوگ ہیں جو تقویٰ اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ہماری نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔"

مومن لوگوں کے متعلق فرمایا کہ میری رحمت وشفقت ہر آن اور شان ان کے قریب تر ہوا کرتی ہے:

﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (الأعراف : ٥٦)

''یقیناً اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہوا کرتی ہے۔''

پھر اس کے فضل وکرم کی انتہا یہ ہے کہ اس کی ذاتِ مہربان نے اپنے لیے یہ پسند فرمایا کہ میری شفقت ورحمت میرے غضب پر ہر آن غالب رہے گی۔ اس نے عرش معلیٰ پر اپنے کرم سے یہ لکھ رکھا ہے:

((اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ .)) [1]

''یقیناً میری رحمت ہمیشہ میرے قہر وغضب پر غالب ہے۔''

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی لائے گئے۔ پس قیدیوں میں سے ایک عورت اپنا دودھ پیتا بچہ تلاش کر رہی تھی (جو گم ہو گیا تھا) جب اسے بچہ مل گیا، تو اس نے اسے پکڑا، اپنے سینے کے ساتھ لگالیا اور اسے دودھ پلایا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، ''کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟'' ہم نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! وہ اسے کبھی نہیں پھینکے گی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے زیادہ رحمت کے ساتھ پیش آتا ہے بنسبت اس عورت کے اپنے بچے کے ساتھ رحمت سے پیش آنے کے۔'' [2]

رحمت الٰہی کے بغیر صرف عمل ہی جنت کی سعادتوں کا ضامن قطعی نہیں ہے۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا یُدْخِلُ اَحَدًا مِنْکُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا یُجِیْرُهُ مِنَ النَّارِ، وَلَا أَنَا إِلَّا بِرَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ .)) [3]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب التوبة، رقم: ٦٩٦٩. [2] صحيح مسلم، كتاب التوبة، رقم: ٦٩٧٨.

[3] صحيح مسلم، كتاب التوبة، رقم: ٧١٢١.

''تم میں سے کسی شخص کو اس کے اعمال نہ جنت میں داخل کر سکتے ہیں اور نہ آگ سے بچا سکتے ہیں، اور میں بھی اس کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔''

توبہ کرنے سے سارے گناہ مٹ جاتے ہیں:

رحمت الٰہی کی وسعت کا اندازہ فرمائیں کہ جب بندہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے، تو اس کے پچھلے سارے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ.)) [1]

''گناہوں سے توبہ کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے گویا اس کا کوئی گناہ ہی نہ ہو۔''

بلکہ گناہ نیکیوں کی صورت اختیار کر جاتے ہیں:

بلکہ جب بندہ سچے دل سے توبہ کرلیتا ہے تو اس کے گناہ بھی نیکیوں کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝۷۰ ﴾ (الفرقان : ۷۰)

''مگر جو شخص توبہ کرے گا، اور ایمان لے آئے گا اور نیک عمل کرے گا، تو اللہ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، بے حد مہربان ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''آیت (۷۰) میں اللہ تعالیٰ نے اس ہمیشگی کے عذاب سے ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو صدقِ دل سے تائب ہوجائیں گے، اللہ، رسول، آخرت اور دین اسلام پر ایمان لائیں گے اور اسلام کے فرائض خمسہ کی پابندی کریں گے۔ اللہ

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، رقم: ٤٢٥٠ ـ صحيح الجامع الصغير، رقم: ٣٠٠٨.

تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اس لیے وہ بڑا مغفرت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کئی سال تک ﴿يُضَاعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا﴾ پڑھتے رہے، پھر آیت (۷۰) نازل ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا زیادہ خوش ہوئے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا خوش پہلے کبھی نہیں دیکھا۔'' (تیسیر الرحمن، ص: ۱۰۳۷)

حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہے۔ جو آیت (۹۳) نساء میں ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا....﴾ وہ اس کے خلاف نہیں۔ گو وہ مدنی آیت ہے لیکن وہ مطلق ہے، تو وہ محمول کی جائے گی ان قاتلوں پر جو اپنے فعل سے توبہ نہ کریں اور یہ آیت ان قاتلوں کے بارے میں ہے جو توبہ کریں..... اور صحیح حدیثوں سے بھی قاتل کی توبہ کی مقبولیت ثابت ہے جیسے اس شخص کا قصہ جس نے ایک سو (۱۰۰) قتل کیے تھے۔ پھر توبہ کی اور اس کی توبہ قبول ہوئی وغیرہ۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۲۸)

سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ کا قصہ:

سیّدنا ابوسعید بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلے زمانے میں ایک آدمی تھا، جس نے ننانوے (۹۹) قتل کیے تھے، اس نے روئے ارض کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا، تو اسے ایک راہب کا پتہ بتایا گیا۔ وہ ایک راہب کے پاس حاضر ہوا، اور کہا: میں نے ننانوے (۹۹) قتل کیے ہیں، کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ راہب نے کہا: نہیں۔ اس پر اس نے راہب کو بھی قتل کر کے سو (۱۰۰) کا عدد پورا کر دیا، اس نے پھر زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا، تو اسے ایک عالم دین کا پتہ بتایا گیا، اس نے عالم سے کہا: میں نے سو (۱۰۰) قتل کیے ہیں، میری توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟ عالم دین نے کہا: ہاں! توبہ کے اور اس کے درمیان کون حائل ہوسکتا ہے؟ فلاں علاقے میں چلے جاؤ، وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی

عبادت کرتے ہیں، تم بھی ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو، اور اپنی اس زمین کی طرف واپس مت آنا کہ یہ برائی کی زمین ہے۔

وہ آدمی وہاں سے چل پڑا۔ جب ٹھیک درمیان راستے میں پہنچا، تو اس کی موت کا وقت آ گیا۔ اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑ پڑے، رحمت کے فرشتوں نے کہا، یہ توبہ کرکے چلا تھا، اور اپنے دل کو اللہ کی طرف موڑ چکا تھا۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے قطعاً کوئی نیک کام نہیں کیا، اب ایک فرشتہ انسانی شکل میں ان کے پاس آیا، فرشتوں نے اس انسان نما فرشتے کو اپنا فیصل بنالیا، اس فیصلہ دینے والے فرشتے نے کہا: دونوں مقامات کے درمیان کا فاصلہ ناپ لو، جس مقام سے وہ قریب ہے اسی میں اس کا شمار کرلو، فرشتوں نے پورے فاصلے کو ناپا تو جس علاقے کی طرف اس کا رخ تھا، وہ قریب تر نکلا، لہٰذا رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کی۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ:

((فَكَانَ إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ أَقْرَبَ مِنْهَا بِشِبْرٍ فَجُعِلَ فِي أَهْلِهَا .)) [1]

''وہ آدمی نیک لوگوں کی بستی کے ایک بالشت قریب تھا، چنانچہ اسے نیک لوگوں میں شمار کیا گیا۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے برے علاقے کی زمین کو حکم دیا کہ تو دور ہوجا (لمبی ہوجا) اور نیک علاقے کی زمین کو حکم دیا کہ تو قریب ہوجا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان دونوں علاقوں کا رقبہ ناپ لو۔ چنانچہ اسے نیک علاقے کی طرف ایک بالشت قریب پایا گیا (نتیجہ) اس کی بخشش ہوگئی۔'' [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الدعوات والأذكار، رقم: ٧٠٠٨، ٧٠٠٩.

[2] صحيح بخاری، كتاب الأنبياء، رقم: ٣٤٧٠.

توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ انسان کی زندگی میں سکون واطمینان عطا کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ﴾ (ھود: ۳)

''اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ، پھر اس کی طرف متوجہ رہو، وہ تم کو وقت مقررہ تک اچھا سامانِ (زندگی) دے گا، اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ...... ﴾ (النحل: ۹۷)

''جو شخص نیک اعمال کرے گا مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو ہم ضرور اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے......''

توبہ کرنے سے جنت عدن مل جاتی ہے:

جو لوگ تائب ہوجائیں، نماز کی حفاظت کریں، خواہشات پرستی ترک کردیں اور عمل صالح کی زندگی گزارنا شروع کردیں، اللہ تعالیٰ انھیں ان کے سلف صالحین کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا اور ان کے اعمالِ صالحہ کا معمولی سا اجر بھی ضائع نہیں کرے گا، اس لیے کہ توبہ تمام سابقہ گناہوں کو ختم کردیتی ہے۔ اور وہ جنت جس میں وہ لوگ داخل ہوں گے اس کا نام ''جنت عدن'' ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں سے کر رکھا ہے جو اس ذاتِ برحق پر بے دیکھے ایمان رکھتے ہیں۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوکر رہے گا، اس میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝۶۰ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ

بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝﴾ (مریم : ٦٠ تا ٦١)

''لیکن جن لوگوں نے توبہ کر لی اور عمل صالح کیا، وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور ان پر ذرا سا بھی ظلم نہیں ہوگا۔ عدن نام کی اُن جنتوں میں داخل ہوں گے جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ کر رکھا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔''

اور اس جنت میں رہنے والے جنتی کوئی فضول اور لغو بات نہیں سنیں گے، بلکہ فرشتے انھیں سلام کریں گے، یا آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کریں گے:

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ۝﴾ (مریم : ٦٢)

''اُس میں وہ لوگ کوئی لغو بات نہیں سنیں گے، صرف ایک دوسرے کو سلام کرتے ہوئے سنیں گے، اور اس میں صبح و شام ان کی روزی انھیں ملتی رہے گی۔''

اور سورۃ الواقعہ میں ارشاد فرمایا:

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا o اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا﴾ (واقعہ : ٢٥، ٢٦)

''نہ وہاں بکواس سنیں گے اور نہ گناہ کی بات، صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی۔''

اہل جنت کے سامنے سونے کی رکابیوں اور پلیٹوں میں لذیذ ترین کھانے پیش کئے جائیں گے اور سونے ہی کے بنے پیالوں کا دور چلے گا جو انواع واقسام کی بہترین شرابوں سے لبالب ہوں گے۔ سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((لَا تَلْبَسُوْا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ ، وَلَا تَشْرَبُوْا فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَلَا تَأْكُلُوْا فِيْ صَحَافِهَا فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ .)) [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، رقم: ٥٤٢٦۔ صحیح مسلم، رقم: ٢٠٦٧.

''تم لوگ ریشم اور دیباج نہ پہنو، اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ کھاؤ، پیو، یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور ہمارے لیے آخرت (جنت) ہیں۔''

اور جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی کوئی نفس خواہش کرے گا، اور جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور ملے گا، اور اہل جنت سے کہا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ یہیں رہو گے، نہ تمھیں موت لاحق ہوگی اور نہ یہ نعمتیں ختم ہوں گی، اور یہ جنت تمھیں ان بھلائیوں اور نیک کاموں کے بدلے ملی ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے۔ یعنی جس طرح انسان جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کے ورثاء اس کے مال و جائداد کے حق دار بن جاتے ہیں، اسی طرح تم اپنے نیک اعمال کے بدلے اس جنت کے وارث بن گئے ہو؟

اور جنت میں تمھیں بے شمار تازہ اور خشک پھل ملا کریں گے جو نہ کبھی ختم ہوں گے، اور نہ ہی تمھیں ان کے کھانے سے کبھی روکا جائے گا:

﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝﴾ (الزخرف : ۷۱ تا ۷۳)

''انھیں سونے کی پلیٹیں اور گلاس پیش کیے جائیں گے، اور اس جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی نفس خواہش کرے گا، اور جس سے آنکھوں کو خوشی ملے گی، اور تم اس میں ہمیشہ کے لیے رہو گے، اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم اپنے نیک اعمال کے سبب وارث بنائے گئے ہو۔ اُس میں تمہارے لیے بہت سے پھل ہیں، جنھیں تم کھاؤ گے۔''

سچی توبہ کی شرائط:

آئمہ کرام اور محدثین عظام نے قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں توبہ النصوح یعنی سچی توبہ کرنے اور توبہ کی قبولیت کو مؤثر بنانے کے لیے چند شرائط بیان فرمائی ہیں جو کہ

قارئین کے افادہ کے لیے پیش خدمت ہیں۔

اگر معصیت یعنی گناہ کا تعلق بندے اور اللہ کے مابین ہے اور اس گناہ کا تعلق کسی بندے کے حق (حقوق العباد) سے نہیں ہے، تو توبہ کے لیے تین شرائط ہیں۔

1- اپنی غلطی اور گناہ کا اعتراف کرے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ .)) [1]

''بے شک جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرلیتا ہے، اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔''

2- وہ اپنے گناہ پر شرمندگی کا اظہار کرے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلنَّدْمُ تَوْبَةٌ .)) [2]

''ندامت اور شرمندگی ہی توبہ ہے۔''

3- اس بات کا عہد کرے کہ دوبارہ اس گناہ کو نہیں کرے گا۔ سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے سیّدنا ابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا توبہ نصوح کیا ہے؟ فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سوال کیا تھا، تو آپ نے فرمایا: قصور سے گناہ ہوگیا، پھر اس پر نادم ہونا، اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا اور پھر اس گناہ کی طرف مائل نہ ہونا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر: ٥/٤٥٥)

اور اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو اس کی توبہ کے مؤثر ہونے کے لیے چار شرائط ہیں:

4- مندرجہ بالا تینوں شرائط، اور چوتھی شرط یہ کہ جس کا حق مارلیا ہے یعنی مال وغیرہ ہڑپ کرلیا ہے تو وہ مال اسے واپس کرے، اور اگر کسی پر تہمت لگائی ہے تو جس پر تہمت لگائی ہے اس سے معافی مانگے یا شرعی سزا قبول کرے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الإفك، رقم: ٤١٤١ـ صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب حدیث الإفك، وقبول توبة القاذف، رقم: ٢٧٧٠.

[2] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ٢ـ٦٨٠٣،٦٨.

((رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا كَانَتْ لِأَخِيهِ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ......فِي نَفْسٍ، أَوْ مَالٍ...... ، فَأَتَاهُ، فَاسْتَحَلَّ مِنْهُ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْ حَسَنَاتِهِ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ ، أُخِذَ مِنْ سَيِّأَتِ صَاحِبِهِ ، فَتُوضَعُ فِي سَيِّاٰتِهِ .)) ❶

''اللہ اس بندے پر رحم کرے کہ جس شخص کا ظلم کسی دوسری کی عزت پر ہو یا مال پر تو اسے وہ وقت آنے سے پہلے معاف کرالے کہ اس کی نیکیاں لے لی جائیں۔ اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوگا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔''

توبہ کی مہلت کی گھڑیاں:

نادان ہے وہ شخص جو ہر روز سیاہ کاریاں کرتا رہے، زندگی کے قیمتی لمحات کو مالک حقیقی کی نافرمانیوں میں گزارتا رہے کہ بے فکری کا ایسا عالم اس پر طاری ہو گیا تھا، اس کا کہنا ہوتا کہ ابھی کافی عمر باقی ہے، کرلوں گا توبہ۔ حتیٰ کہ مہلت کی تمام گھڑیاں گزر گئیں اور نزع کا وقت آ گیا۔ اب عذاب کو دیکھ کر توبہ کرنے لگا، مگر اللہ تعالیٰ کے حضور سے جواب ملا:

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْـٰٔنَ﴾ (النساء: ١٨)

''اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوگی جو معصیات کا ارتکاب کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان کے کسی کو موت حاضر ہوتو وہ کہے میں اب توبہ کرتا ہوں۔''

مخبر صادق رسول اللہ ﷺ نے بھی اس بات کی تصدیق کردی کہ:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ يُغَرْغِرْ .)) ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المظالم والغضب، رقم: ٢٤٤٩۔ صحیح ابن حبان، رقم: ٧٣١٨.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذكر التوبة، رقم: ٤٢٥٣۔ التعليق الرغيب، ٤/٧٥۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

''یقیناً اللہ عزوجل بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک اس کا سانس نہ اکھڑے۔''

یاد رہے کہ قیامت سے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ عَلَيْهِ .)) ❶

''اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی توبہ قبول کرے گا جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کی۔''

توبہ کے بعد:

جب انسان توبہ کرلے تو پھر اسے برے لوگوں سے میل جول نہیں رکھنا چاہیے۔ جن سے وہ پہلے رکھتا تھا کہ کہیں پھر اُسی گناہ میں مشغول نہ ہو جائے۔ کیونکہ انسان کے لیے بری صحبت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں، اس لیے کہ صحبت کی تاثیر ضرور ہو جایا کرتی ہے۔ اور اسے چاہیے کہ خود بھی جس کام سے توبہ کی ہے۔ اس سے کنارہ کشی کرتا رہے۔ اور اسے اپنا دشمن خیال کرتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً ، وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً .)) ❷

''نیک ہم نشین اور برے ساتھی (یعنی پاس بیٹھنے والے) کی مثال کستوری بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے۔ کستوری بیچنے والا یا تو تجھے (بطور تحفے کے سونگھنے کے لیے) خود ہی دے دے گا اور یا (کم از کم) تو اس سے اچھی

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ٦٨٦١.

❷ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، رقم: ٥٥٣٣۔ صحیح مسلم، کتاب العبد والصلة، رقم: ٢٦٢٨.

خوشبو پا لے گا (جب تک اس کے پاس رہے گا اس کی خوشبوئیں تیرے دماغ کو معطر کرتی رہیں گی)۔ جب کہ بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا (کم ازکم) تجھے اس کے پاس بری بوسونگھتے رہنا پڑے گا۔''

اور مثل مشہور ہے ؏

صحبت صالح را صالح کند
صحبت طالح را طالح کند

7۔ نماز

نماز اسلام کا دوسرا اور بنیادی رکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِیتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.)) ❶

''اسلام کی بنیاد پانچ (ستونوں) پر (قائم) ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا (استطاعت ہو تو) حج (بیت اللہ) کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

نماز دین کا ستون ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ.)) ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، رقم: ۸۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴.

❷ مسند أحمد: ۲۳۱/۵۔ مصنف عبد الرزاق، رقم: ۲۰۳۰۳۔ سنن ترمذي، کتاب الإیمان، رقم: ۲۶۱۶۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''دین اسلام کا سرخود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کرنا ہے، اور اس کا ستون نماز اور اس کی چوٹی جہاد ہے۔''

نماز بندہ اور اس کے رب کے درمیان تعلق جوڑنے کا ذریعہ ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَحَدُكُمْ إِذَا قَامَ فِيْ صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ .)) [1]

''یقیناً جب کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے۔''

نماز بندے کی اپنے رب سے محبت کی علامت ہے:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ .)) [2]

''اور میرا بندہ جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا زیادہ نزدیک ہوجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔''

نماز نجات کا ذریعہ ہے:

نماز باعث نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ﴿١٥﴾﴾

(الأعلى: ١٤، ١٥)

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الصلاة، رقم: ٤٠٥.

[2] صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب التواضع، رقم: ٦٥٠٢.

''یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگا جو (کفر وشرک سے) پاک ہوگیا، اور اپنے رب کا نام لیتا رہا، پھر اس نے نماز پڑھی۔''

اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزِ قیامت (ہر) بندے سے سب سے پہلے اس کی نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر نماز (سنت کے مطابق) درست ہوئی تو وہ کامیاب و کامران ہوگا، اور اگر نماز خراب ہوئی تو ناکام و نامراد ہوگا، اگر بندہ کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو رب تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: میرے بندے کے نامہ اعمال میں دیکھو کوئی نفل عبادت ہے؟ (اگر ہوئی) تو نفل کے ساتھ فرائض کی کمی پوری کی جائے گی، پھر اس کے تمام اعمال کا حساب اسی طرح ہوگا۔'' [1]

نماز حصولِ جنت کا ذریعہ ہے:

جو بندے نماز کی حفاظت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں عزت و اکرام کے ساتھ جنتوں میں جگہ دے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾﴾ (المعارج: ٣٤تا٣٥)

''اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، وہی لوگ جنتوں میں معزز و مکرم رہیں گے۔''

فجر اور عصر کی نماز کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ صَلَّى الْبُرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) [2]

''جس نے دو ٹھنڈی (یعنی فجر اور عصر) نمازیں پڑھیں، وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

جو شخص سنن راتبہ پر محافظت کرتا ہے، اسے بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ایک گھر کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ سیّدہ اُمّ حبیبہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ، رقم: ٤١٣۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ١٤٣٨.

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، صَلَاةِ الْغَدَاةِ.)) [1]

''جو شخص (باقاعدگی سے) بارہ رکعت (سنتیں) ادا کرے، اس کے لیے جنت میں گھر بنادیا جاتا ہے: ظہر سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد دو رکعت، دو رکعت نمازِ مغرب کے بعد، دو رکعت نمازِ عشاء کے بعد اور دو رکعت نمازِ فجر (صبح کی نماز) سے پہلے۔''

اور جو شخص دن ہو یا رات تحیۃ الوضوء کا اہتمام کرتا ہے، وہ بھی جنت حاصل کر لیتا ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کے وقت پوچھا: ''مجھے اپنا سب سے زیادہ امید والا نیک عمل بتاؤ جسے تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہے، کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے...... تو سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں نے تو اپنے نزدیک اس سے زیادہ امید کا کوئی عمل نہیں کیا کہ جب میں رات یا دن میں کسی وقت بھی وضو کیا تو میں اس وضو سے نفل نماز پڑھتا رہا، جتنی میری تقدیر میں لکھی گئی تھی۔'' [2]

نماز اللہ تعالیٰ کے لیے کمال بندگی کا اظہار ہے:

انسانیت کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

[1] سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، رقم: ٤١٤، ٤١٥۔ مسند أحمد: ٣٢٦/٦، ٣٢٧۔ صحیح ابن خزیمه، رقم: ١١٨٥، ١١٨٦، ١١٨٧، ١٣٩٢۔ صحیح ابن حبان، رقم: ٢٤٥١، ٢٤٥٢۔ مستدرك حاکم: ٣١١/١۔ ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التهجد، رقم: ١١٤٩۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، رقم: ٦٣٣٤۔ مسند أحمد: ٣٣/٢، ٤٣٩.

ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝٥٦﴾ (الذاريات : ٥٦)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

نماز، تسبیح، تہلیل دراصل اللہ تعالیٰ کے لیے کمالِ بندگی کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آسمان وزمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات، خواہ وہ فرشتے ہوں یا بنی نوع انسان، جن یا حیوان، حتیٰ کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ چڑیاں فضا میں پرواز کرتی ہوئی اپنے رب کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور نماز ادا کرتی ہیں۔ کائنات کی ہر چیز کو معلوم ہے کہ اسے اللہ کی تسبیح بیان کرنی ہے اور نماز کیسے ادا کرنی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا بنیادی حق (عبادت) ادا ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝٤١﴾

(النور : ٤١)

''اے میرے نبی! آپ دیکھتے نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات اور فضا میں پر پھیلا کر اُڑتی ہوئی چڑیاں، سبھی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ ہر مخلوق اپنی نماز اور تسبیح کو جانتی ہے اور اللہ ان سب کے اعمال سے خوب واقف ہے۔''

نماز نفسِ انسانی کے اندر تقویٰ کی روح پیدا کرتی ہے:

یقیناً نماز انسان کے اندر تقویٰ، پرہیز گاری اور خشیت الٰہی پیدا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی عظیم صفت کے حاملہ ''متقین'' کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿الٓمٓ ۝١ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝٢ الَّذِينَ

﴿يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۝٣﴾ (البقرۃ: ۱ تا ۳)

''الم، اس کتاب میں کوئی شک و شبہ نہیں، اللہ سے ڈرنے والوں کی راہنمائی کرتی ہے، جو غیبی امور پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور ہم نے انھیں عطا کر رکھا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔''

انبیاء علیہم السلام اس کی مجسم تفسیر ہیں، جب وہ نماز کے لیے بارگاہِ ایزدی میں کھڑے ہوتے، تو خشیت الٰہی سے گریہ کرنے لگ جاتے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْرَآءِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝٥٨ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝٥٩﴾ (مریم: ۵۸ تا ۵۹)

''یہی وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے اپنا خاص انعام کیا تھا، جو آدم کی اولاد اور ان کی اولاد سے تھے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، اور جو ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے تھے، اور وہ ان میں سے تھے جنھیں ہم نے ہدایت دی تھی اور جنھیں ہم نے چن لیا تھا، جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیتوں کی تلاوت ہوتی تھی تو سجدہ کرتے ہوئے، اور روتے ہوئے زمین پر گر جاتے تھے۔''

نماز انابت الٰہی کا درس دیتی ہے:

نماز انسان کو انابت الٰہی کا درس دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝٣١﴾ (الروم: ۳۱)

''اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے (دین اسلام پر قائم رہو) اور اسی سے ڈرو،

اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''

نمازی لوگوں کی یہ صفت ہوتی ہے کہ جب ان سے کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہو جائیں تو انھیں اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے، اور اس کے عذاب سے ڈرنے لگتے ہیں، اور فوراً استغفار کرنا شروع کر دیتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾ ﴾ (آل عمران : ۱۳۵)

''اور جب ان سے کوئی بدکاری ہو جاتی ہے، یا اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور اپنے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے، اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔''

نماز دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر پیدا کرتی ہے:

نماز انسان میں زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی پیدا کر کے آخرت کی فکر پیدا کرتی ہے۔ سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے مختصر الفاظ میں نصیحت فرمائیں۔ نبی معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا أَنْتَ صَلَّيْتَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ .)) [1]

''جب نماز پڑھو تو اسے الوداعی نماز سمجھ کر ادا کیا کرو۔''

نماز انسان کو صبر کرنا سکھلاتی ہے:

نماز کا لب لباب اللہ کے حضور دلی جھکاؤ کا نام ہے، جو ایمان وعمل کے میدان میں ثابت قدمی کے لیے سب سے بڑی مددگار ہے، جن کے دلوں میں اللہ کے لیے عاجزی،

---

[1] معجم کبیر للطبرانی: ۴۴/۶، رقم: ۵۴۵۹۔ مسند أحمد: ۴۱۲/۵، رقم: ۲۳۴۹۸۔ شیخ شعیب نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

انکساری اور جھکاؤ نہیں ہوتا، اُن پر نماز بہت بھاری ہوتی ہے۔ اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں، نماز میں انھیں سکون اور قرار ملتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ ﴿٤٥﴾﴾ (البقرہ: ٤٥)

''اور مدد لو صبر اور نماز کے ذریعہ اور یہ (نماز) بہت بھاری ہوتی ہے، سوائے ان لوگوں کے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔''

نماز سے اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوتی ہے:

نمازی جب نماز میں کھڑا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی خاص نصرت اور مدد فرماتا ہے، اور اس کی پریشانیوں کو دور فرماتا ہے، اس کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ﴾ (البقرہ: ٤٥)

''اور مدد لو صبر اور نماز کے ذریعہ۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی چیز کا حکم فرمایا:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ﴾ (طٰہٰ: ١٣٢)

''اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے، اور خود بھی اس کی پابندی کیجیے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''ابن المنذر، طبرانی اور بیہقی وغیرہم نے عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے، جس کی سند کو حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی، تو آپ انھیں نماز پڑھنے کا حکم دیتے اور ''وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ'' پوری آیت پڑھتے۔''

(تیسیر الرحمن: ص ٩١٥)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندہ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر نماز میں ''إِيَّاكَ نَعْبُدُ

وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ'' کہے۔ اس لیے کہ شیطان اُسے شرک کرنے کا حکم دیتا ہے اور نفس انسانی اس کی بات مان کر ہمیشہ غیر اللہ کی طرف ملتفت ہو جاتا ہے، اس لیے بندہ ہر دم محتاج ہے کہ وہ اپنے عقیدۂ توحید کو شرک کی آلائشوں سے پاک کرتا رہے۔ (تیسیر الرحمن: ص: ۱۱)

نماز رحمتِ الٰہی کے نزول کا سبب ہے:

جو شخص نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے اور تمام معاملات زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کرے۔ ایسا کرنے سے رحمت باری تعالیٰ اس پر سایہ فگن رہے گی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا الزَّكَوٰةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾﴾ (النور: ٥٦)

''اور مومنو! تم لوگ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اگر کوئی شخص فرض نمازوں کے علاوہ نفل کا بھی اہتمام کرتا ہے تو وہ بھی رحمت الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے، چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ إِمْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا .)) [1]

''جو شخص نماز عصر سے قبل چار رکعتیں (نفل) کا اہتمام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔''

نماز یادِ الٰہی کا بہترین طریقہ ہے:

دن وہی دن ہے شب وہی شب ہے
جو تیری یاد میں گزر جائے

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۲۷۱۔ سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ، رقم: ۴۳۰۔ صحیح ابن خزیمه، رقم: ۱۱۹۳۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۲۴۵۳ ابن خزیمہ، ابن حبان اور علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

یادِ الٰہی کا بہترین طریقہ نماز ہے، اللہ تعالیٰ نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو نزول وحی کے ابتدا میں ہی فرمایا:

﴿ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴾

(طٰہ : ۱۴)

''بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے آپ میری عبادت کیجیے اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کیجیے۔''

اور سورۃ الاعلیٰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی بندے کو کامیابی کی خبر سنائی ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کر لیتا ہے یعنی اپنے آپ کو شرک و معاصی سے پاک کر لیتا ہے، اور ہر لمحہ اور ہر گھڑی اپنے حقیقی خالق و مالک کی یاد میں رہتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے۔ اور خصوصاً نماز کی پابندی کرتا ہے جو کہ ایمان کی کسوٹی ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴾

(الاعلیٰ : ۱۴ تا ۱۵)

''یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگا جو (کفر و شرک سے) پاک ہوگیا۔ اور اپنے رب کا نام لیتا رہا، پھر اس نے نماز پڑھی۔''

ایک مقام پر فرمایا کہ نماز قائم کرو، یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، اور اللہ کو یاد کرو کہ اللہ کی یاد اور ذکر ہر چیز سے بڑا ہے، کیونکہ دراصل یادِ الٰہی ہی انسانوں کو فحش اور برے کاموں سے منع کرتی ہے:

﴿ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ﴾

(العنکبوت : ۴۵)

''آپ پر جو کتاب بذریعہ وحی نازل کی گئی ہے، اس کی تلاوت کیجیے، اور نماز قائم کیجیے، بے شک نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے، اور یقیناً اللہ کی یاد تمام

نیکیوں سے بڑی ہے۔''

نماز باعث نور و ہدایت ہے:

ذیل کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نمازیوں کو ہدایت یافتہ قرار دیا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٨﴾ ﴾ (التوبه: ١٨)

''اللہ کی مسجدوں کو صرف وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے، پس یہ لوگ اُمید ہے کہ ہدایت پانے والے ہیں۔''

اور سیّدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّد ولد آدم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالصَّلَاةُ نُوْرٌ.)) ❶

''اور نماز نورِ (ہدایت) ہے۔''

نماز باعث سکون ہے:

جو شخص نماز قائم کرتا ہے، نماز اس کے لیے باعث سکون و راحت بن جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو فرماتے:

((يَا بِلَالُ! أَقِمِ الصَّلَاةَ، أَرِحْنَا بِهَا.)) ❷

''اے بلال! ہمیں نماز سے راحت پہنچاؤ۔''

اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

((حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمُ النِّسَاءُ وَالطِّيْبُ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ

---

❶ صحیح مسلم، كتاب الطهارة، رقم: ٥٣٤.

❷ سنن ابوداؤد، كتاب الأدب، رقم: ٤٩٨٥۔ المشكاة، رقم: ١٢٥٣۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

فِيْ الصَّلَاةِ .)) ❶

”دنیا سے مجھے اپنی ازواج اور خوشبو زیادہ پسندیدہ ہیں، اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔“

نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمام مشکلات کو آسان کر دیتا ہے:

مشکل حالات میں نماز کا سہارا لینا چاہیے، جب اللہ تعالیٰ مددگار بن جائے تو پھر کیا مجال ہے کہ کوئی مشکل باقی رہ جائے ؏

مرض بڑھتا نہیں مٹ جاتا ہے عشرت ان کا
جس نے دربارِ الٰہی سے شفا مانگی ہے

امام اعظم، محبوب رب العالمین، محمد رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ:

((إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى .)) ❷

”آپ ﷺ کو جب بھی کوئی مشکل پیش درپیش ہوتی تو نماز کا سہارا لیا کرتے۔“

حدیث قدسی میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى ، وَأَسُدَّ فَقْرَكَ ، وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا ، وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ .)) ❸

”اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے خود کو فارغ کر لے، یعنی توجہ اور دلجمعی سے میری عبادت کر، میں تیرے سینے کو تونگری سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو ختم کر دوں گا۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے ہاتھ کاموں میں اُلجھا دوں گا اور تیری مفلسی ختم نہ کروں گا۔“

---

❶ مسند احمد: ۳/۱۲۸۔۱۹۹۔ سنن نسائی، کتاب عشرة النساء، رقم: ۳۹۴۹۔ مستدرك حاكم: ۲/۱۶۰۔ صحيح الجامع الصغير، رقم: ۳۱۲۴.

❷ سنن أبوداؤد، كتاب الصلاة، رقم: ۱۳۱۹۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

❸ سنن ترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، رقم: ۲۴۶۶۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۴۱۰۷۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

سجدہ تعلق باللہ اور تقرب الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہے:

سجدہ کے ذریعے انسان اپنے رب کی قربت حاصل کرلیتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ ابوجہل کی بات ہرگز نہ مانئے، اور مسجد حرام میں نماز پڑھتے رہیے اور سجود کے ذریعہ اپنے رب کی قربت اختیار کیجیے:

﴿ كَلَّا ۚ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ﴾ (العلق : ١٩)

''ہرگز نہیں، آپ اس کی بات نہیں مانئے، اور اپنے رب کے سامنے سجدہ کیجیے اور اس کا قرب حاصل کیجیے۔''

صحیح مسلم میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ .)) [1]

''بندہ حالت سجدہ میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، لہٰذا (سجدے میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔''

سجدہ کی دعائیں اور اذکار

(کم از کم تین بار کہیں)

((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى)) [2]

''پاک ہے میرا رب سب سے بلند۔''

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ .)) [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۰۸۳.

[2] صحیح مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین، رقم : ۱۸۱٤. سنن ترمذی، رقم : ۲٦۱۔ صحیح ابو داؤد، رقم : ۸۲۸۔ سنن ابن ماجه ، رقم : ۸۸۸، ۸۹۰.

[3] صحیح البخاری، رقم : ۱۷۹٤ ، ۸۱۷ ۔ صحیح مسلم ، کتاب الصلاۃ ، رقم : ۱۰۸۵.

''اے اللہ ! تو پاک ہے، اے ہمارے مالک اور اپنی حمد کے ساتھ ۔ اے اللہ! مجھے بخش دے!''

((اَللّٰھُمَّ لَكَ سَجَدْتُ ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ ، سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ)) ❶

''اے اللہ ! میں نے تیرے لیے ہی سجدہ کیا ۔ تجھی پر ایمان لایا، اور تیرا ہی میں فرمانبردار بنا۔ میرے چہرے نے اس ذات (اقدس) کے لیے سجدہ کیا، جس نے اسے پیدا فرمایا اور اس کی صورت بنائی ہے۔ اس نے اس کی سماعت اور اس کی نظر کو کھولا ہے۔ وہ اللہ نہایت بابرکت ہے کہ جو تمام بنانے والوں سے اچھا ہے۔''

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي كُلَّهُ ، دِقَّهُ وَجِلَّهُ ، وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ ، وَ عَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ)) ❷

''اے اللہ ! میرے چھوٹے بڑے (تھوڑے، زیادہ) پہلے اور پچھلے، ظاہر اور پوشیدہ سب کے سب گناہ معاف کر دے۔''

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ (درج ذیل دعا کو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد کے سجدوں میں پڑھتے تھے:

((أَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْكَ ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ .)) ❸

''اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غصے سے اور تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے پناہ چاہتا ہوں، اور میں تیری ذات اقدس کے ساتھ تیری ذات کی پناہ

❶ صحیح مسلم ، کتاب صلاة المسافرین ، رقم : ۱۸۱۲ .

❷ صحیح مسلم ، کتاب الصلاة ، رقم : ۱۰۸٤ . ❸ صحیح مسلم ، کتاب الصلاة ، رقم : ۱۰۹۰ .

چاہتا ہوں (کہ تو کہیں ناراض نہ ہو جائے) میں پوری طرح تیری تعریف نہیں کر سکتا (تو اس حمد و ثنا کے لائق ہے) جیسے تو نے اپنی تعریف و ثناء خود فرمائی ہے۔‘‘

((سُبُّوْحٌ ، قُدُّوْسٌ ، رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ)) ❶

’’بہت پاکیزگی والا نہایت مقدس ہے۔ تمام فرشتوں اور جبریل (علیہم السلام) کا رب ہے۔‘‘

((سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ ، وَالْمَلَكُوْتِ ، وَالْكِبْرِيَاءِ ، وَالْعَظَمَةِ)) ❷

’’پاک ہے وہ اللہ، جو بہت بڑی طاقت اور بادشاہی والا ہے، وہ بڑائی اور عظمت والا ہے۔‘‘

((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ)) ❸ [تین بار]

’’سب سے بلند میرا رب پاک ہے اور اپنی حمد کے ساتھ (وہ سب سے بزرگ و برتر ہے)

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ .)) ❹

’’ اے اللہ! تو (ہر عیب اور نقص سے) پاک ہے، اور اپنی حمد و ثناء کے ساتھ (بہت زیادہ بزرگی اور شان والا ہے) صرف تو ہی معبودِ برحق ہے۔‘‘

((أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا أَسْرَرْتُ ، وَمَا أَعْلَنْتُ)) ❺

---

❶ صحیح مسلم ، کتاب الصلاۃ ، رقم : ۱۰۹۱.

❷ سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، رقم: ۸۷۳۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❸ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ ۸۷۰۔ سنن دار قطنی، رقم : ۱۳۰ ۔ مسند احمد: ۳۴۳/۵ ۔ سنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۶/۲۔ صفۃ صلاۃ النبی ﷺ، ۶۵۱/۲۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❹ صحیح مسلم ، کتاب الصلاۃ ، رقم : ۱۰۸۹۔ مسند ابو عوانہ: ۱۶۹/۲۔ سنن النسائی، رقم : ۱۱۳۱ ۔ یہ درج بالا کلمات طیبہ اور دعا، نبی کریم ﷺ نمازِ تہجد میں پڑھا کرتے تھے۔

❺ مصنف ابن أبی شیبه : ۱/۱۱۲/۶۲۔ سنن النسائي، رقم : ۱۱۲۔ مستدرك الحاكم: ۲۲۱/۱۔ حاکم نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔أصل صفة صلاة النبی صلی الله علیه وسلم : ۷۶٦/۲.

''اے اللہ! جو میں چھپ چھپ کر عمل کرتا رہا ہوں، اور جو میں نے سرِ عام گناہ کیے ہیں، اُنہیں تو بخش دے۔''

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُوْرًا ، وَّ فِي لِسَانِي نُوْرًا ، وَّاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُوْرًا ، وَّاجْعَلْ فِي بَصَرِي نُوْرًا ، وَّاجْعَلْ مِنْ تَحْتِي نُوْرًا ، وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُوْرًا ، وَّ عَنْ يَمِيْنِي نُوْرًا وَّعَنْ يَسَارِي نُوْرًا ، وَّاجْعَلْ أَمَامِي نُوْرًا ، وَّاجْعَلْ خَلْفِي نُوْرًا ، وَاجْعَلْ فِي نَفْسِي نُوْرًا ، وَّأَعْظِمْ لِي نُوْرًا .)) [1]

''اے اللہ! میرے دل میں (اپنی ذاتِ اقدس، اپنی صفاتِ عالیہ اور اپنی شریعت مطہرہ کا) نور پیدا فرما دے۔ (کہ جس سے میں حق کی پہچان کرسکوں) اور میری زبان میں (اپنی معرفت کا) نور پیدا فرما دے۔ (کہ جس سے میں حق بیان کرسکوں) اور میری سماعت کو (ایمان کے) نور سے منور فرما۔ میری بصارت کو بھی (حق کی پہچان کا) نور عطا فرما، میرے نیچے بھی نور کردے (کہ جس سے دشمن کی سازش کو جان سکوں) اور میرے اُوپر بھی نور کردے (کہ لوگ مجھے تیری شریعت پر عمل پیرا دیکھ کر ایمان لے آئیں) میرے دائیں اور بائیں نور کر دے۔ میرے سامنے (والے اندھیرے، مشکل راستوں کو منور کرنے کے لیے) بھی نور پیدا فرما دے، اور میرے پیچھے بھی نور پیدا فرما دے۔ میری ذات میں (قرآن وسنت کے علوم و معارف کا) نور پیدا فرمادے، اور میری (ہدایت کی) روشنی کو عظیم بنا دے۔''

کثرتِ سجود، جنت میں رفاقتِ رسول ﷺ کی ضمانت ہے:

کثرتِ سجود سے انسان جنت میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور رفاقت پا لے گا۔

[1] صحیح مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین ، رقم : ۱۷۹۴، ۱۷۹۹۔ مسند ابو عوانہ: ۳۱۲/۲۔ مصنف ابن أبي شیبه : ۱۲/ ۲۱۰۶، ۱/ ۱۱۲۔

چنانچہ سیّدنا ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ کے ہاں رات گزارا کرتا تھا رات میں نماز تہجد کے لیے پانی رکھتا اور اگر کوئی ضرورت پڑتی تو خدمت بجالاتا، ایک روز آپ نے مجھے ارشاد فرمایا: "سَلْنِیْ" "مجھ سے سوال کرلو۔" پس میں نے کہا: میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس کے علاوہ کچھ اور!" میں نے کہا: میری (پہلی اور آخری) خواہش یہی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ." "کثرت سجود کے ذریعے اپنے آپ کو اس قابل بناؤ کہ میری رفاقت تمھیں نصیب ہو جائے۔" [1]

کثرتِ سجود بلندئ درجات کا ذریعہ ہے:

معدان بن ابوطلحہ یعمری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میری ملاقات سیّدنا ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی، تو میں نے پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے گا جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ راوی کہتے ہیں، یا کہا: کہ ایسا عمل بتلایئے گا جو اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہو۔ تو وہ خاموش رہے، پھر میں نے دوسری دفعہ یہی پوچھا تو وہ خاموش ہی رہے، پھر تیسری مرتبہ پوچھا تو وہ بولے: میں نے یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ لِلّٰهِ فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةً.))

"تجھ پر لازم ہے کہ تو اللہ کو راضی کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ سجدے کرے، پس جب تو اللہ کے لیے ایک سجدہ کرے گا تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تیرا ایک درجہ بلند کردے گا، اور ایک خطا معاف کردے گا۔"

معدان فرماتے ہیں: پھر میں سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملا تو ان سے بھی یہی سوال کیا، تو انھوں نے مجھے ویسا ہی جواب دیا جیسا کہ سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، رقم: ٢٢٦/٤٨٩ ـ سنن أبو داؤد، كتاب أوّل كتاب الصلاة، رقم: ١٣٢٠.
[2] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، رقم: ٢٢٥/٤٨٨.

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نماز دل کو خوش رکھنے، قوت پہنچانے، اسے فراخ کرنے اور لذت و سرور پہنچانے میں بہت عظیم الشان ہے۔ اس میں قلب و روح کا اللہ رب العالمین کے ساتھ وصال ہوتا ہے، اللہ کے ذکر سے فائدہ ملتا ہے، اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے، اس سے مناجات کے ساتھ لذت ملتی ہے۔ اللہ کے سامنے کھڑے ہونا اس کی عبادت میں سارے جسم کے تمام اعضاء کا استعمال اور ہر جسمانی عضو کو اس استعمال میں ایک حصہ ملنا نصیب ہوتا ہے، مخلوق سے تعلق اور میل ملاقات سے فراغت ملتی ہے، اس سے آدمی کے دل ودماغ اور بدنی جوارح اپنے پیدا کرنے والے، خالق و مالک، رب کریم کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں، نماز کی حالت میں آدمی کو اپنے دشمن سے راحت ملتی ہے، بڑی بڑی پُر تاثیر دوائیاں اور خوش ذائقہ کھانے جس طرح صرف صحت مند دلوں کو ہی نفع پہنچاتے ہیں، اسی طرح سے نماز کے فوائد بھی اسے ہی حاصل ہوتے ہیں جس کا دل صحت مند ہو، بیمار دل تو بیمار جسموں کی طرح ہوتے ہیں کہ جنھیں بڑی خوش ذائقہ اور طاقت ور غذائیں بھی کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔''

نماز گناہوں سے پاک صاف ہونے کا ذریعہ ہے:

نماز گناہوں سے پاک و صاف ہونے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُولُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ؟ قَالُوا: لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا قَالَ:

فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا .)) ❶

''اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو، اور وہ روزانہ اس میں پانچ پانچ دفعہ نہائے تو تمہارا کیا گمان ہے۔ کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی رہ سکتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی حال پانچوں وقت کی نمازوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ موسم سرما میں (ایک دن) باہر نکلے، جب کہ درختوں کے پتے گر رہے تھے، پس آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں تو پتے گرنے لگے، (راوی) کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کہا: اے ابوذر! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّيْ الصَّلَاةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ، فَتَهَافَتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهُ كَمَا يَتَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ...... .)) ❷

''یقیناً مسلمان بندہ نماز پڑھتا ہے، اور اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔''

سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ فِي ذَنْبِهِ .)) ❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوات، رقم: ۵۲۸۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۱۵۲۲.

❷ حلية الأولياء: ٦/٩٩۔ ١٠٠۔ مسند أحمد: ١٧٩/٥، رقم: ٢١٠٥٦۔ شیخ شعیب الأرناوط نے اسے ''حسن لغیرہ'' کہا ہے۔

❸ صحيح بخاری، كتاب الوضوء، رقم: ١٥٩، ١٦٠، ١٦٤.

''جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے، تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔''

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰي لِلذّٰكِرِيْنَ ١١٤؁﴾ (ھود: ۱۱۴)

''اور آپ دن کے دونوں طرف اور رات گئے نماز قائم کیجیے، بے شک اچھائیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں، یہ اللہ کو یاد کرنے والوں کو نصیحت کی جارہی ہے۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے شانِ نزول میں امام بخاری و مسلم رحمہم اللہ وغیرہ نے سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں شہر کے مضافات میں ایک عورت کا علاج کر رہا تھا، تو اسے بغیر دخول کے مجھ سے گناہ کا ارتکاب ہوگیا یعنی میں نے اس کا بوسہ لے لیا، آپ میرے بارے میں اپنا حکم صادر فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی، جب وہ آدمی جانے لگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلالیا اور (یہی) آیت تلاوت فرمائی، یعنی اس گناہ کے بعد تم نے جو نیک عمل کیا ہے، اس نے اس گناہ کو مٹا دیا ہے۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہے؟ تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً .)) [1]

''یہ (حکم) تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔''

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اس آیت میں ''برائیوں'' سے ''صغیرہ گناہ'' مراد ہیں۔''

(إرشاد الساری للقسطلانی)

لیکن یہ بات یاد رہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں، حالت سجدہ میں صدق دل سے یہ دعا پڑھتا ہے:

[1] صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، رقم: ۵۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب التوبہ، رقم: ۷۰۰۴.

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِی، کُلَّهٗ، دِقَّهٗ، وَجِلَّهٗ، وَأَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ، وَعَلَانِیَتَهٗ وَسِرَّهٗ.)) [1]

''اے اللہ! میرے چھوٹے اور بڑے، پہلے اور پچھلے، ظاہری اور پوشیدہ تمام گناہ معاف کردے۔''

تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کردے گا۔ ان شاء اللہ۔ نماز تو بڑی دور کی بات ہے، ابھی نماز پڑھنے والے نے صرف طہارت حاصل کی ہے، وضو کیا ہے کہ اُس کے سارے گناہ ختم ہوگئے، اور نماز کے لیے چلنا، اور پھر نماز ادا کرنا اس کے لیے بلندی درجات کا باعث بن گیا۔ سیّدنا عبداللہ الصناعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ کُلُّ خَطِیْئَةٍ نَظَرَ إِلَیْهَا بِعَیْنِهٖ مَعَ الْمَآءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ أَوْ نَحْوَ هٰذَا، فَإِذَا غَسَلَ یَدَیْهِ خَرَجَ مِنْ یَدَیْهِ کُلُّ خَطِیْئَةٍ کَانَ بَطَشَتْهَا یَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَیْهِ خَرَجَتْ کُلُّ خَطِیْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَآءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیًّا مِنَّ الذُّنُوْبِ.)) [2]

''جب کوئی مسلم یا مؤمن بندہ وضو کرتے ہوئے اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں، جو اس نے آنکھوں سے دیکھ کر کئے ہوتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ہاتھوں کے گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں، جو اُس نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۰۸٤.

[2] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، رقم: ۲٤٤/۳۲۔ سنن ترمذی، ابواب الطهارة، رقم: ۲۰۔ مسند أحمد: ۳۰۳/۲۔ سنن دارمی، رقم: ۷۲٤۔ مؤطا مالك، رقم: ۷۵.

کئے ہوتے ہیں، حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔''

اور جب نمازی نماز میں کھڑا ہو جاتا ہے، اور امام "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کہتا ہے تو ''آمین'' کہے، اور اس کا ''آمین'' کہنا فرشتوں کی ''آمین'' سے مل جائے، تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ [1]

''اور جب وہ رکوع سے اُٹھ کھڑے ہونے کے بعد "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" پڑھتا ہے، اور اس کا یہ کہنا فرشتوں کے ساتھ مل جائے تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' [2]

الغرض نماز کے اور بھی بہت سے ملحقات و متعلقات گناہوں سے پاک صاف کرتے ہیں۔ مثلاً "المشي إلی المساجد" اور "انتظار الصلاة بعد الصلاة" وغیرہ۔

شیطان کے انسان کے اپنے پروردگار سے تعلق کو توڑنے کے لیے مختلف حربے:

شیطان انسان کو اللہ کی یاد اور نماز سے غافل رکھنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے، کبھی تو مختلف لغویات میں مشغول رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ ﴾ (المائدہ: ۹۱)

''بے شک شیطان شراب اور جوا کی راہ سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے، اور تمھیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دینا چاہتا ہے، تو کیا تم لوگ (اب) باز آجاؤ گے۔''

شیطان نماز کے اندر بھی انسان کے تعلق کو اپنے پروردگار سے توڑنے کے لیے مختلف قسم

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم: ۹۲۰۔ صحیح بخاری، کتاب الأذان، رقم: ۷۸۲.

[2] صحیح بخاری، کتاب الأذان، رقم: ۷۹۶.

کے وسوسے پیدا کر کے اپنا زور بار بار لگاتا رہتا ہے، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق شیطان نے انسان کی نماز میں خلل ڈالنے کے لیے ایک شیطان ''خنزب'' نامی مقرر کر رکھا ہے جو نماز میں مختلف وسوسے پیدا کر کے نمازی کے خشوع وخضوع کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے، پس اس کے شر سے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور وسوسوں کو پرے جھٹک دینا چاہیے۔

نماز پڑھنے کے مزید فوائد:

اس کے علاوہ مناسب یہ ہے کہ انسان نماز کو سنت کے مطابق خشوع وخضوع اور اہتمام کے ساتھ پڑھنے کا عادی ہو جائے تو شیطانی قوت کمزور پڑ جائے گی۔ نماز کی ہیئت اس کی ترکیب اور اس کا کلام ایسا ہے جو انسان کے دل پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے اور اس کو معتدل اور مطمئن زندگی گزارنے میں معاون و مددگار ہوتا ہے۔ بصورتِ دیگر نماز اپنا اثر نہیں دکھاتی بالکل اسی طرح جس طرح کوئی آدمی دوا کو ڈاکٹر کی ہدایت کو نظر انداز کر کے استعمال کرے تو دوا اپنا اثر نہیں دکھاتی بلکہ بعض اوقات اس کا اثر برعکس ہوتا ہے۔ پھر نمازی آدمی خواہ کیسا ہی ہو کم از کم دورانِ نماز تو عمل برائی اور بے حیائی سے بچا ہی رہتا ہے۔

نماز پڑھنے کے اور بھی بے شمار دنیاوی فائدے ہیں۔ مثلاً نمازی آدمی ہر وقت پاک صاف رہتا ہے۔ لہٰذا کسی قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ لوگ جو کسی دنیاوی کام میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ اپنے آرام اور جسم کی تکلیف اور تھکاوٹ کو نظر انداز کر کے کام میں مشغول رہتے ہیں اگر نماز پڑھتے ہیں تو نماز کے لیے کام چھوڑنے کی وجہ سے ان کے جسم کو نئے سرے سے تازگی، فرصت اور سکون میسر آتا ہے۔ نماز ایک بہترین روحانی ورزش کے ساتھ جسمانی ورزش بھی ہے۔

نماز انسان کے اندر غرور اور تکبر کو ختم کر کے عاجزی و انکساری جیسے اعلیٰ اوصاف پیدا کرتی ہے۔ جب امیر اور فقیر، اعلیٰ اور ادنیٰ ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں تو انسانوں میں عدم مساوات کا احساس مٹتا چلا جاتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز

الغرض نماز کے اس قدر جسمانی و روحانی فوائد ہیں کہ احاطہ تحریر میں نہیں آ سکتے لہٰذا مندرجہ بالا چند فوائد پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

اسلامی حکومت کا امتیاز:

صاحب اقتدار لوگوں کا یہ فریضۂ منصبی ہے کہ وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱﴾

(الحج : ٤١)

”جنھیں ہم جب سرزمین کا حاکم بناتے ہیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں، اور برائی سے روکتے ہیں اور تمام امور کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔“

8۔ زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بنانے کا ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ہے۔ وہ مال بارگاہِ رب العزت میں درجہ قبولیت پر پہنچتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضائے الٰہی کے لیے خرچ کیا جائے۔ اور وہ مال جو راہِ للہ فی اللہ کسی غمگین دل کو خوش کرنے کے لیے خرچ کیا جائے، اس سے نورِ ایمان بڑھ جاتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب اور پسندیدہ بن جاتا ہے۔

زکوٰۃ اور صدقہ دینے کا حکم:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ ﴾ (البينة : ٥)

''اور اُنھیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے عبادت کو خالص کر کے، یکسو ہو کر، اور وہ نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ دیں، اور یہی نہایت درست دین ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝ ﴾ (ابراهيم : ٣١)

''آپ میرے ان بندوں سے کہیے جو اہل ایمان ہیں کہ وہ نماز قائم کریں اور ہم نے انھیں جو روزی دی ہے اس میں پوشیدہ طور پر اور دکھا کر اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کریں جس دن نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی کام آئے گی۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے بڑے ہی حکیمانہ انداز میں نماز اور انفاق کا حکم دیا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لوگو! اپنے مال سے علی الاعلان بھی فائدہ پہنچاؤ اور خفیہ طور پر بھی تاکہ کسی مجبور انسان کی عزت نفس پامال نہ ہو اور وہ معاشرے میں لوگوں کی نظروں سے نہ گرے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ:

﴿ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ (البقره : ٢٧١)

''اگر تم صدقات و خیرات کو ظاہر کرتے ہو تو اچھی ہی بات ہے، اور اگر محتاجوں کو دیتے وقت اُسے چھپاتے ہو، تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اور اللہ تمھارے

گناہوں کو مٹا دے گا، اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔''

''صدقہ کو چھپانا افضل ہے تاکہ ریاکاری کا شبہ نہ رہے۔ لیکن اگر ظاہر کرنے میں کوئی دینی مصلحت ہو، جیسے نیت یہ ہو کہ کارِ خیر میں دوسرے لوگ اس کی اقتدا کریں تو ظاہر کرنا ہی افضل ہوگا۔ اسی لیے جمہور مفسرین کی رائے ہے کہ چھپانے کی افضلیت نفلی صدقہ کے ساتھ خاص ہے۔ فرض صدقات وزکوٰۃ میں ظاہر کرنا ہی افضل ہے۔''

(تیسیر الرحمن: ۱/ ۱۵۵۔۱۵۶)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت والے دن سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا، جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا، صرف اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ ہوگا، (اُن میں سے ایک) وہ آدمی جو کہ چھپا کر صدقہ کرے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے......'' [1]

صدقہ وخیرات کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے:

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محسن انسانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ ، الْغَنِيَّ ، الْخَفِيَّ .)) [2]

''بے شک اللہ تعالیٰ متقی، مال دار جو پوشیدہ مال خرچ کرتا ہے ایسے بندے سے محبت کرتا ہے۔''

رضائے الٰہی کی خاطر خرچ کرنے سے برکت:

جو لوگ اللہ کی رضا کے لیے صدقِ دل سے خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال بلند اور اونچی جگہ پائے جانے والے اس باغ کی ہے، جو ہوا اور آفتاب کی گرمی سے مستفید ہوتا

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، رقم: ۱۰۳۱.

[2] صحیح مسلم، کتاب الزھد، رقم: ۲۹۶۵.

ہے، اور وہاں پانی بھی خوب پایا جاتا ہے، اس لیے پیداوار دوگنی ہوتی ہے، اور اگر پانی اسے سیراب نہیں کرپاتا، تو شبنم ہی اتنی زیادہ گرتی ہے، اور اس باغ کی مٹی اتنی اچھی ہوتی ہے کہ وہی شبنم اس باغ کے درختوں کے بڑھنے اور لہلہانے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾﴾

(البقرہ: ۲٦۵)

''اور جو لوگ اپنا مال اللہ کی رضا کے لیے اور اپنے آپ کو دین حق پر ثابت رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، اُن کی مثال اُس باغ کی ہے جو کسی اُونچی جگہ پر ہو، جس پر زور کی بارش ہوئی تو اس نے دوگنا پھل دیا، اور اگر بارش نہ ہوئی تو شبنم (ہی کافی ہوگی)، اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔''

ایک کے بدلے سات سوگنا کا اضافہ:

جو مال رضائے الٰہی کی خاطر خرچ کیا جائے اس پر سات سوگنا تک اجر وثواب اور مال میں اضافہ کردیا جاتا ہے۔ اور اگر اللہ اپنے جود وکرم کے مطابق عطا کرے تو چاہے تو بغیر حساب عطا کردے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾﴾ (البقرہ: ۲٦۱)

''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اُن کی مثال اُس دانے کی ہے، جس نے سات خوشے اُگائے، ہر خوشہ میں سو دانے تھے، اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اور بڑھا دیتا ہے، اور اللہ بڑی کشائش والا اور علم والا ہے۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ .)) ❶

"ابن آدم کے نیک کام کو اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے۔ ایک نیکی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھتی ہے۔"

سیّدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: "ایک آدمی ایک نکیل والی اونٹنی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اسے میں اللہ کی راہ میں دے رہا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بدلے تمھیں قیامت کے دن اللہ سات سو اونٹنیاں دے گا۔" ❷

فرشتوں کی دعا:

اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر خرچ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا اتنا قریبی ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ اس خرچ کرنے والے کے مال میں اضافہ فرمادے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ ، فَيَقُولُ: أَحَدُهُمَا ، اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا ، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا .)) ❸

"سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر دن، جس میں بندے صبح کرتے ہیں، دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! روک کر رکھنے والے (کے مال) کو ضائع فرمادے۔"

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الصیام، رقم: ١١٥١/١٦٤.

❷ صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، رقم: ١٨٩٢/١٣٢ ۔ مسند أحمد: ١٢١/٤.

❸ صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، رقم: ١٤٤٢ ۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، رقم: ١٠١٠.

بلندیٔ درجات:

اللہ کے نام پر خرچ کرنے کی وجہ سے بندہ بلندیٔ درجات حاصل کرلیتا ہے جس طرح کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بلند درجات حاصل کیے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠﴾﴾ (الحدید: ۱۰)

''اور تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، حالانکہ آسمانوں اور زمین کی خیرات صرف اللہ کے لیے ہے۔ تم میں سے کوئی اس کے برابر نہیں ہوسکتا جس نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ لوگ درجہ میں اُن سے زیادہ اونچے ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا، اور اللہ نے ہر ایک سے جنت کا وعدہ کیا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس کی پوری خبر رکھتا ہے۔''

''مفسرین لکھتے ہیں کہ چونکہ اس سورت کا مرکزی مضمون، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دلانا ہے، اسی لیے کئی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف اسالیب میں انفاق فی سبیل اللہ، اس اہمیت، اور اس کا اجر عظیم بیان فرمایا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی زجر و توبیخ کی ہے جو محتاجی کے ڈر سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ یہ مال اس نے دیا ہے جو آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک ہے، اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اور اسی نے سورۂ سبا آیت (۳۹) میں فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ ''تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے، اللہ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا، اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔'' اس لیے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کترانا، قوتِ ایمان کے منافی ہے۔'' (تیسیر الرحمن، ص: ۱۵۳۷)

صدقہ کرنے والے کے لیے جنت کا خاص دروازہ:

جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اہل صدقہ کے لیے خاص ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ...... وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ .)) [1]

''جو شخص اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے گا، اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اللہ کے بندے! یہ (دروازہ) بہتر ہے...... اور جو صدقہ کرنے والوں میں سے ہوگا اسے ''باب الصدقۃ'' سے پکارا جائے گا۔''

بھوکے پر کھانا صدقہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کا مسکرا دینا:

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے اس بندے پر بڑی خوشی کا اظہار فرمایا کہ جس نے مہمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمانی کی خاطر اپنے بچوں کو بھی بھوکا سلا دیا اور خود بھی اور اس کی زوجہ محترمہ بھی فاقے سے رہے جبکہ مہمان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو اس نے کہا میں محتاج ہوں۔ پس آپ نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کے پاس پیغام بھیجا تو انھوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میرے پاس تو صرف پانی ہے۔ پھر دوسری بیوی کے پاس پیغام بھیجا تو انھوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا حتیٰ کہ ان سب نے یہی جواب دیا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میرے پاس تو صرف پانی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص رات کو اس کی مہمانی کرے گا اللہ اس پر رحم فرمائے گا۔'' تو انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا تو اس نے کہا، اللہ کے رسول! میں، پس وہ اس شخص کو اپنے گھر لے گیا، اپنی بیوی سے پوچھا۔ کیا تمھارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا، نہیں، میرے پاس

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الصوم، رقم: ١٨٩٧ـ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، رقم: ١٠٢٧/٨٥.

تو صرف اپنے بچوں کا کھانا ہے۔ اس نے کہا، بچوں کو کسی چیز کے ساتھ بہلاؤ اور جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ گل کر دینا۔ میں اس کو ایسے محسوس کراؤں گا جیسے ہم بھی اس کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ جب وہ کھانا کھانے لگے تو چراغ بجھا دیا۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، وہ (ایسے ہی) بیٹھے رہے اور مہمان نے کھانا کھالیا۔ پس جب وہ انصاری صحابی صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم دونوں (میاں بیوی) کے اس سلوک سے، جو تم نے رات کو مہمان کے ساتھ کیا، مسکرا دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر: ۹) ''اور وہ اپنے اوپر انھیں ترجیح دیتے ہیں خواہ خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو۔'' [1]

نوٹ...... یہ خوش نصیب شخص سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

صدقہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا عجب انداز:

اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھا دیتا ہے، اور صدقہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ جبکہ سود کے مال سے برکت چھین لیتا ہے اور ان گناہ گار لوگوں سے دوستی نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿٢٧٦﴾﴾ (البقرہ: ۲۷۶)

''اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ کسی ناشکرے اور گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا۔''

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی صدقہ کرے، اسے اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ لیتا ہے، پھر اسے پال کر بڑا کرتا ہے جس طرح تم لوگ اپنے بچھڑوں کو پالتے ہو اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے۔ اور پاک چیز کے سوا وہ

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۷۹۸ و کتاب التفسیر، رقم: ۴۸۸۹۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، رقم: ۲۰۵۴.

ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا۔ ❶

9۔ روزے رکھنا

دین اسلام قبول کرنے کے بعد جو ظاہری ٹریننگ نماز کے ذریعے تعلق باللہ قائم کرنے سے حاصل ہوتی ہے اس میں مزید نکھار اور روحانی ٹریننگ روزوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ چنانچہ روزہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے رکھا جاتا ہے، وہ انسان کے لیے تزکیہ نفس میں اہم کردار ادا کرتا ہے، کیونکہ حالت روزہ میں ایک انسان جب کھانے پینے اور دیگر ہر قسم کی جائز و ناجائز خواہشات سے اپنے آپ کو محض اس لیے روکے رکھتا ہے، اسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے!

پس اس کا ایمان تکمیل وترقی کی منازل تیزی سے طے کرتا ہے۔ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی اطاعت شعاری اور بندگی کا مزید جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ انسان روزے کے جتنے زیادہ تقاضے پورے کرتا ہے اتنا زیادہ ہی وہ روحانی فوائد اور فیوض و برکات حاصل کرنے کا اہل بنتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ حدیث قدسی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامُ فَإِنَّهُ لِي ، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ لِصَوْمِهِ .)) ❷

”ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے کہ وہ صرف میرے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، رقم: ١٤١٠ـ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، رقم: ١٠١٤.

❷ صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ١٩٠٤ـ صحیح مسلم، کتاب الصیام، رقم: ١١٥١.

لیے ہے، اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، اور روزہ ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی روزے دار ہو تو وہ بے حیائی کی باتیں کرے نہ شور وغل کرے، اگر کوئی اسے گالی بکے یا اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو یہ کہہ دے: میں تو روزے سے ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! روزے دار کے منہ کی بو (خالی معدہ کی وجہ سے مہک) اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزے دار کے لیے دو خوشی کے مواقع ہیں، جن میں وہ خوش ہوتا ہے۔ روزہ افطار کرتے وقت خوش ہوتا ہے، اور دوسرا جب اپنے رب سے ملے گا (اس کی جزا دیکھ کر) اپنے روزہ سے خوش ہوگا۔''

فائدہ عظیمہ:

بعض محدثین نے حدیث پاک میں موجود لفظ ''وَاَنَا اَجْزِیْ'' کو ''وَاَنَا اُجْزٰی'' پڑھا ہے۔ اس اعتبار سے ترجمہ یوں ہوگا کہ ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا صلہ ہوں'' سبحان اللہ! روزہ کتنی عظیم عبادت ہے کہ اس کا اجر اور صلہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی صورت مل رہا ہے۔

روزہ بے مثل عبادت ہے:

روزہ بے مثل عبادت ہے، سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے ایسے کام کا حکم دیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ پہنچائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا مِثْلَ لَهُ .))

''روزہ رکھ، اس جیسا کوئی عمل نہیں۔''

راوی بیان کرتا ہے کہ سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے گھر مہمان کی آمد کے ماسوا کبھی دھواں نظر نہ آتا۔ [1]

---

[1] سنن نسائی، کتاب الصیام، رقم: ۲۲۲۰، ۲۲۲۱، ۲۲۲۲، ۲۲۲۳۔ صحیح ابن خزیمہ، رقم: ۱۸۹۳۔ مستدرك حاكم: ۱/ ۴۲۱۔ صحیح ابن حبان (الإحسان): ۵/ ۱۸۰۔ مجمع الزوائد: ۳/ ۱۷۹۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۹۳۷.

روزہ ڈھال ہے:

روزہ انسان کے لیے ڈھال کا کام دیتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ کَجُنَّةِ اَحَدِکُمْ فِی الْقِتَالِ .)) [1]

''جیسے تم میدان جنگ میں (دشمن سے بچاؤ کے لیے) ڈھال استعمال کرتے ہو، ایسے ہی روزہ دوزخ سے (بچاؤ کے لیے) ڈھال ہے۔''

روزہ گناہوں کا کفارہ ہے:

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا: تم میں سے نبی کریم ﷺ سے فتنہ کے بارے میں مروی حدیث کس کو یاد ہے؟ سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِی أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُکَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ...... .)) [2]

''آدمی کا فتنہ گھر، مال اور پڑوسی کے بارے میں ہے۔ نماز، روزہ اور صدقہ اس کا کفارہ ہے......''

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو آدمی رمضان کے روزے رکھے، اس کے حقوق کو پہچانے اور رمضان کا مکمل احترام کرے اور خیال رکھے، وہ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' [3]

روزہ داروں کے لیے جنت کا دروازہ ''ریان'' خاص ہے:

سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا:

((فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِیَةُ أَبْوَابٍ فِیهَا بَابٌ یُسَمَّی الرَّیَّانُ لَا یَدْخُلُهُ إِلَّا

---

[1] صحیح ابن خزیمه: ۳/۱۹۳۔ ابن خزیمہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۹۵.

[3] مسند أحمد: ۳/۵۵۔ صحیح ابن حبان (الإحسان): ۵/۸۳۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

الصَّائِمُونَ .))❶

”جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ”باب الریان“ ہے اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔“

اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ:

”جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ پیئے گا، اور جس نے پی لیا، اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔“❷

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحمتِ خاصہ:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے گا اُسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ بہتر ہے۔ پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا اسے ”باب الصلوٰۃ“ سے پکارا جائے گا۔ اور جو جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا، اس کو ”باب الجہاد“ سے پکارا جائے گا، جو روزے رکھنے والا ہوگا اُسے ”باب الریان“ سے پکارا جائے گا، اور جو صدقہ کرنے والوں میں سے ہوگا اس کو ”باب الصدقۃ“ سے پکارا جائے گا۔“ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میرے باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں، اُن دروازوں میں سے کسی ایک سے بھی پکارا جانے والا نقصان و خسارہ میں نہیں (کیونکہ اصل مقصد تو جنت میں داخل ہونا ہے) لیکن کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تو بھی انہی میں سے ہوگا۔“❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم: ۳۲۵۷.

❷ سنن نسائی، کتاب الصیام، رقم: ۲۲۳۶۔ التعلیق الرغیب: ۲/ ۵۹۔ ۶۰۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۹۷۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم: ۱۰۲۷/۸۵.

رمضان المبارک میں نماز تراویح کی اہمیت وفضیلت:

حدیث پاک میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ .)) [1]

''جس نے رمضان میں قیام کیا ایمان کی حالت میں اور ثواب کے حصول کے لیے تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کردیے گئے۔''

لیلۃ القدر کی فضیلت اور اس کو کب تلاش کیا جائے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤﴾

(القدر: ۱ تا ۵)

''بے شک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر یعنی باعزت اور خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات میں فرشتے اور جبریل روح الامین اپنے رب کے حکم سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ رات سلامتی والی ہوتی ہے طلوعِ فجر تک۔''

قرآن مجید لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہوا، پھر وہاں سے جستہ جستہ حسب ضرورت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتا رہا، اور تیئیس سال میں اس کے نزول کی تکمیل ہوگئی۔

قرآن مجید کی عظمت واہمیت کے پیش نظر اسے ایک نہایت ہی معظم ومکرم اور بابرکت رات میں نازل کیا گیا۔ اسی مضمون کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الدخان میں یوں بیان فرمایا:

[1] صحیح بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، رقم: ۲۰۰۹.

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝٣ ﴾ (الدخان : ٣)

''بے شک ہم نے قرآن کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے، بے شک ہم ڈرانے والے تھے۔''

اور یہ رات ماہِ رمضان المبارک میں تھی، جس کی تصریح اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں فرمادی ہے۔

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْءَانُ ﴾ (البقرہ : ١٨٥)

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔''

لیلۃ القدر ایسے ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں کوئی لیلۃ القدر نہ ہو، یعنی ایک لیلۃ القدر تیراسی سال اور چار ماہ سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں فرشتے اور جبریل علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے آسمان سے زمین پر اترتے ہیں درانحالیکہ ان کے پاس آنے والے سال سے متعلق رب العالمین کے تمام فیصلے اور احکام ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الدخان میں ارشاد فرمایا:

﴿ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝٤ أَمْرًا مِّنْ عِندِنَآ ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝٥ ﴾ (الدخان : ٤، ٥)

''اس رات میں ہر پُر حکمت کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے، ہمارے پاس سے ہوکر ہم ہیں رسول بنا کر بھیجنے والے۔''

لیلۃ القدر ماہ رمضان کی آخری دس راتوں میں آتی ہے۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں لیلۃ القدر (رمضان المبارک کے) آخری سات دنوں میں دکھائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِى الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِى السَّبْعِ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ .)) [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب فضل لیلة القدر، رقم: ٢١٠٥۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، رقم: ١١٦٥/٢٠٥.

''میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب (لیلۃ القدر کے بارے میں) آخری سات دنوں میں متفق وموافق ہوگئے ہیں۔ پس جو لیلۃ القدر کی تلاش وجستجو کرنا چاہتا ہو وہ اس کو آخری سات دنوں میں تلاش کرے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیلۃ القدر کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' [1]

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ان دس راتوں میں عبادت کا بڑا اہتمام کرتے تھے، اعتکاف کرتے تھے، اور عبادت کے لیے خود بھی جاگتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔

تنبیہ......: پس مسلمان کی زندگی میں اس رات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، اس لیے اسے پانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رمضان کی آخری دس راتوں میں عبادت کا خوب اہتمام کرنا چاہیے، اعتکاف کرنا چاہیے، اور اپنے بال بچوں کو بھی ان راتوں میں عبادت کے لیے جگانا چاہیے۔ تعلق باللہ کا یہ بڑا اعلیٰ طریقہ ہے۔ وباللہ التوفیق۔

خصوصاً لیلۃ القدر کے حوالے سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ .)) [2]

''جو شب قدر میں قیام ایمانداری اور نیک نیتی اور اخلاص سے کرے، تو اس کے اگلے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔''

شب قدر کی خصوصی دعا:

شب قدر میں عبادت وریاضت بجالانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

[1] صحيح بخاری، كتاب فضل ليلة القدر، رقم: ٢٠١٧.

[2] صحيح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ١٩٠١.

اگر میں لیلۃ القدر پالوں، تو اس رات اللہ تعالیٰ سے کیا دعا کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھو:

((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ ، فَاعْفُ عَنِّیْ .)) [1]

''اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے بھی معاف فرمادے۔''

روزے اور قرآن کا اہم تعلق:

رمضان اور قرآن مجید کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ مذکورہ بالا نصوص میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اسی ماہِ مبارک میں اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن مجید نازل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ مجید جبریل امین لے کر نازل ہوئے اور وہ رمضان کی ہر رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ یعنی ایک دوسرے سے سنتے اور سناتے تھے۔ جیسا کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے، جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ [2]

جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفیق اعلیٰ کی جانب سفر کیا، اس سال کے رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل علیہ السلام نے قرآن کا دو مرتبہ دور کیا۔ یعنی مکمل قرآن دو مرتبہ ایک دوسرے سے سنا اور سنایا۔ [3]

ائمہ محدثین رحمہم اللہ کا بھی رمضان میں قرآن سے تعلق بہت زیادہ بڑھ جاتا۔ امام مالک رحمہ اللہ رمضان کے شروع ہوتے ہی دیگر مصروفیات ترک کر کے قرآن مجید کی تلاوت کرتے، اور فرمایا کرتے تھے:

((ھٰذَا شَھْرُ الْقُرْآنِ ، لَا کَلَامَ فِیْهِ اِلَّا مَعَ الْقُرْآنَ .))

---

[1] مسند احمد: ۶/۱۷۱۔ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۵۱۳۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۳۸۵۰۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، رقم: ٦.

[3] دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، قبل حدیث رقم: ٤٩٩٧.

’’یہ قرآن کا مہینہ ہے، اس میں قرآن کے علاوہ دوسری کوئی بات چیت نہ ہوگی۔‘‘ (رمضان ماہِ غفران، ص:۱۴۶)

ابن ادریس رحمہ اللہ کو موت آئی تو ان کی بیٹی رونے لگی۔ آپ نے فرمایا: مت رو۔ اس گھر میں میں نے (اپنی زندگی میں) چار ہزار قرآن مجید ختم کیے ہیں۔ [1]

محمد بن المثنی فرماتے ہیں: ’’میں ایک رات ابن علیہ کے پاس ٹھہرا، تو انھوں نے رات میں ایک تہائی قرآن مجید کی تلاوت کی، اور میں نے انھیں کبھی ہنستے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔‘‘ [2]

تلاوت قرآن باعث برکت ہے:

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۹﴾ (ص: ۲۹)

’’یہ بابرکت کتاب جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقل مند اس سے نصیحت حاصل کریں۔‘‘

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

’’﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ﴾ ’’یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے۔‘‘ جو خیر کثیر اور علم بسیط کی حامل ہے، اس کے اندر ہر وہ حکم موجود ہے جس کے مکلفین محتاج ہیں اور اس کے اندر ہر مطلوب کے لیے قطعی دلائل موجود ہیں۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا ہے اس وقت سے لے کر اس کتاب سے زیادہ کوئی جلیل القدر کتاب نہیں آئی۔ ﴿لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ﴾ یعنی اس کتاب کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں، اس کے علم کا استنباط کریں، اور اس کے اسرار وحکم میں غور وفکر کریں۔ یہ آیت

[1] سير أعلام النبلاء: ۹/ ٤٤.

[2] السير: ۹/ ۱۱٦.

کریمہ قرآن کریم میں تدبر کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم میں تدبر اور غور وفکر کرنا سب سے افضل عمل ہے۔ نیز اس کی دلیل ہے کہ قرأت جو تدبر و تفکر پر مشتمل ہو اس تلاوت سے کہیں افضل ہے جو بہت تیزی سے کی جارہی ہو، مگر اس سے متذکرہ بالا مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو۔ ﴿وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ ''تاکہ عقل صحیح کے حاملین اس میں غور وفکر کرکے ہر علم اور ہر مطلوب حاصل کریں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر انسان کو اپنی عقل کے مطابق اس عظیم کتاب سے نصیحت حاصل ہوتی ہے۔'' (تفسیر السعدی)

تعلق باللہ کے لیے تدبر و تفکر فی القرآن:

تعلق باللہ کے لیے قرآن مجید میں غور وفکر کرنا بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾﴾

(الحشر : ۲۱)

''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو دیکھتا کہ وہ (پہاڑ) جھکنے والا اور پھٹنے والا ہو جاتا اللہ کے خوف سے۔ اور یہ مثالیں ہیں کہ جنھیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنے بندوں کے سامنے حرام اور حلال واضح کرتا ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں تفکر و تدبر کریں کیونکہ آیات الٰہی میں تفکر، بندے کے لیے علم کے خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے، اس کے سامنے خیر وشر کے راستوں کو واضح کر دیتا ہے۔ اور اس کو مکارم اخلاق اور محاسن عادات کی ترغیب دیتا ہے اور بُرے اخلاق سے روکتا

ہے۔ لہٰذا بندے کے لیے قرآن میں تفکر اور اس کے معنی میں تدبر سے بڑھ کر کوئی چیز فائدہ مند نہیں۔'' (تفسیر السعدی، ص، ٢٧٤٥)

قرآن مجید سے تمسک اجر عظیم کا باعث ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾﴾ (الاعراف: ١٧٠)

''اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں۔ ہم اصلاح کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔''

اہل تقویٰ قرآن مجید سے دین و دنیا کے ہر معاملہ میں روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں، مسلمانوں میں بڑے بڑے ربانی علماء اور ائمہ پیدا ہوتے ہیں جو قرآنِ کریم کی تعلیمات کی روشنی میں مومنوں کی دینی رہنمائی کرتے ہیں:

﴿وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾﴾ (الحاقة: ٤٨)

''اور بے شک قرآن اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔''

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''وہ اپنے دین و دنیا کے مصالح کے بارے میں اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ پس وہ اس کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان کو عقائد دینیہ، اخلاقِ حسنہ اور احکام شرعیہ کی یاد دہانی کراتا ہے۔ پس وہ علمائے ربانی، عباد، عارفین اور ائمہ مہدیین بن جاتے ہیں۔''

(تفسیر السعدی (اُردو)

اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾﴾ (الحاقة: ٤٩)

''اور ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس کو جھٹلاتے ہیں۔''

یعنی بعض لوگ دنیاوی فائدے کی خاطر اور خواہش نفس کی پیروی میں اس قرآن کی تکذیب کرتے ہیں، تو ہم انھیں ایسے ہی نہیں چھوڑ دیں گے بلکہ قرآنِ کریم سے اس اعراض کا انھیں ضرور بدلہ دیں گے۔

اور قیامت کے دن جب کفار دیکھیں گے کہ قرآنِ کریم پر ایمان لانے والے نوازے جا رہے ہیں، اور انھیں جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہے، تو ان کی حسرت انتہائی شدید ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَٰفِرِينَ ۝٥٠ ﴾ (الحاقة : ٥٠)

"اور بے شک یہ کافروں کے لیے (قیامت کے دن) باعث حسرت ہوگا۔"

فرمایا کہ قرآن کریم اللہ کی برحق کتاب ہے، اس میں ذرّہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے اے میرے نبی! آپ اپنے عظیم رب کی پاکی بیان کرنے کے لیے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" کا ورد کرتے رہیے:

﴿ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ۝٥١ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝٥٢ ﴾

(الحاقة : ۵۱ تا ۵۲)

"اور بے شک یہ یقینی طور پر برحق ہے۔ اس لیے اے میرے نبی! آپ اپنے عظمت والے رب کے نام کی تسبیح پڑھتے رہیے۔"

ایک اور جگہ اللہ کریم نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْءَانَ ﴾ (النساء : ۸۲)

"کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟"

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اس میں غور و تدبر کی تائید کی جا رہی ہے اور اس کی صداقت جانچنے کے لیے ایک معیار بھی بتلایا گیا ہے کہ اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہوتا (جیسا کہ کفار کا خیال ہے) تو اس کے مضامین

اور بیان کردہ واقعات میں تعارض و تناقص ہوتا۔ کیونکہ ایک تو یہ کوئی چھوٹی سی کتاب نہیں ہے ایک ضخیم اور مفصل کتاب ہے۔ جس کا ہر حصہ اعجاز و بلاغت میں ممتاز ہے حالانکہ انسان کی بنائی ہوئی بڑی تصنیف میں زبان کا معیار اور اس کی فصاحت و بلاغت قائم نہیں رہتی۔ دوسرے اس میں پچھلی قوموں کے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ جنھیں اللہ علام الغیوب کے سوا کوئی اور بیان نہیں کرسکتا۔ تیسرے ان حکایات وقصص میں نہ باہمی تعارض و تضاد ہے اور نہ ان کا چھوٹے سے چھوٹا کوئی جزئیہ قرآن کی کسی اصل سے ٹکراتا ہے حالانکہ انسان ایک گزشتہ واقعات بیان کرے تو تسلسل کی کڑیاں ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں اور ان کی تفصیلات میں تعارض و تضاد واقع ہوجاتا ہے۔ قرآن کریم کے ان تمام انسانی کوتاہیوں سے مبرا ہونے کے صاف معنی یہ ہیں کہ یقیناً کلام الٰہی ہے جو اس نے فرشتے کے ذریعے سے اپنے آخری پیغمبر سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔'' (تفسیر احسن البیان، دارالسلام)

تلاوت قرآن باعث شفاء و رحمت ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ مُبَارَكٌ فَٱتَّبِعُوهُ وَٱتَّقُوا۟ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾﴾

(الانعام: ۱۵۵)

''اور یہ ایک کتاب ہے، جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے، پس اس کی اتباع کرو اور ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾﴾ (یونس: ۵۷)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو

نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔''

قرآن کریم کو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت بنادیا۔ اس کے ذریعہ مومنوں کو روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی شفا ملتی ہے۔ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ضلالت وگمراہی، شکوک وشبہات، شیطانی وسوسوں اور تمام برے اخلاق و عادات سے نجات ملتی ہے، اور اسے پڑھ کر دم کرنے سے جسمانی امراض سے شفا ملتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے:

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

(الاسراء: ۸۲)

''اور ہم قرآن میں بعض ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو مومنوں کو شفا دینے والی اور ان کے لیے باعث رحمت ہوتی ہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ کی سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ثابت ہے کہ سورۃ الفاتحہ سات بار پڑھ کر دم کرنے سے سانپ کا زہر اُتر گیا، اور اس کے عوض صحابہ کو تیس یا کچھ بکریاں ملیں۔ [1]

''امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ''زاد المعاد'' میں ادویہ واغذیہ کے ضمن میں لکھا ہے کہ قرآن کے ذریعہ تمام قلبی اور بدنی بیماریوں سے مکمل شفا ملتی ہے، اور دنیا و آخرت کی بھی تمام بیماریوں سے شفا ملتی ہے، لیکن ہر آدمی اس سے مستفید ہونے اور اس کے ذریعہ شفا حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور یہ قرآن مومنوں کے لیے رحمت بھی ہے کہ وہ قرآن کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن: ۱/ ۸۲۲)

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، رقم: ۵۷۳، ۵۷۴۹.

تلاوتِ قرآنِ مجید کی وجہ سے حفاظت:

جو بندہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو شریروں کے شر سے محفوظ کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٤٥﴾ ﴾ (بنی اسرائیل: ٤٥)

"اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک مخفی پردہ ڈال دیتے ہیں۔"

سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ جب سورت ﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ﴾ (اللھب: ١) کی نازل ہوئی تو بھینگی ام جمیل بڑے جوش وخروش سے آئی، اس نے ہاتھ میں پتھر پکڑا ہوا تھا، اور کہہ رہی تھی: ((مُذَمَّمٌ أَبَيْنَا أَوْ أَتَيْنَا . اَلشَّكُّ مِنْ أَبِي مُوسٰى ۔ وَدِينُهُ قَلَيْنَا ، وَأَمْرُهُ عَصَيْنَا .)) "ہم نے (ان کا) انکار کیا ہے یا یہ کہا کہ مذمم ہمارے پاس آئے، یہ ابوموسیٰ کو شک ہے کہ اس نے کیا کہا، اس کے دین سے ہم بیزار اور متنفر ہیں اور اس کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جلوہ افروز تھے اور آپ کے پاس سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ آ رہی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ آپ کو دیکھ نہ لے، آپ نے فرمایا: ((إِنَّهَا لَنْ تَرَانِيْ)) "یقیناً یہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گی۔" اور آپ نے اس وقت قرآن پڑھ کر اپنے آپ کو اس کے شر سے محفوظ کر لیا کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٤٥﴾ ﴾ (بنی اسرائیل: ٤٥)

"اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک مخفی پردہ ڈال دیتے ہیں۔"

راوی کا بیان ہے کہ یہ عورت آئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہوگئی مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

نہ دیکھ سکی۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی: اے ابوبکر! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تیرے ساتھی نے میری مذمت کی ہے تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں اس گھر کے رب کی قسم! انہوں نے تیری مذمت نہیں کی۔ تو وہ یہ کہتی ہوئی واپس چلی گئی کہ قریش کو معلوم ہے کہ میں اس کے سردار کی بیٹی ہوں۔ [1]

نوٹ:...... سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کہنا کہ آپ نے تیری مذمت نہیں کی، اس لیے تھا کہ وہ مذمت قرآن مجید نے کی تھی۔

تلاوتِ قرآن مجید باعث محبت الٰہی ہے:

جب بندہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، اسے اپنا حرز بنالیتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَلْيَقْرَأْ فِي الْمُصْحَفِ .)) [2]

''جس کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا بن جائے تو وہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرے۔''

10۔ حج بیت اللہ کرنا

حج دین اسلام کا پانچواں اہم رکن ہے جو کہ صاحب حیثیت مسلمان پر زندگی میں ایک بار کرنا فرض ہے بشرطیکہ اسے کوئی شرعی عذر نہ ہو۔ حج ایک عظیم عبادت ہے جس میں باقی بھی ہر قسم کی عبادت آجاتی ہیں۔ مثلاً حج کرنے والے کو اپنا مال خرچ کرنا پڑتا ہے، وقت صرف کرنا پڑتا ہے، جسمانی مشقت بھی اچھی خاصی برداشت کرنی پڑتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ فرض اور نفلی عبادات میں بھی خود کو مصروف رکھنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ طرح طرح کے مسائل اور

---

[1] مسند أبو يعلى : ١/ ٥٣، ٥٤، رقم: ٥٣ـ مستدرك حاكم: ٢/ ٣٦١، رقم: ٣٣٧٦ـ صحيح السيرة النبوية ، باب أمر الله رسوله بابلاغ الرسالة...... ، ص: ١٣٧، ١٣٨ـ حاکم اور علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[2] سلسلة الصحيحة، رقم: ٢٣٤٧ـ صحيح الجامع الصغير، رقم: ٦٢٨٩.

آزمائشوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے جن سے انسان کا ایک لحاظ سے کڑا امتحان ہوتا ہے کہ اس نے جو نماز، زکوٰۃ اور روزے سے درس حاصل کیا ہے وہ اس کو اس مشکل وقت میں کیسے استعمال کرتا ہے اور ان سب موقعوں پر کیا رویہ اختیار کرتا ہے۔

انہی مشکلات اور مسائل کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ گنتی کے چند دن ہیں لہٰذا:

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ (البقرہ: ۱۹۶)

''اور حج وعمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔''

یعنی حج وعمرہ تقرب الی اللہ اور تعلق باللہ کا عظیم ذریعہ ہیں، ان عبادات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، جو بندہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے، تمام شرائط و اعمال کے ساتھ حج کرتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ .)) [1]

''جس نے حج کیا اور شہوانی خواہشات اور فسق و فجور سے بچا رہا، وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن پاک تھا جب اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔''

حج سے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ وفات کے وقت انھوں نے فرمایا: جب اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈال دی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا کہ آپ اپنا دایاں ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کرلوں، پس آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ آپ نے فرمایا: عمرو! کیا بات ہے؟'' میں نے کہا: میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''بتلاؤ تمہاری کیا شرط ہے؟'' میں نے کہا یہ کہ میرے گناہ بخش دیے جائیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تجھے

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۵۲۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۴۳۸/۱۳۵۰.

معلوم نہیں کہ اسلام، قبل از اسلام کے تمام گناہ ختم کر دیتا ہے اور ہجرت اپنے سے قبل کے تمام گناہ ختم کر دیتی ہے۔ اور اسی طرح حج بھی پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' (چنانچہ میں نے اسلام قبول کر لیا) اس کے بعد میرا یہ حال ہو گیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب اور میری نظر میں آپ سے زیادہ جلیل القدر کوئی نہ تھا۔ آپ کی عظمت وجلالت کا نقش اس طرح میرے دل میں تھا کہ میں نظر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اور اگر مجھ سے آپ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہا جائے تو میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ میں نے کبھی نظر بھر کے آپ کو دیکھا ہی نہیں۔ اگر میں اسی حال میں مر جاتا تو یقیناً امید تھی کہ میں اہل جنت میں سے ہوتا......'' [1]

عمرہ اور حج کا ثواب جنت ہے:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهٗ جَزَآءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ .)) [2]

''عمرہ دوسرے عمرہ تک کی (درمیانی مدت) کے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔''

حج کرنے والا اللہ کا مہمان ہوتا ہے:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَفْدُ اللّٰهِ ثَـلَاثَةٌ: الْغَازِي وَالْحَاجُّ ، وَالْمُعْتَمِرُ .)) [3]

''اللہ کے مہمان تین لوگ ہیں: نمازی، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا۔''

تلبیہ (لبيك اللهم لبيك) کہنے کی فضیلت:

سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم: ١٢١/١٩٢.

[2] صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم: ١٣٤٩/٤٣٧.

[3] سنن نسائی، كتاب مناسك الحج، رقم: ٢٦٢٥۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُلَبِّي إِلَّا لَبَّى مَنْ عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ مِنْ حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ مَدَرٍ حَتَّى تَنْقَطِعَ الْأَرْضُ مِنْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا .)) ❶

''جو مسلمان تلبیہ کہتا ہے، تو اس کے دائیں بائیں حجر، شجر اور در و دیوار ہر چیز اس کے ساتھ تلبیہ کہتی ہے۔''

راہِ حج یا دورانِ حج مرنے والے کی فضیلت:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک حاجی وقوفِ عرفہ کے درمیان اپنی سواری سے گر پڑا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا .)) ❷

''اسی کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو۔ اور دو کپڑوں (احرام کی دو چادریں) میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ، نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ وہ روزِ قیامت تلبیہ پکارتے ہوئے اُٹھے گا۔''

حجر اسود کے استلام کی فضیلت:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! اللہ اس (حجر اسود) کو روزِ قیامت اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا، اس کی زبان ہوگی جس سے وہ کلام کرے گا اور اس آدمی کے بارے میں گواہی دے گا جس نے صحیح معنی میں اس کا استلام کیا ہوگا۔'' ❸

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الحج، رقم: ۸۲۸۔ المشکاۃ، رقم: ۲۵۵۰۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۶۵۔

❸ سنن ترمذی، کتاب الحج، رقم: ۹۶۱۔ التعلیق علی ابن خزیمه، رقم: ۲۷۳۵۔ التعلیق الرغیب: ۱۲۲/۲۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

نوٹ......: استلام کا مطلب ہے: حجر اسود کو بوسہ دینا، یا ہاتھ یا کوئی اور چیز لگا کر اس کو چومنا اور اگر یہ بھی ناممکن ہے ہو تو پھر اس کی طرف ہاتھ کرنا۔ اگر ہاتھ سے استلام کیا جائے تو پھر ہاتھ کو نہیں چومنا چاہیے۔

دونوں رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کے استلام اور طواف کی فضیلت:

عبداللہ بن عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ صرف دونوں رکنوں (حجر اسود و رکن یمانی) ہی کا استلام کرتے ہیں تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ مَسْحَهُمَا يَحُطَّانِ الْخَطِيئَةَ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَنْ طَافَ سَبْعًا فَهُوَ كَعِدْلِ رَقَبَةٍ.)) ❶

"ان دونوں کا چھونا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا: جس نے بیت اللہ کے گرد سات چکر کاٹے یعنی طواف کیا تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔"

یوم عرفہ کو حجاج کی مغفرت اور اہل عرفات پر اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے فخر و مباہات کرنا:

عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ حجاج کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے، چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ، مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَآئِكَةَ فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هٰؤُلَآءِ.)) ❷

---

❶ سنن نسائی، کتاب مناسك الحج، رقم: ۲۹۱۹۔ التعلیق علی ابن خزیمه، رقم: ۲۷۷۹۔ التعلیق الرغیب: ۲/ ۱۲۰۔ ابن خزیمہ اور علامہ البانی نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۱۳۴۸/۴۳۶۔

’’کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ عزوجل عرفہ کے دن سے زیادہ اپنے بندوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہو۔ وہ ان کے قریب ہوتا ہے، پھر ان کی وجہ سے فرشتوں سے فخر ومباہات کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟‘‘

اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ عزوجل اہل عرفات کی وجہ سے فرشتوں سے فخر ومباہات کرتے ہوئے کہتا ہے: ’’میرے پراگندہ اور غبار آلود بندوں کو دیکھو۔‘‘ [1]

غور فرمائیں کہ حجاج کرام سے اللہ عزوجل کو کتنی محبت ہے کہ ان کی وجہ سے فرشتوں سے فخر ومباہات ہو رہا ہے۔ تعلق باللہ کی حد ہو گئی ہے۔

عرفہ کے دن کی دعا بھی بڑی فضیلت کی حامل ہے۔ چنانچہ طلحہ بن عبید اللہ بن کریز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَفْضَلُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَأَفْضَلُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِي لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ......)) [2]

’’سب سے افضل دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ اور سب سے افضل جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہا: ”لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ“ ہے۔‘‘

11۔ ذکر الٰہی

ذکر الٰہی تعلق باللہ کا بہترین زینہ ہے، اور بندے کے لیے دنیا و مافیہا کی تمام پریشانیوں میں سکون بے بہا کا ذریعہ ہے۔ جب بندہ بتوفیق اللہ عزوجل ذکر الٰہی سے اپنی زبان کو تر رکھنے کا عادی بن جاتا ہے تو اس کی روح کو ایسا سکون میسر آتا ہے کہ اُسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مزید برآں وہ سکون و راحت دنیا کی کسی دوسری چیز سے حاصل نہیں ہوتی۔

---

[1] مسند أحمد: ٣/٣٠٥۔ صحيح ابن خزيمه، رقم: ٢٨٣٩۔ صحيح ابن حبان، رقم: ٣٨٥٢۔ ابن حبان، ابن خزیمہ اور شیخ شعیب نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

[2] مؤطا مالك: ١/٢١٤، ٢١٥، ٤٢٢۔ صحيح سنن ترمذى للألبانى، رقم: ٣٥٨٥.

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ (الرعد: ۲۸)

''یعنی جو لوگ اہل ایمان ہوتے ہیں اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان حاصل ہوتا ہے، آگاہ رہیے کہ اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''جو نعمت ہدایت سے سرفراز ہوتے ہیں، کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لاتے ہیں، اللہ کی یاد سے ان کے دلوں کو سکون ملتا ہے، اور اس کے سوا کسی کو اپنا یار و مددگار نہیں سمجھتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سکونِ قلب حاصل کرنے کا ایک نسخہ کیمیا بتایا کہ زبان و قلب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے ہی انسان کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اس لیے اس کے دل کو صرف اس کی یاد سے ہی سکون مل سکتا ہے۔ تسبیح وتحمید اور تکبیر و توحید، ذکر الٰہی کے مسنون و معروف طریقے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ''ذکر'' کہا ہے، اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت، اسے سننا، اور اس میں غور وفکر کرنا ذکر الٰہی کے بہت ہی مفید طریقے ہیں۔''

اپنے رب کا ذکر کرو وہ تمھیں یاد رکھے گا:

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر خصوصی رحمت ہے کہ ادھر بندہ اسے پکارتا ہے، ادھر وہ بے پناہ قوتوں والی ذات مبارکہ اس عاجز و ناتواں بندے کا چرچا ڈال دیتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾

(البقرہ: ۱۵۲)

''پس تم لوگ مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری

نہ کرو۔"

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کہتا ہے:

"...... میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے دل میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں۔" [1]

اور امام مسلم نے سیّدنا ابوسعید خدری اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دی کہ آپ نے فرمایا:

"جب کوئی جماعت اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے انھیں گھیرے میں لے لیتے ہیں، رحمت انھیں ڈھانک لیتی ہے، ان پر سکون و اطمینان نازل ہوتا ہے اور اللہ انھیں اپنے پاس رہنے والوں کے درمیان یاد کرتا ہے۔" [2]

فائدہ ......: ذکر الٰہی صرف تسبیح وتہلیل اور تحمید وتکبیر میں منحصر نہیں ہے، بلکہ ہر وہ عمل جو قرآن وسنت کے مطابق ہو، اور جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو وہ ذکر الٰہی ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے والے تھے، ان کی گفتگو، ان کا امر و نہی، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، احکام و افعال اور وعدہ و وعید کے بارے میں اُن کی حدیثیں، اُن کا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا، اللہ تعالیٰ سے سوال و دعا، جنت کی رغبت دلانا، اور جہنم سے ڈرانا، اُن کی خاموشی، سب کچھ ذکر الٰہی تھا۔ وہ ہر وقت اور ہر حال میں، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اور سفر وحضر میں اللہ کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ انتہی

ذکر الٰہی کے وہ طریقے اور وہ حرکات وسکنات جو گمراہ صوفیا نے ایجاد کر لیے ہیں، جن کا ثبوت صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ کرام سے نہیں ملتا، بدترین بدعت ہیں۔ انھوں نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ۷٤۰۵.

[2] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۳۹/۲۷۰۰، ٤۰/۲۷۰۱.

سماع کے نام سے اپنی محفلوں میں رقص و موسیقی کو داخل کر دیا، اور مسلمانوں کو قرآن سننے اور سنانے سے روک دیا۔ ذیل میں دیے گئے قوالی کے اشعار پر غور فرمائیں:

چھڈ تسبی تے چھڈ دے مصلے نوں
مینوں جان دے توں یار دے محلے نوں
مینوں عشق دی نماز پڑھ لین دے
شرع دی گل فیر کر لییں

قارئین کرام غور فرمائیں کہ مذکورہ بالا اشعار میں پوری اس شریعت اسلامیہ کی توہین کی گئی ہے۔ اور ذکر الٰہی کا بہترین طریقہ نماز ہے، اس سے بھی منع کیا جا رہا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ﴿١٥﴾﴾

(الاعلی: ۱۴ تا ۱۵)

''یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگا جو (کفر و شرک سے) پاک ہوگیا۔ اور اپنے رب کا نام لیتا رہا، پھر اس نے نماز پڑھی۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندۂ مومن کو کامیابی و کامرانی کی بشارت دی ہے جو اپنے نفس کو شرک و معاصی سے پاک کرتا ہے، ہر وقت اور ہر گھڑی اپنے رب کو یاد کرتا رہتا ہے، اور عمل صالح کرتا رہتا ہے، اور بالخصوص نماز کی پابندی کرتا ہے جو ایمان کی کسوٹی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ﴿١٤﴾﴾ (طٰہٰ: ۱۴)

''اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کیجیے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب جمع ہوتے تھے تو ان کا ایک قرآن پڑھتا تھا، اور باقی لوگ سنتے تھے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے: ''ذَكِّرْنَا رَبَّنَا'' کہ ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ۔'' چنانچہ وہ قرآن پڑھتے اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سنتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے:

﴿إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ۝٥٨﴾

(مریم: ۵۸)

"جب ان کے سامنے اللہ کے قرآن کی تلاوت ہوتی ہے تو وہ سجدے میں روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔"

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (الزمر: ۲۳)

"اللہ نے سب سے اچھی حدیث نازل کی ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی آیتوں کی ہے۔ جس سے ان لوگوں کے جسم کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں، پھر ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ قرآن وسنت کے حدود میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا، رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھالنا، قرآن کریم کی تلاوت اور قرآنِ کریم کو سمجھنا اور سمجھانا، ذکر الٰہی کے صحیح طریقے ہیں۔

وہ تسبیحات جن کا ثبوت قرآن وسنت سے نہیں ملتا، مثلاً پالتی مار کر اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ جانا اور دعویٰ کرنا کہ اللہ کا تصور دل و دماغ میں بسایا جا رہا ہے۔ "حق ہو" کے نعرے لگانا، دل پر "لا إلـه إلا الله" کی ضربیں لگانا، حلقے بنا کر بیٹھ جانا اور سری یا جہری ذکر میں بزعم مشغول ہونا، یہ اور اس قسم کے افعال وحرکات کا، مشروع ذکر الٰہی سے کوئی تعلق نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر وہ کام جس کا ثبوت ہماری شریعت میں نہیں ملتا، وہ مردود ہے۔ چاہے وہ کوئی عقیدہ ہو، کوئی نظریہ ہو، کوئی قول وعمل ہو، اور چاہے ذکر کے خود

ساختہ طریقے ہوں، سبھی کچھ مردود ہے اگر قرآن وسنت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اگر کوئی شخص زندگی بھر مراقبہ میں بیٹھا رہ جائے اور زعم باطل میں مبتلا رہے کہ وہ اللہ کی یاد میں مشغول ہے، لیکن اس کے اس عمل کا ثبوت قرآن وسنت سے نہیں ملتا، تو اس کی ساری محنت بے کار ہے، بلکہ قیامت کے دن وبال جان بن کر اُس کے سامنے آئے گی۔

(تیسیر الرحمن: ۱/ ۸۴۔۸۵)

ذکر الٰہی میں کثرت سے مشغول رہنے والے سبقت لے گئے:

وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند درجہ پر فائز کر دیے جاتے ہیں جنھیں کثرت سے ذکر کرنے کی توفیق مل جائے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ایک راستہ میں چل رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک پہاڑ کے پاس سے ہوا، جس کو جُمد کہتے تھے۔ پس آپ نے ارشاد فرمایا: ''مفردون سبقت لے گئے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! مفردون کون؟ آپ نے فرمایا: ''اَلذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ، وَالذَّاكِرَاتُ'' ''اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے ذکر کرنے والی عورتیں۔'' [1]

اہل ذکر پر نزول سکینہ:

سکینہ پر کیف وسرور اور اطمینان والی حالت ہے جو رب العالمین کی طرف سے اللہ کا ذکر کرنے والوں کے قلوب وارواح پر اتاری جاتی ہے، یہ رب العالمین کی عظیم نعمت ہے اور تعلق باللہ کی بڑی قوی دلیل ہے کہ جس محفل ومجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اس پر نزولِ سکینہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَآئِكَةُ ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ ، وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهٗ .)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۴/ ۲۶۷۶.

[2] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۳۹/ ۲۷۰۰.

''جو قوم بھی اللہ عزوجل کے ذکر کے لیے بیٹھتی ہے اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ ان پر اطمینان وسکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا اپنے فرشتوں میں ذکر کرتا ہے۔''

اہل ذکر کے لیے اللہ تعالیٰ کی معیت:

ذکر کرنے والا جب تک ذکر کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معیت اسے حاصل ہوجاتی ہے۔ کریمہ بنت مزنیہ ؒ بیان کرتی ہیں کہ ہم کو اُمّ درداء رضی اللہ عنہا کے گھر میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے اپنے رب عزوجل سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((أَنَا مَعَ عَبْدِيْ مَا ذَكَرَنِيْ ، وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ .)) [1]

''میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں، جب تک وہ مجھے یاد کرتا رہے اور اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہیں۔''

تنہائی میں، بھیگی ہوئی آنکھوں سے اللہ کو یاد کرنے پر عرش عظیم کا سایہ......:

خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے آنسوؤں سے آنکھیں بھیگ جائیں تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے عرش عظیم کا سایہ مل جائے گا۔ جب کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ ...... وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ .)) [2]

''سات طرح کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا حکمران...... اور

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۵٤٠۔ الزهد لإبن المبارك، رقم: ۹۵٦۔ تهذيب الكمال: ۳۵/ ۲۹۲۔ خلق أفعال العباد للبخاري، رقم: ٤۳٦۔ شیخ شعیب نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

[2] صحيح بخاري، كتاب الأذان، رقم: ٦٦٠۔ صحيح مسلم، رقم: ۱۰۳۱.

وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا، اور اس کی آنکھوں سے (اللہ کے ڈر سے) آنسو رواں ہو گئے۔''

رب تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لیے سب سے پسندیدہ عمل ذکر الٰہی:

سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے مالک کے ہاں سب اعمال سے بہتر اور پسندیدہ ہے اور جو تمہارے درجوں میں سب سے زیادہ اضافہ کرنے والا، اور تمہارے لیے اللہ کی راہ میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں مارو، اور وہ تمہاری گردنیں ماریں؟'' صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کا ذکر۔'' اور سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی اللہ کے ذکر سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے۔''[1]

''رضیت باللہ ربا'' پڑھنے پر جنت واجب ہو جاتی ہے:

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے درج ذیل کلمات کہے، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، وہ کلمات یہ ہیں:

((رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا ، وَبِالْإِسْلَامِ دِیْنًا ، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا .))

''میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔''

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس پر تعجب کیا، اور عرض کیا، اللہ کے رسول! یہ بات میرے سامنے پھر دہرائیے۔ آپ نے اسے دوبارہ سے ان کے سامنے بیان فرمایا۔ پھر فرمایا: ''ایک اور نیکی ہے جس کے ذریعے سے بندے کے جنت میں سو درجے بلند کر دیے جاتے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے، جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔'' سیّدنا

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، رقم: ٣٧٩٠ ـ تخريج الكلم لاطيب، رقم: ١ ـ المشكاة، رقم: ٢٢٦٩ ـ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اللہ کے رسول! وہ کون سی نیکی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' [1]

سیّد الاستغفار پڑھنے پر جنت کا ملنا:

سیّدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ ''سیّد الاستغفار'' (تمام استغفار سے بڑھ کر) یہ ہے کہ کہو:

((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ ، وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ .))

''اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں، اور میں تیرے عہد اور وعدے پر (قائم) ہوں اپنی بساط کے مطابق، میں نے جو کچھ کیا، اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اپنے آپ پر تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں، اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں۔ پس تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حالت یقین میں جو شخص صبح کے وقت پڑھ لے اور شام تک فوت ہوجائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ اور جو شخص یقین کی حالت میں شام کے وقت یہ دعا پڑھے اور اسی رات فوت ہوجائے تو وہ شخص جنت میں جائے گا۔'' [2]

''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ......'' جنت کا خزانہ ہے:

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں

---

1. صحیح مسلم، کتاب الإمارة، رقم: ١١٦/١٨٨٤.
2. صحیح بخاری، کتاب الدعوات، رقم: ٦٣٠٦، ٦٣٢٣.

تھے، جب ہم کسی بلند جگہ پر چڑھتے تو تکبیر یعنی ''اللہ اکبر'' کہتے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگو! تم کسی بہرے یا غائب ''اِلٰہ'' کو نہیں پکار رہے، تم تو اس کو پکار رہے ہو جو بہت زیادہ سننے والا، بہت زیادہ دیکھنے والا ہے۔'' پھر نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں اس وقت اپنے دل میں ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ'' کہہ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا: ''عبداللہ بن قیس! کہو: ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ'' کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔'' یا آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایک ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟'' ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ'' (گناہ سے بچنا اور نیکی کرنا محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔'' [1]

اخلاص سے ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کا اقرار نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا مستحق ٹھہرتا ہے:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے حاصل ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا، کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی تھی، (سنو!) قیامت کے دن سب سے زیادہ میری شفاعت سے فیض یاب وہ شخص ہوگا جو سچے دل سے یا سچے جی سے ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کہے گا۔'' [2]

میزان پر بھاری اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اذکار:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دو کلمے ہیں جو رحمٰن کو بہت پیارے ہیں، زبان پر تو ہلکے ہیں، لیکن میزان میں بہت بھاری ہیں۔ اور وہ (دو کلمے) ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ'' ہیں۔'' [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الدعوات، رقم: ٦٣٨٤۔ [2] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ٩٩۔

[3] صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ٧٥٦٣۔

12۔ دعاء

دعاء بھی تعلق باللہ کا بڑا عظیم ذریعہ ہے۔ دعاء کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کا وسیلہ پکڑ کر بڑی بڑی پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ سیّدنا ابوعبد الرحمٰن عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، تم سے پہلی امتوں میں سے تین شخص ایک سفر پر نکلے، حتیٰ کہ (رات ہوگئی چنانچہ) رات گزارنے کے لیے وہ ایک غار میں داخل ہوگئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد پہاڑ سے ایک بڑا سا پتھر لڑھک کر نیچے آیا جس نے غار کے دھانے کو بند کردیا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے آپس میں کہا، کہ اس ابتلاء سے نجات کی یہی صورت ہے کہ تم اپنے اعمالِ صالحہ کے واسطے سے اللہ سے دعاء کرو۔ (چنانچہ انھوں نے اپنے اپنے عمل کے حوالے سے دعائیں کیں)۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا: یا اللہ! تو جانتا ہے، میرے ماں باپ تھے اور شام کو میں سب سے پہلے انھی کو دودھ پلاتا تھا، ان سے پہلے میں اہل وعیال کو اور خادم وغلام کو نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن درختوں کی تلاش میں دور نکل گیا اور جب واپس آیا تو والدین سو چکے تھے، میں نے شام کا دودھ دوہا اور ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ سوئے ہیں، میں نے ان کو جگانا بھی پسند نہ کیا اور ان سے پہلے اپنے اہل اور غلاموں کو دودھ پلانا بھی گوارا نہ کیا۔ میں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں پکڑے، ان کے سرہانے کھڑا رہا، ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، جب کہ بچے بھوک کے مارے میرے قدموں میں بلبلاتے رہے، حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور وہ بیدار ہوئے، میں نے انھیں ان کے شام کے حصے کا دودھ پلایا اور انھوں نے پیا۔ یا اللہ! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا، تو ہم اس چٹان کی وجہ سے جس مصیبت میں پھنس گئے ہیں، اس سے ہمیں نجات عطا فرمادے۔ پس (اس دعا کے نتیجے میں) وہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی، لیکن ابھی وہ اس سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ دوسرے شخص نے دعا کی، یا اللہ! میری چچا زاد بہن تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی، دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں، میں اس سے اتنی شدید محبت کرتا تھا

جتنی کہ زیادہ سے زیادہ محبت مردوں کو عورتوں سے ہو سکتی ہے۔ پس میں نے (ایک مرتبہ) اس سے نفسانی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئی اور اس نے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ ایک وقت آیا کہ قحط سالی نے اسے میرے پاس آنے پر مجبور کر دیا، میں نے اسے اس شرط پر ایک سو بیس دینار دیے کہ وہ میرے ساتھ خلوت اختیار کرے، چنانچہ وہ آمادہ ہو گئی۔ جب میں اس پر قادر ہو گیا (اور وہ میرے قابو میں آ گئی) دوسری روایت کے الفاظ ہیں۔ جب میں (اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا، تو اس نے کہا، اللہ سے ڈر! اور اس مہر (پردے) کو ناحق مت توڑ۔ (اس کے ان الفاظ نے، یا اللہ تیرا خوف مجھ پر طاری کر دیا) اور میں اس سے دور ہو گیا حالانکہ وہ تمام لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی اور میں نے سونے کے وہ دینار بھی چھوڑ دیے جو میں نے اسے دیے تھے۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لیے کیا تھا تو یہ نازل شدہ مصیبت ہم سے دور فرما دے! چنانچہ وہ چٹان کچھ اور سرک گئی، لیکن وہ اب بھی اس غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ تیسرے نے دعاء کی۔ یا اللہ! میں نے کچھ مزدوروں کو اجرت پر رکھا تھا، سب کو میں نے ان کی اجرت دے دی، صرف ایک مزدور اپنی مزدوری لیے بغیر چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو کاروبار میں لگا دیا، حتیٰ کہ اس سے بہت سا مال بن گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے میرے پاس آ کر کہا، اللہ کے بندے! مجھے میری اجرت ادا کر دے۔ میں نے کہا، یہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام جو تجھے نظر آ رہے ہیں، یہ سب تیری اجرت (کا ثمر) ہے۔ اس نے کہا، اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا، میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا۔ چنانچہ (میری وضاحت پر) وہ سارا مال لے گیا، اس میں سے اس نے کچھ نہ چھوڑا۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو یہ مصیبت، جس میں ہم (مبتلا) ہیں، ہم سے دور کر دے! پس وہ ساری چٹان سرک گئی اور غار کا منہ کھل گیا اور سب باہر نکل آئے۔'' [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الأنبیاء، رقم: ٣٤٦٥۔ صحیح مسلم، کتاب الرقاق، رقم: ٢٧٤٣.

دعاء کے ذریعے تقرب الی اللہ:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾﴾

(البقرہ: ۱۸۶)

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں، تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں۔ ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں۔ اس لیے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں، اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔''

پس معلوم ہوا کہ دعاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور دعاء ہی وہ عبادت ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر یقین اور اس کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي إِنْ شِئْتَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ.)) [1]

''تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے، اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے معاف کردے، اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ بلکہ یقین کے ساتھ دعا کرے کیونکہ اس پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں ہے۔''

ضعفاء اور کمزور لوگوں کی دعائیں اور نصرت الٰہی:

سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ.)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الدعوات، رقم: ۶۳۳۹.

[2] صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۲۸۹۶.

"تمہارے کمزوروں کی (دعاؤں کی) وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کی اکثر دعا......:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اکثر دعا یہ تھی:

((اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ .)) [1]

"اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

افضل ترین دعا کلمہ "الحمدللہ" ہے:

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ .)) [2]

"سب سے افضل ذکر کلمہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" ہے۔ اور سب سے افضل دعا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" ہے۔"

ذکر اور دعاء کے درمیان فرق:

ذکر......: زبان اور دل سے اللہ کی یاد، قرآن مجید کی تلاوت، نماز، حمد اور نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ جمع "اذکار" ہے۔ [3]

دعا......: وہ قول جس سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے، اللہ کریم سے مانگا جائے، اس سے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الدعوات، رقم: ٦٣٨٩.

[2] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٣٣٨٣۔ سنن ابن ماجه، رقم: ٣٨٠٠۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "حسن" کہا ہے۔

[3] فیروز اللغات، ص: ٦٩٠۔٦٩١۔ القاموس الوحید، ص: ٥٧٢.

التجا، التماس اور استدعاء کی جائے، مغفرت طلب کی جائے، بھلائی مانگی جائے اور کسی کی بہتر کی خواہش کی جائے۔ الغرض اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا مداوا کرنے کو دعا کہا جاتا ہے۔ جمع ''ادعیہ'' ہے۔ [1]

13۔ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا

بارگاہِ رب العزت میں قرب حاصل کرنے کے لیے، اور تعلق باللہ کے لیے درود وسلام ایک منفرد زینہ ہے، اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کی وجہ سے گناہوں کے زنگ کو دور کردیتا ہے، درجات بلند کرتا ہے، رحمت وسلامتی نازل کرتا ہے، اپنا قرب خاص عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت نصیب ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ امت پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت زیادہ احسانات ہیں۔ ان احسانات کثیرہ کا تقاضا تھا کہ تمام اہل اسلام آپ پر بکثرت درود سلام پڑھیں۔ صلوٰۃ وسلام بھیجنے کی اہمیت کا انداز اسی سے ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کو اس کا حکم دینے سے قبل اللہ تعالیٰ نے خود یہ ذکر فرمایا ہے کہ میں اور میرے فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں یہ وہ عظیم عمل ہے جس میں اللہ رب العزت بھی محبان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رفیق کار ہے، اس لیے اے اہل ایمان واسلام! تم کتنے سعادت مند ہو کہ صلوٰۃ وسلام میں تمہیں اپنے خالق حقیقی کی سنگت مل جاتی ہے اور اس سے بڑھ کر تعلق باللہ کا کون سا اور ذریعہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ (الاحزاب: ٥٦)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجو۔''

''امام بخاری نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ

---

[1] فیروز اللغات، ص: ٦٢٩۔ القاموس الوحید، ص: ٥٢٧.

سے پوچھا کہ ہم آپ کو سلام کرنا جانتے ہیں، درود کیسے بھیجیں، تو آپ نے فرمایا: کہو: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ . اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .

فائدہ ......: امام بخاری نے ابوالعالیہ سے روایت کی ہے کہ ''اللہ کے درود'' سے مراد، فرشتوں کی محفل میں آپ کا ذکر خیر ہے۔ اور ''فرشتوں کے درود'' سے مراد آپ ﷺ کے لیے برکت کی دعا ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''جلاء الأفهام'' میں ''صلاۃ'' یعنی درود کا معنی تفصیل سے بیان کیا ہے۔''

(تیسیر الرحمن: ۲/ ۱۱۹۸، بتعدیل یسیر)

زیادہ درود پڑھنے کی تاکید:

ہر وقت درودِ پاک کا ورد زبان پر جاری رہنا چاہیے، اور بالخصوص جمعہ کے دن تو درود و سلام کے انوار میں ڈوبے رہنا چاہیے۔ سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَكْثِرُوْا عَلَيَّ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .)) [1]

''جمعہ کے روز مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو۔''

سیّدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم جو دن بسر کرتے ہو ان میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اسی دن اس کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن سب پر بے ہوشی طاری ہوگی، تم اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، واقعی تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جب آپ ﷺ مٹی ہو جائیں گے تو ہمارا درود کیونکر آپ کے سامنے پیش ہو سکے گا؟ فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے

[1] مستدرك حاكم: ۲/ ۴۲۱۔ امام حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

جسموں کو کھا سکے۔'' ❶

درودِ پاک بارگاہِ رسالت میں قربت کی راہ ہے:

بارگاہِ رسالت میں تقرب کے لیے درودِ پاک اکسیرِ اعظم کا کام دیتا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:

((اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَکْثَرُهُمْ عَلَیَّ صَلَاةً .)) ❷

''یقیناً روزِ قیامت میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا، جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھے گا۔''

درودِ پاک، ہر مشکل سے نجات کا ذریعہ، ہر بیماری کی دوا اور مایوسیوں میں نوید منزل:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کثرت کے ساتھ ہدیہ درود وسلام عرض کرنے سے دنیا میں ہر پریشانی سے نجات مل جاتی ہے۔ یہ ہر بیماری کی دوا ہے اور ہر رنج میں فرحت حال ہے۔ یہ تمام قسم کی مایوسیوں میں نوید منزل ہے۔ سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ میں آپ پر بکثرت درود بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں اوقاتِ ذکر میں کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں؟ آپ نے فرمایا: جتنا تیرا جی چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وقت کا چوتھائی حصہ درود کے لیے وقف کرلوں۔ آپ نے فرمایا:

((مَا شِئْتَ ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيرٌ لَكَ .))

''جتنا تو چاہے، اور اگر زیادہ پڑھے تو تیرے لیے بہتر ہے۔''

میں نے کہا: دو تہائی پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: جیسے تیرا جی چاہے اگر تو اس سے بھی

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الوتر، رقم: ۱۵۳۱۔ سنن نسائی، کتاب الجمعة، رقم: ۱۳۷۵۔ سنن ابن ماجه، اقامة الصلوات، رقم: ۱۰۸۵۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی، کتاب الوتر، رقم: ٤٨٤۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۹۰۸۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

زیادہ پڑھے تو تیرے لیے اور بھی بہتر ہے۔ سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر تو میں سارا وقت آپ پر درود کا وظیفہ ہی پڑھا کروں گا۔ آپ نے فرمایا:

((إِذَا تَكْفِي هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ.)) ❶

"پھر تو تیرے سارے غم چھٹ جائیں گے، اور تیرے سب گناہ مٹ جائیں گے۔"

درود پاک پڑھنے کی وجہ سے رحمت الٰہی کا نزول:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا.)) ❷

"جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔"

اور سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ.)) ❸

"جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اور اس کی دس غلطیاں معاف ہوجاتی ہیں اور اس کے دس درجات بلند ہوجاتے ہیں۔"

14۔ ورع وتقویٰ کی راہ اختیار کرنا

ورع وتقویٰ یہ ہے کہ انسان منہیات کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے، اس کی نافرمانیوں سے بچے۔ اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اس کے احکامات کو بجا لا کر اس کی اطاعت کرے۔

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الزھد، رقم: ۲۴۵۷۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۵۹۴.

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰة، رقم: ۹۱۲۔ المشکاة، رقم: ۹۲۱.

❸ سنن نسائی، کتاب السھو، رقم: ۱۲۹۷۔ المشکاة، ۹۲۲۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

جو شخص معصیت الٰہی سے گریز نہیں کرتا، گناہ نہیں چھوڑتا اور اپنا دامن ان سے نہیں بچاتا، وہ متقی اور پرہیزگار نہیں ہے۔ تقویٰ کی تعریف شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں کی ہے:

((حَقِيْقَةُ التَّقْوٰى فِعْلُ مَا اَمَرَكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِفِعْلِهٖ، وَتَرْكُ مَا اَمَرَكَ اللّٰهُ بِتَرْكِهٖ، وَالصَّبْرُ عَلٰى أَفْعَالِهٖ وَمَقْدُوْرَاتِهٖ وَسَائِرِ بَلَايَاهُ وَآفَاتِهٖ .)) [1]

"حقیقت تقویٰ یہ ہے کہ جن باتوں کا اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے، اور جن سے روکا ہے ان کو ترک کردیا جائے اور اس کے افعال و مقدورات اور تمام آرام اور مصائب و مشکلات پر صبر کیا جائے۔"

تقویٰ دین اسلام کی اساس ہے، اس کے بغیر احکامات الٰہیہ کما حقہ، ادا نہیں کیے جاسکتے۔ اور نہ ہی اس کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑ سکتا ہے۔ تقویٰ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا محبوب عمل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اپنانے کا حکم صادر فرما دیا:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (الحشر: ۱۸)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر آدمی دیکھ لے کہ اُس نے کل (یعنی روزِ قیامت) کے لیے کیا تیاری کی ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔"

مذکورہ بالا آیت کریمہ "تقویٰ" کے ذریعہ "تعلق باللہ" کے باب میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے اس میں نصیحت فرما دی ہے کہ وہ ظاہر و باطن ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہیں، فرائض و واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کریں اور محرکات و ممنوعات سے بچتے رہیں، اور ہر وقت اپنی آخرت کی سدھار کی کوشش میں لگے رہیں، اور ہر دم یہ خیال

[1] الفتح الربانی، ص: ۵۱۶.

رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، اور انہیں ریکارڈ میں لا رہا ہے، کوئی چیز اس کے علم سے مخفی نہیں ہے۔ مزید ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾﴾ (آل عمران : ۱۰۲)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور تمہاری موت آئے تو اسلام پر آئے۔''

''ابن ابی حاتم اور حاکم وغیرہما نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ''حق تقاتہ'' کا معنی یہ بیان کیا کہ ''اللہ کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اسے یاد کیا جائے، بھولا نہ جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے، ناشکری نہ کی جائے۔''

......اس آیت سے مراد یہ ہے کہ بندہ ہر وقت ہر حال میں اللہ سے تعلق رکھے، اس کے عقاب سے ڈرتا رہے، اور اس کی عظمت وجلال کا اعتراف اس کے دل و دماغ پر مسلط رہے، اور سورۂ تغابن والی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کیا ہے۔'' (تیسیر الرحمن، ص : ۱۹۶)

ورع وتقویٰ کی بناء پر اللہ تعالیٰ سے دوستی:

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہیں، اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے لیے تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے، ان سے دوستی کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾﴾

(یونس : ۶۲۔۶۴)

''آگاہ رہو! بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف لاحق ہوگا نہ کوئی غم۔ جو

لوگ ایمان لائے تھے اور اللہ سے ڈرتے تھے۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کے وعدوں میں تبدیلی نہیں آتی، یہی سب سے عظیم کامیابی ہے۔''

اولیاء اللہ ''اہل ایمان'' جو اللہ کی بندگی اور گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے اس کے قریب ہوجاتے ہیں فرمایا کہ روزِ قیامت اس کے (ان) دوستوں کو نہ ماضی کا غم لاحق ہوگا اور نہ مستقبل کا خوف۔

مزید برآں انھیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ اپنی رحمت، رضامندی اور جنت کی بشارت دی۔ سیّدنا ابوالدرداء اور عبادۃ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هِیَ الرُّوْیَا الصَّالِحَةُ یَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَی لَهُ .)) [1]

''دنیاوی زندگی میں بشارت سے مراد نیک خواب ہے جو مسلمان آدمی دیکھتا ہے۔''

اور یہ بھی ثابت ہے کہ ان کے پاس دنیا میں، یا موت کے وقت، فرشتے آتے ہیں اور انہیں اطمینان دلاتے ہیں کہ جو زندگی اب آنے والی ہے، اس کے بارے میں آپ اطمینان رکھیں، اور جن لوگوں کو آپ دنیا میں چھوڑ آئے ہیں، ان کی بھی فکر نہ کیجیے، ان کی نگرانی ہم کریں گے اور دنیا میں آپ لوگوں سے جنت کا وعدہ کیا تھا، اسے پاکر اب خوش ہوجائیے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ ﴾ (حٰمٓ السجدہ : ۳۰)

''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس (عقیدۂ توحید اور عمل صالح) پر جمے رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور

[1] سنن ترمذی، کتاب الرؤیا، رقم: ۲۲۷۳، ۲۲۷۵ و کتاب التفسیر، رقم: ۳۱۰۵۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۱۷۸۶.

نہ غم کرو، اور اُس جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

''اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا'' کی ایک کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ لوگ صورِ اسرافیل اور قیامِ قیامت کے وقت کی گھبراہٹ کی فکر نہ کیجیے۔ یعنی آپ لوگوں کو اس وقت کوئی گھبراہٹ لاحق نہیں ہوگی۔ سورہ الانبیاء آیت (۱۰۳) میں آیا ہے۔ ''لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ'' ''وہ بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کر سکے گی، اور فرشتے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔'' (تیسیر الرحمن : ۲/۱۳۴۲)

فرشتے ان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم لوگ دنیا اور آخرت دونوں جگہ آپ سے محبت کرنے والے ہیں، لہٰذا ہمارے اور تمہارے درمیان قدرِ مشترک اللہ کی بندگی اور طاعت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝۳۱ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝۳۲ ﴾ (حمٓ السجدہ : ۳۱، ۳۲)

''ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست اور مددگار رہے، اور آخرت میں بھی رہیں گے، اور وہاں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جس کا تمہارا نفس خواہش کرے گا، اور ہر وہ چیز جس کی تم تمنا کرو گے۔ بڑے معاف کرنے والے، بے حد رحم کرنے والے اللہ کی جانب سے تمہاری میزبانی ہوگی۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''موت کے وقت قبر میں اور قبر سے اٹھتے ہوئے ہر وقت ملائکہ رحمت اس کے ساتھ رہیں گے اور ہر وقت بشارتیں سناتے رہیں گے۔ ان سے فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ زندگانی دنیا میں بھی ہم تمہارے رفیق و ولی تھے، تمہیں نیکی کی راہ سمجھاتے تھے، خیر کی رہنمائی کرتے تھے۔ تمہاری حفاظت کرتے تھے، ٹھیک اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔ تمہاری وحشت و دہشت دور

کرتے رہیں گے۔ قبر میں، حشر میں، میدانِ قیامت میں، پل صراط پر، غرض ہر جگہ ہم تمہارے رفیق اور دوست اور ساتھی ہیں۔ نعمتوں والی جنتوں میں پہنچا دینے تک تم سے الگ نہ ہوں گے۔ وہاں جو تم چاہو گے، ملے گا۔ جو خواہش ہوگی، پوری ہوگی۔ یہ مہمان، یہ عطا، یہ انعام، یہ ضیافت اس اللہ کی طرف سے ہے جو بخشنے والا اور مہربان کرنے والا ہے۔ اس کا لطف و رحم، اس کی بخشش اور کرم بہت وسیع ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر: ٤/ ٥٦٠)

تقویٰ کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا:

تقویٰ کی راہ اختیار کرنے کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝٤﴾ (التوبہ: ٤)

''بے شک اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔''

سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ .)) [1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے محبت کرتا ہے، جو متقی، غنی اور گمنام زندگی بسر کرنے والا ہو۔''

اللہ تعالیٰ کی معیت کا ملنا:

تقویٰ کی بناء پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اعانت فرماتا ہے اور انھیں اپنی معیت خاصہ سے نواز دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝١٩٤﴾ (البقرہ: ١٩٤)

''اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور یقین کرلو، کہ یقیناً اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہیں۔''

مزید فرمایا:

[1] صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، جزء من حدیث رقم: ١١/ ٢٩٦٥.

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (النحل : ۱۲۸)

''یقیناً اللہ متقی اور نیکی کرنے والے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''سو یہی وہ لوگ ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتا ہے، ان کی نگہداشت کرتا ہے اور ان کے دشمنوں اور مخالفین کے مقابلے میں ان کی نصرت، تائید اور مدد فرماتا ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر، ۶۵۳/۲)

متقی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتوں کا نزول:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٦﴾﴾ (الاعراف : ۹۶)

''اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے، اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو یقیناً ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، لیکن انھوں نے جھٹلا دیا، تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔''

علامہ زمخشری لکھتے ہیں: ''یعنی اگر تم دینی معاملات میں آنے والی سختیوں اور تکلیفوں پر صبر کرو گے، اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرو گے، تو تم اللہ کی حفاظت میں آ جاؤ گے۔ جس کے نتیجے میں تمہارے دشمنوں کی کوئی چال تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔'' (تفسیر الکشاف : ۳۴۶/۱)

اور فرمایا:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾﴾ (الاعراف : ۱۵۶)

''اور میری رحمت تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے، پس میں اس کو ان لوگوں کے لیے ضرور لکھوں گا، جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ ہماری آیات کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔''

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اور میری رحمت عالم علوی سلفی، نیک و بد، مؤمن و کافر سب کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ مخلوق میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی رحمت پہنچی ہوئی ہے۔ اور اس کے فضل و احسان نے ان کو ڈھانپ رکھا ہے۔ لیکن رحمت خاصہ جس کے ساتھ سعادت دارین حاصل ہوتی ہے، وہ ہر ایک کے لیے نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ﴾ ''یعنی میں اس کو ان کے لیے ضرور لکھوں گا، جو تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور وہ زکوٰۃ واجب دیتے ہیں اور وہ لوگ ہماری آیات کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ (تفسیر السعدی، ص: ۳۱۴)

تقویٰ کی بدولت گناہوں کی معافی اور اجر عظیم:

ورع و تقویٰ اختیار کرنے والے لوگوں کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم کے وعدے کر رکھے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۝٥﴾

(الطلاق : ۵)

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا، وہ اس کے گناہ معاف فرمادے گا اور اس کو اجر عظیم دے گا۔''

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اس کی اطاعت کے ذریعہ اختیار کرے گا، وہ اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور آخرت میں اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

(زاد المسیر : ۸/۲۹۵)

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝١٧٩﴾

(آل عمران : ۱۷۹)

''اور اگر تم ایمان لے آؤ، اور تقویٰ اختیار کرو، تو تمہارے لیے اجر عظیم ہے۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس (اجر عظیم) کی نہ تو مقدار معلوم ہے اور نہ ہی اس کی

حقیقت تک رسائی ہوسکتی ہے۔'' (فتح القدير : ١/٦٠٨)

تقویٰ کی بدولت نورِ بصیرت عطا ہونا:

دل میں تقویٰ و پرہیزگاری کا جذبہ موجزن ہوتو حق تعالیٰ برائی اور اچھائی کے درمیان فرق کرنے کی بصیرت عطا فرما دیتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾﴾

(الانفال : ٢٩)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے، تو وہ تمہیں نورِ بصیرت عطا کرے گا اور تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمہیں معاف کردے گا، اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اہل ایمان کو بشارت دی گئی ہے کہ اگر وہ مال اور اولاد کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت وعزت بڑھا دے گا، اور کوئی شخص ان کے اہل وعیال، مال و دولت اور عزت و ناموس پر دست درازی کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ بعض مفسرین نے ''فرقان'' کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی نیک شہرت کو چہار دانگ عالم میں عام کردے گا۔ اس کا ایک معنی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں حق و باطل کی تمیز دے گا، اور شبہات سے دور رکھے گا۔ سدی نے اس کا معنی ''نجات'' بتایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیابی سے ہمکنار کرے گا اور دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے نجات دے گا۔ جیسا کہ اللہ نے سورۂ طلاق آیت (٢) میں فرمایا: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا﴾ کہ ''جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے راستے نکالے گا۔'' (تیسير الرحمن : ١/٥٢٨)

ورع وتقویٰ کی بدولت جہنم سے آزادی:

تقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کو جہنم سے آزاد فرما دے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ ﴾

(مریم: ۷۱،۷۲)

''اور تم میں سے ہر شخص اُس پر سے ضرور گزرے گا یہ آپ کے رب کا حتمی فیصلہ ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو (دنیا میں) اللہ سے ڈرتے تھے، اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا چھوڑیں گے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یعنی جب تمام مخلوق جہنم کی آگ کے اوپر سے گزرے گی اور کافر گناہ گار اپنے گناہوں کے بقدر اس میں گر جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ متقیوں کو ان کے اعمال کے مطابق نجات دے گا۔ ان کا پل صراط کو عبور کرنا اور اس میں سرعت ان کے دنیا کے اعمال کے حساب سے ہوگی۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۳/۱۴۸)

متقین کا خوشی ومسرت کے بہشت میں قیام:

اہل تقویٰ روزِ قیامت ابدی نعمتوں والی جنتوں کے وارث بنا دیے جائیں گے، ان میں وہ خوش وخرم قیام پذیر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِيْمٍ ﴿١٧﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ وَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿١٨﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ ﴾ (الطور: ۱۷ تا ۱۹)

''بے شک اللہ سے ڈرنے والے لوگ جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ اُن کا رب انھیں جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔ (اُن سے کہا جائے گا) تم لوگ دنیا میں جو نیک اعمال کرتے تھے ان کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔''

اہل تقویٰ کی بنائی جنتوں میں ہوں گے، جن کے آس پاس نہریں جاری ہوں گی، اور وہ اپنے مالک الملک اور قادرِ مطلق رب کے پاس، اس کی بنائی جنت میں ہوں گے جہاں کوئی لغو، بے ہودہ اور گناہ کی بات نہیں کرے گا، یعنی انہیں اپنے رب کا قرب، اعلیٰ ترین مقام اور جنت کا نہایت پاکیزہ ماحول ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ ﴾ (القمر: ٥٤، ٥٥)

''بے شک پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق وصفا کی مجلس میں، قدرت والے بادشاہ کے پاس۔''

متقی لوگ اور اکرام الٰہی:

جو شخص جتنا زیادہ متقی، پرہیزگار یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار ہوگا، اتنا ہی وہ اللہ کے ہاں معزز اور اونچا ہوگا۔ متقی آدمی اگرچہ خاندانی اعتبار سے پست ہوگا، غیر متقی خاندانی آدمی پر متقدم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ ﴾ (الحجرات: ١٣)

''لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں اس لیے بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہیں جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں، بے شک اللہ بڑا جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

مزید برآں رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

((اَلْكَرَمُ التَّقْوٰى .)) [1]

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، رقم: ٤٢١٩۔ إرواء الغليل، رقم: ١٨٧٠۔ امام البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

”تقویٰ باعث عزت وکرم ہے۔“

15۔ اللہ کریم پر بھروسہ کرنا

اللہ کریم پر بھروسہ کرنا ”توکل علی اللہ“ تعلق باللہ کے لیے بنیادی دستور العمل ہے۔ کیونکہ مومن عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آئے، وہ بھلائی ہے، اسی میں میری بہتری ہے، اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھے گا، میں اسی سے خوش ہوں۔ مومن اپنی سی کوشش کرتا ہے اور پھر اپنے معاملہ کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ اے رب! تیرے ناتواں بندے نے اس کام کے کرنے میں اپنی پوری کوشش کر لی، میں کمزور ہوں۔ اس کام میں جو کوتاہی رہ گئی ہے، وہ تو پوری کر دے، تو غالب اور طاقتور ہے۔

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر فیصلہ اس کی تیزی کا اللہ کے حوالے کر

توکل اور محبت الٰہی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾﴾

(آل عمران: ۱۵۹)

”پس جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کریں۔ بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

توکل کی وجہ سے شیطانی وسوسوں سے چھٹکارا:

جو لوگ اہل ایمان ہوتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، اور راہِ حق میں اذیتوں پر صبر کرتے ہیں، ان پر شیطان کے وسوسوں کا اثر نہیں ہوتا، وہ لوگ اس کی تمناؤں کو خاک میں ملا دیتے ہیں اور اس کی سازشوں کو ناکام بنا دیتے ہیں۔

﴿إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٩٩﴾﴾

(النحل: ۹۹)

''بے شک اہل ایمان اور اپنے رب پر بھروسہ کرنے والوں پر اس کا کوئی زور نہیں چلتا۔''

توکل کی وجہ سے پرندوں کی طرح عطائے رزق:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اسی طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے۔ پرندے صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔''[1]

توکل کرنے کی وجہ سے نصرت الٰہی:

﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾﴾

(آل عمران : ١٦٠)

''اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔''

''(مذکورہ) آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ تمہاری مدد کرنی چاہے جیسا کہ میدانِ بدر میں کیا، تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اور اگر اپنی مدد کھینچ لے جیسا کہ میدانِ اُحد میں کیا، تو کوئی تمہاری مدد کو نہیں آ سکتا، اس لیے تمام اُمور صرف اللہ کے اختیارات میں ہیں، اور اس کی مدد فرمانبرداروں کو حاصل ہوتی ہے، اور گناہ زوالِ نعمت اور مغلوبیت و مہز ومیت کا سبب ہوتا ہے، اس لیے مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے، اس ایمان و یقین کے ساتھ کہ اس کے علاوہ کوئی حامی و ناصر نہیں۔'' (تیسیر الرحمن : ١/٢١٨۔٢١٩)

اور سورۃ طلاق میں ارشاد فرمایا:

[1] صحیح سنن ابن ماجه للألبانی، رقم: ٣٣٥٩.

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③﴾ (الطلاق : ۳)

''اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا، اللہ اسے کافی ہوگا، اللہ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا۔ اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (دورانِ سفر) ایک گھنے سائے والا درخت آیا جسے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (آرام کے لیے) چھوڑ دیا، اتنے میں ایک مشرک آدمی آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار جو، درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی، سونت کر بولا: کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو (یا نہیں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں''۔ مشرک کہنے لگا: تو تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ۔'' [1]

کمال توکل کرنے کی وجہ سے بغیر حساب جنت میں داخلہ:

علاج معالجہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ علاج ایک تدبیر ہے۔ یہ تقدیر یعنی موت پر غالب نہیں۔ جب موت کا وقت آ جاتا ہے، دوا بجائے شفا کے تکلیف میں اضافہ کرتی ہے، یا اس سے تکلیف میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوا سے صحت نہیں ہوتی، بلکہ صحت تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے عطا کی جاتی ہے:

﴿وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ⑧⓪﴾ (الشعراء : ۸۰)

''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی (اللہ) مجھے شفایاب کرتا ہے۔''

دوا تو ایک سبب ہے، پس مریض کو چاہیے کہ وہ علاج کے دوران بھی اپنی نگاہ قادرِ مطلق ذات پر رکھے۔

اور ایسے لوگ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر کمال توکل و بھروسہ کرتے رہے، دنیا میں ہر مصیبت و پریشانی اور بیماری پر اس لیے صبر کیا کہ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر تھی،

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۳۶.

کبھی کسی معالج کے پاس بھی نہ گئے، ایسے ستر ہزار افراد کو بزم حشر کی تمام آزمائشوں سے امن وسکون سے نکال کر جنتوں میں داخل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ وہ نہ جھاڑ پھونک کرتے ہوں گے اور نہ شگون لیتے ہوں گے، بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوں گے۔'' [1]

توکل کے متعلق اقوال سلف:

❀ ...... سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توکل علی اللہ اصل دستور العمل ہے۔ اور آپ یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ صِدْقَ التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ ، وَحُسْنَ الظَّنِّ بِكَ .)) [2]

''اے اللہ! میں تجھ سے سچے اور خالص توکل اور تیرے ساتھ حسن ظن کا سوال کرتا ہوں۔''

❀ ...... شفیق رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حاتم الاصم سے پوچھا کہ آپ کافی عرصہ میرے ساتھ رہے ہیں، کوئی چیز مجھ سے سیکھی بھی ہے؟ حاتم فرمانے لگے: میں نے: آپ سے چھ باتیں سیکھی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ رزق کے متعلق شکوک وشبہات کا شکار تھے۔ لیکن میں نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا، اور نظریہ قائم کر لیا کہ: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (ھود: ٦) ''اور زمین پر جو جانور بھی پایا جاتا ہے، اس کی روزی اللہ کے ذمے ہے۔''

❀ ...... ابوسلیمان الدارمی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جو شخص رزق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لے، اسے یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ رزق دینے والا کوئی نہیں، تو اس کا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ٦٤٧٢.

[2] السیر: ٣٢٥/٤.

اخلاق اچھا ہوجائے گا، اسی میں تحمل وصبر آجائے گا، اس کا نفس کچلا جائے گا اور نماز میں شیطانی وساوس بھی کم ہوجائیں گے۔ ❶

16۔خشیت الٰہی اختیار کرنا

خشیت الٰہی سے مراد وہ خوف کی کیفیت ہے جو کسی بندے کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے ڈر کی بناء پر ہو۔جس کی وجہ سے بندہ قادرِ مطلق کے اختیارات اور پکڑ کو مدنظر رکھتے ہوئے اندرونی طور پر خوف زدہ ہوجائے، اس کے عقاب اور غضب سے بچنے کے لیے اس کی وسیع رحمت کی دعا کرتا رہے۔ یہ کیفیت اس وقت ہوتی ہے کہ جب بندہ کو اللہ تعالیٰ کی کمال معرفت حاصل ہو۔اور اس پر کامل بھروسہ اور دل میں اس کا انتہائی خوف ہو۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسے کی وجہ سے طبیعت میں سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، جب کہ خوف وخشیت کی وجہ سے دل میں ڈر اور جسم پر کپکپی طاری ہوتی ہے۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَ قُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ﴾ (الزمر: ۲۳)

''اللہ نے سب سے اچھا کلام نازل فرمایا ہے، یعنی ایک کتاب جس کی آیتیں معانی میں ملتی جلتی ہیں، جنہیں بار بار دہرایا جاتا ہے، جنہیں سن کر ان لوگوں کے بدن کانپ جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کے جسم اور اُن کے دل نرم ہوکر اللہ کی یاد کی طرف مائل ہوتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ایک ہستی ہے جس سے ڈرنا اور اس کی خشیت دل میں رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشَوۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝۱۳﴾ (التوبہ: ۱۳)

❶ سير أعلام النبلاء: ۱۸۵/۱۰ .

''اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔''

تعلق باللہ اور تقرب الی اللہ کے لیے سب سے بنیادی چیز خشیت الٰہی ہے، یہی وجہ ہے کہ مجاہدین کو نصیحت فرمائی کہ:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوٓا اِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (المائدہ : ۳۵)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور اس تک وسیلہ تلاش کرو، اور اس کی راہ میں جہاد کرو، تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کو تقویٰ کا حکم دیا ہے، اور تقویٰ کے ساتھ طاعت و بندگی کا بھی حکم ہو تو اس سے مراد محرمات اور منہیات سے باز رہنا ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ)

خشیت الٰہی کی بنیاد پر گناہوں کی بخشش:

ارے انسان! رب کریم کی دہلیز پر، اس سے ڈرتے ہوئے آکر دیکھو، اس رب کریم نے اس شخص کو بھی معاف کر دیا کہ جس نے فقط مرتے وقت خشیت الٰہی اختیار کی۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کہا جس نے کوئی نیکی نہیں کی تھی کہ جب وہ مر جائے تو اسے جلا دینا۔ پھر اس کی راکھ خشکی میں اور آدھی سمندر میں بہا دی جائے، کیونکہ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر قابو پایا تو ضرور اسے اتنا عذاب دے گا جتنا ساری دنیا میں کسی کو عذاب نہ دیا ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا تو اس نے اس کے سارے ذرّے اکٹھے کر دیے اور خشکی کو حکم دیا تو جو اس کے اندر ذرّے تھے اس نے جمع کر دیے۔ پھر فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ کہا کہ تو اچھی طرح جانتا ہے، تجھ سے ڈرتے ہوئے۔ پس اس کو بخش دیا گیا۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ۷۵۰۶۔

خشیت کے آنسوؤں کی بنا پر جہنم سے آزادی:

جو خوش نصیب ، خوفِ الٰہی سے آنسو بہا کر اپنے رب کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے ، جہنم سے آزاد ہو کر جنت میں داخل ہونے کی خواہش رکھتا ہے تو پھر پروردگارِ عالم اس کی لاچار حالت کو پسند کرتے ہوئے اس کی خواہش کا پاس رکھتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدُ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ دُخَانُ جَهَنَّمَ .)) [1]

”اللہ کی خشیت سے رونے والا جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں (لگی ہوئی) غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہ ہوں گے۔“

اجر عظیم کا وعدہ:

خشیت الٰہی اختیار کرنے والے مغفرت اور اجر عظیم کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝١٢﴾

(الملك : ١٢)

”بے شک جو لوگ اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں، ان کے لیے بخشش ہے اور بڑا ثواب۔“

خشیت الٰہی کی وجہ سے جنت کا حصول:

جس نے اللہ کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دی ہوگی ، اور اس ایمان کے ساتھ دنیا میں زندگی بسر کی ہوگی کہ اسے اپنے رب کے سامنے میدانِ محشر میں کھڑا ہونا ہوگا، اور اس ایمان کے زیر اثر، اس نے اپنے آپ کو خواہش نفس کی اتباع سے دُور رکھا ہوگا، اس دن اس کی

[1] سنن ترمذی ، كتاب فضائل الجهاد ، رقم: ١٦٣٣ـ المشكاة ، رقم: ٣٨٢٨ـ التعليق الرغيب: ١٦٦/٢ـ امام ترمذی نے اسے ”حسن صحیح“ اور علامہ البانی نے ”صحیح“ کہا ہے۔

جائے رہائش جنت ہوگی، جس کی نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی انسان کا دل اس کا تصور کرسکتا ہے:

﴿وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝﴾ (النازعات: ٤٠، ٤١)

''اور جو اپنے رب کے مقام سے ڈرا، اور اپنے نفس کو خواہش کی اتباع سے روکا، تو بے شک جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا کہ جو شخص روزِ حساب، اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، اس لیے فرائض کی پابندی کرتا ہے، اور گناہوں سے بچتا ہے، اسے اس کا رب دو جنتیں دے گا، ایک ترکِ معاصی کے بدلے، اور دوسری عمل صالح کے بدلے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ (الرحمن: ٤٧)

''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو کر حساب دینے سے ڈرتا ہے، اس کے لیے دو باغ ہیں۔''

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ اس کا رب اس کے احوال کی خبر رکھتا ہے، اور اس کے اقوال و افعال پر مطلع ہے، اسے آخرت میں دو جنتیں ملیں گی۔ پس جن و انس اپنے رب کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟

اور اُن دونوں جنتوں میں سلسبیل اور تسنیم نام کی دو نہریں جاری ہوں گی۔ عطیہ کا قول ہے کہ ایک میں صاف شفاف پانی جاری ہوگا جو کبھی خراب نہیں ہوگا۔ اور دوسری میں شراب جاری ہوگی جو انتہائی لذیذ ہوگی۔

اور دونوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہوں گی، اور ہر ایک کا مزا جدا گانہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک قسم تازہ ہوگی، اور دوسری خشک، اور دونوں لذت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوں گی۔

امام بخاری نے عبداللہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دو باغ ایسے ہوں گے جن کے برتن اور تمام اسباب چاندی کے ہوں گے، اور دو باغ ایسے ہوں گے جن کے برتن اور تمام اسباب سونے کے ہوں گے۔ اور اہل جنت اور اللہ کی دید کے درمیان جنت عدن میں اس کے چہرے پر کبریائی کی چادر ہوگی۔''

قرآنِ کریم میں ان نعمتوں کا ذکر بلاشبہ سننے والوں کو عمل صالح کی ترغیب دلاتا ہے، اور بُرائی سے ڈراتا ہے اور یہ چیز اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ پھر ان سے زیادہ خوش قسمت کون ہوگا جنہیں اللہ تعالیٰ آخرت میں ان نعمتوں سے نوازے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ (الرحمن: ۵۵)

''اے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔''

(تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۵۱۵، ۱۵۱۶)

17۔ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا

انسان پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں، اگر وہ نعمتوں کو شمار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کیونکہ ان کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا، تعلق باللہ کا ذریعہ ہے۔ اور جو شخص ایمان و یقین، ہدایت اور تعلق باللہ سے محروم ہوتا ہے وہ اس کی ناشکری کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، اور وہ بہت بڑا ناشکرا ہوتا ہے، اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتا ہے، اور قول وعمل کے ذریعہ اللہ کا شکر ادا کرنے کی توفیق اس سے چھین لی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾﴾ (ابراهيم: ٣٤)

''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو نہیں گن سکو گے، بے شک انسان بڑا ظالم، بڑا ناشکرا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور شکر ادا کرتے رہیں اور

کفرانِ نعمت نہ کریں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝﴾

(البقرہ: ۱۵۲)

''پس تم لوگ مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔''

اپنے محسن کا شکر گزار رہنے کا حکم:

شکر کا تقاضا یہ بھی ہے کہ بندہ دنیا میں اپنے محسنوں کا شکر گزار رہے، بلکہ ہر احسان کرنے والے کا عمر بھر شکر گزار رہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرِ النَّاسَ .)) ❶

''وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے۔''

فائدہ عظیمہ: ...... یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے شکر کے درمیان فرق ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر اعتراف النعمۃ مع الثناء ہے اور بندے کا شکر اعتراف النعمۃ مع الدعاء ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور بندے کے شکر کے درمیان قدرے مشترک ''اعترافِ نعمت'' ہے۔ جب کہ ان میں فارق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کر کے اللہ کی ثناء، حمد اور تعریف بیان کی جاتی ہے۔ جب کہ بندے کے احسانات کو یاد کر کے اس کے حق میں دعائے خیر کی جاتی ہے۔

کسی بندے کی طرف سے ہونے والی عطا پر اعترافِ نعمت کے وقت اس کا نام لے اور اگر طاقت رکھتا ہو تو اسی قسم کا بدلہ دینے کی کوشش کرے۔ جیسا کہ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ؟ فَلْيُجْزِبِهِ ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ بِهِ ، فَمَنْ أَثْنَى بِهِ فَقَدْ شَكَرَ ، وَمَنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ .)) ❷

---

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۴۵۱۱۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۰۳۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔ ❷ سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۴۸۱۳۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۱۲۰۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''جسے کوئی عطیہ دیا جائے تو وہ اس کا بدلہ دے، اور اگر استطاعت نہ ہو تو اس کی تعریف کرے (یعنی اس کے لیے دعا کرے) جس نے اس کی تعریف کی اس نے شکر ادا کیا اور جس نے اسے چھپایا اس نے ناشکری کی۔''

نعمتوں پر شکر سے رضائے الٰہی کا حصول:

جب بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ﴾ (الزمر: ۷)

''اگر تم ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو پسند نہیں کرتا ہے، اور اگر تم شکر گزار بنو گے تو وہ تمہاری طرف سے اسے پسند کرے گا۔''

''یعنی کفر اگرچہ انسان اللہ کی مشیت ہی سے کرتا ہے کیونکہ اس کی مشیت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا، نہ ہو ہی سکتا ہے تاہم کفر کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا، اس کی رضا حاصل کرنے کا راستہ تو شکر ہی ہے، نہ کہ کفر کا یعنی اس کی مشیت اور چیز ہے اور اس کی رضا اور چیز ہے۔''

(احسن البیان، ص: ۱۰۸۰۔ طبع دار السلام)

اگر ہم کھانا کھا کر، پھل کھا کر اور پانی پی کر بڑی عاجزی اور انکساری سے بس اتنا کہہ دیں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' تو اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا اَوْيَشْرَبُ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا .)) [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات سے راضی ہوتا ہے کہ بندہ کھانا کھا کر اس کا شکر

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۲۷۳۴/۸۹.

ادا کرے، یا پانی پی کر اس کا شکر ادا کرے۔''

شکر گزاری سے نعمتوں میں اضافہ:

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہارے رب کا فرمان ہے کہ اگر تم اس کی نعمتوں کا ایمان خالص اور عمل صالح کے ذریعے شکر ادا کرو گے تو وہ تمہیں اور زیادہ روزی دے گا، اور دنیا میں معزز و مکرم بنائے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراهيم: ٧)

''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔''

''سفیان ثوری، اس کی تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ تمہیں مزید طاقت اور بندگی کی توفیق دے گا اور ناشکری کرو گے تو وہ نعمتیں تم سے چھین لے گا، اور سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔'' (تيسير الرحمن: ١/ ٧٢٤)

شکر گزاری سے عذاب سے بچنا:

جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، اور دل سے ایمان لے آتا ہے، تو اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے، اس لیے اسے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے اور اسے اس کا بہترین اجر عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿١٤٧﴾﴾ (النساء: ١٤٧)

''اگر تم شکر ادا کرو گے اور ایمان لاؤ گے۔ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا، اور اللہ بڑا قدر کرنے والا اور بڑا علم والا ہے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''شکر گزاری کا مطلب ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق برائیوں سے اجتناب اور عمل صالح کا اہتمام کرنا، یہ گویا اللہ کی نعمتوں کا عملی شکر ہے۔ اور ایمان سے مراد اللہ کی توحید و ربوبیت پر اور نبی آخر الزمان سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان ہے۔ یعنی جو اس کا شکر کرے گا وہ قدر کرے گا جو دل سے ایمان لائے گا وہ اس کو جان

لے گا اور اس کے مطابق وہ بہترین جزا سے نوازے گا۔'' (تفسیر احسن البیان، ص: ۲۷۵۔ دارالسلام)

18۔ صبر کرنا

صبر کا معنی رُک جانا ہے یعنی زندگی میں آنے والی مصیبتوں، پریشانیوں اور بیماریوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش جان کر جھیل جانے کا اہم ترین نسخہ صبر ہے۔ اہل اللہ اس کی راہ میں آنے والے مصائب پر بھی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ بلکہ تعلق باللہ کی خاطر وہ بڑی بڑی باتوں کو معمولی سمجھ کر صبر کا دامن نہیں چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوٰةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَٰشِعِينَ ﴿٤٥﴾ ﴾ (البقرہ: ٤٥)

''اور تم لوگ صبر اور نماز سے مدد لو، اور یہ نماز اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرنے والوں کے علاوہ لوگوں پر بڑی بھاری گزرتی ہے۔''

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صبر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ محرمات اور معاصی سے اجتناب پر صبر کرنا۔

۲۔ اعمالِ صالحہ اور اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا۔

۳۔ مصائب و حادثاتِ زمانہ پر صبر کرنا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ''السیاسۃ الشرعیۃ'' میں لکھتے ہیں کہ حاکم کے لیے بالخصوص اور رعایا کے لیے بالعموم تین چیزیں عظیم مددگار ثابت ہوتی ہیں:

۱۔ اللہ کے لیے اخلاص اور دعا اور غیر دعا کے ذریعہ اس پر توکل اور دل و جان سے نماز کی حفاظت و پابندی، جو اللہ کے لیے اخلاص کی اصل ہے۔

۲۔ مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔

۳۔ تکلیف، مصیبت اور حادثاتِ زمانہ کے وقت صبر کرنا۔'' (انتہیٰ)

(تیسیر الرحمٰن: ۸۶/۱)

صبر سے نصرتِ الٰہی:

صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد حاصل رہتی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (البقرہ: ۱۵۳)

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

برادرانِ یوسف نے جب ان کی قمیص کو ایک بکرے کے خون میں لت پت کر کے یہ کہانی گھڑی کہ سیّدنا یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے ان کی اس بات پر یقین نہیں کیا، لیکن کہا کہ اب میرے لیے اس کے سوا اور کیا چارۂ کار ہے کہ اللہ کی تقدیر پر صبر جمیل سے کام لوں، اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں کہ وہ تمہارے جھوٹ کا پردہ فاش کر دے اور یوسف کا صحیح سالم زندہ پایا جانا ظاہر کر دے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ ﴾

(یوسف: ۱۸)

''پس مجھے اچھے صبر سے کام لینا ہے، اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس پر اللہ سے ہی مدد مانگنی ہے۔''

جب منافقین نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو انہوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افہام و ارشاد کے جواب میں کہا:

((إِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا أَجِدُ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوْسُفَ ﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴾ [1]

''اللہ کی قسم! میں اپنے اور آپ لوگوں کے لیے وہی مثال پاتی ہوں جس سے یوسف علیہ السلام کے باپ (یعقوب علیہ السلام) کو سابقہ پیش آیا تھا اور انہوں نے ﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ﴾ کہہ کر صبر کا راستہ اختیار کیا تھا یعنی میرے لیے بھی سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں۔''

اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا مددگار، حامی، محافظ اور مولیٰ ہے۔ ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٦٩١.

﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾﴾ (الانفال : ۴۰)

''اور اگر روگردانی کریں تو یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔''

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''تم جان لو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے، کیا اچھا حمایتی ہے۔ جو اپنے بندوں کی سرپرستی کرتا ہے، انہیں ان کے مصالح بہم پہنچاتا ہے اور اُن کے لیے دینی اور دنیاوی فوائد کے حصول میں آسانیاں پیدا کرتا ہے، ﴿وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ اور کیا اچھا مددگار ہے۔'' جو ان کی مدد کرتا ہے، ان کے خلاف فساق و فجار کی سازشوں کو ناکام بناتا ہے اور اشرار کی عداوت سے حفاظت کرتا ہے اور جس کا سرپرست اور حامی و ناصر اللہ تعالیٰ ہو تو اسے کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا اور جس کا اللہ تعالیٰ مخالف ہو اُسے کوئی مدد اور سہارا نہیں دے سکتا۔'' (تفسیر السعدی، تحت الآیۃ)

معیت خاصہ کا حصول:

صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی ''معیت خاصہ'' حاصل ہوتی ہے، جو اللہ کی محبت اور اس کی نصرت وقربت پر دلالت کرتی ہے، یعنی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، ان سے محبت کرتا ہے، اُن کی مدد کرتا ہے اور اُن کے بہت قریب ہے، اور اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ اللہ عزوجل ان کے ساتھ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾﴾ (البقرہ : ۱۵۳)

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

فائدہ:...... اور (معیت) کی ایک دوسری قسم ''معیت عامہ'' ہے، یعنی اللہ اپنے علم و قدرت کے ذریعہ اپنے بندوں کے ساتھ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ

أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحدید: ٤) اور یہ ''معیت'' تمام مخلوق کے لیے ہے۔''

(تیسیر الرحمٰن، ص: ٨٦)

اور سورۃ الانفال میں ارشاد فرمایا:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝٤٦﴾ (الانفال: ٤٦)

''اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ نزاع کرو آپس میں، پس کم ہمت ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اور سورۂ النحل میں فرمایا:

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۝١٢٦ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ۝١٢٧ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝١٢٨﴾ (النحل: ١٢٦، ١٢٨)

''اور (مسلمانو!) اگر تم سزا دو تو اتنی ہی دو جتنی سزا تمہیں دی گئی تھی، اور اگر تم صبر کرو گے، تو (جان لو کہ) ایسا کرنا صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھی بات ہے۔''

'' اور جن کے ساتھ اللہ ہو، اہل دنیا کی سازشیں انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ یہ معیت خاصہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص خاص بندوں کو (حسب مشیت و مصلحت) نوازتا ہے۔ جیسے سیّدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تَخَافَا ۖ إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ۝٤٦﴾ (طٰہ: ٤٦)

''ڈرو مت، میں تمہارے ساتھ ہوں، میں سنتا اور دیکھتا ہوں۔''

اور جیسے غار ثور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ: ٤٠) ''غم نہ کھا، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''...... مخلصین و

محسنین کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا اور دشمنوں کے مقابلے میں انہیں فتح ونصرت سے نوازتا اور غالب بناتا ہے۔'' (احسن البیان، ص: ۶۷۳)

مفسر ابن جریر کہتے ہیں کہ یہ آیت اس بارے نازل ہوئی ہے کہ اگر کوئی مظلوم ظالم کو پا لے اور اس سے بدلہ لینے پر قادر ہو جائے، تو بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے۔'' (تفسیر طبری لابن جریر، تحت الآیۃ)

یعنی مذکورہ آیت کریمہ میں نصیحت کی گئی ہے کہ جس پر زیادتی ہوئی ہے وہ صبر کرنے اور عفوو درگزر سے کام لے، اور صبر کرنے والوں کی مدح کی گئی ہے۔ اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں محدثین نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنگ اُحد میں چونسٹھ (۶۴) انصاری اور چھ (۶) مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے، ان میں حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کافروں نے ان صحابہ کا مثلہ کیا، یعنی ان کی شکل وصورت بگاڑ دی تھی۔ انصار نے کہا کہ جس دن ہمیں موقع ملے گے، ان کے ساتھ ایسا ہی کریں گے۔ جب مکہ فتح ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ آپ نے کہا کہ ہم صبر کریں گے اور انتقام نہیں لیں گے۔ صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ سوائے چار آدمی کے کسی اور سے تعرض نہ کرو۔ [1]

''ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ اسلامیہ کی راہ میں جو تکلیفیں پہنچی تھیں، اللہ نے انہیں ہر صبر کرنے کی نصیحت کی ہے، اور کہا ہے کہ اگر مشرکین مکہ اسلام قبول نہیں کرتے ہیں تو آپ غم نہ کھائیں اور ان کی سازشوں کو سوچ سوچ کر تنگ دل نہ ہوں۔ اللہ آپ کے لیے کافی اور آپ کا حامی وناصر ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے اُن بندوں کا معین و مددگار ہوتا ہے جو خیر کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں، اُن کی حفاظت کرتا ہے اور انہیں اُن کے دشمنوں پر غلبہ دیتا ہے۔ مفسر ابو السعود کہتے ہیں کہ اس حکم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ اولیٰ داخل ہیں۔ ہرم بن حیان سے ان کی جان کنی کے وقت کہا گیا کہ آپ کوئی وصیت کیجیے تو انہوں نے کہا کہ وصیت

---

[1] سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب وض سورۃ النحل، رقم: ۳۱۲۹۔ امام ترمذی نے اسے ''حسن غریب'' اور محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے '' حسن صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

مال کی ہوتی ہے، اور میرے پاس مال نہیں ہے۔ البتہ میں تمہیں سورۃ النحل کی آخری آیتوں کو یاد رکھنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔ (تیسیر الرحمٰن: ۱/۷۹۴)

صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت:

صبر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ۝۱۴۶﴾ (آل عمران: ۱٤٦)

''جنہیں اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچی اس کی وجہ سے نہ ہار مان لی اور نہ کمزور پڑے، نہ دشمن سے دب گئے اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اور رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بدلے میں بڑائی آزمائشوں میں بڑائی کے ساتھ ہے، (یعنی آزمائش جتنی عظیم ہوگی، بدلہ بھی اسی قدر عظیم ہوگا) اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند فرماتا ہے تو ان کو آزمائش سے دوچار کردیتا ہے، پس جو (اس سے) راضی ہوتا ہے، اس کے لیے (اللہ کی محبت) رضا ہے اور جو (اس کی وجہ سے اللہ سے) ناراض ہوتا ہے، اس کے لیے (اللہ کی) ناراضی ہے۔'' [1]

سیّدنا صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ ، وَإِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ .)) [2]

''مؤمن کا معاملہ بھی (اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ) عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الزهد، رقم: ٢٣٩٦ ـ سنن ابن ماجه، رقم: ٤٠٣١ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الزهد، رقم: ٢٩٩٩.

بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اُسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ کا) شکر ادا کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لیے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اگر اُسے تکلیف پہنچے، تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لیے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔"

صبر کی وجہ سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول:

جو لوگ جب انہیں کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو فوراً اللہ کی تقدیر پر اپنی رضا کا اظہار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے غلام ہیں، ہماری جانیں اور ہمارے احوال سب کچھ اللہ کی ملکیت ہیں، اس لیے ارحم الراحمین اگر اپنے غلاموں اور ان کے اموال میں تصرف کرتا ہے، تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾ ﴾

(البقرہ: ۱۵۵۔۱۵۷)

"اور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف و ہراس اور بھوک سے، اور مال و جان اور پھلوں میں کمی سے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیجیے۔ جنہیں جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو بے شک اللہ ہی کے لیے ہیں، اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ کی برکتیں اور رحمت ہوتی ہے، اور یہی لوگ سیدھی راہ والے ہیں۔"

گناہوں کی بخشش:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہنچنے والی مصیبت خواہ بیماری ہو، تھکاوٹ ہو، غم ہو یا پریشانی، اس

پر صبر کی برکات سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝﴾ (هود: ۱۱)

"سوائے ان لوگوں کے جو ہر حال میں صبر کرتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، انہی کے لیے اللہ کی مغفرت ہوگی اور بڑا ثواب ملے گا۔"

"سیّدنا ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو جب بھی کوئی پریشانی یا حزن وملال یا غم تکلیف لاحق ہوتی ہے، حتی کہ ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔" [1]

صبر کی بدولت ہدایت نصیب ہوتی ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝﴾ (السجده: ۲٤)

"اور جب انہوں نے دین کی راہ میں تکلیف و اذیت پر صبر کیا تو ہم نے اُن میں بہت سے رہنما پیدا کیے، جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔"

"مفسرین لکھتے ہیں کہ اس میں اہل اسلام کے لیے زبردست دھمکی ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کے لوگ تورات کی تحریف، سچے دین سے انحراف اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینے کی وجہ سے اللہ کے غضب کے مستحق بن گئے، اسی طرح اس اُمت کے جو لوگ قرآن وسنت سے انحراف کریں گے، بھلائی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا چھوڑ دیں گے، صبر و استقامت اور ایمان و یقین کی دولت سے محروم ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ قوم یہود

[1] صحیح بخاری، کتاب المرض، رقم: ٥٦٤١، ٥٦٤٢۔ صحیح مسلم، رقم: ٢٥٧٣۔ مسند احمد: ٤/٣، رقم: ١١٠٠٧.

کی طرح ان پر بھی ذلت و رسوائی مسلط کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرعد آیت (۱۱) میں فرمایا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ (الرعد: ۱۱) ''اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت نہیں بدل لیتی ہے۔'' (تیسیر الرحمن، ص: ۱۱۷)

بقول علامہ اقبال......

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو خیال جس کو آپ اپنی حالت بدلنے کا

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''اس آیت سے صبر کی فضیلت واضح ہے۔ صبر کا مطلب ہے اللہ کے اوامر کے بجا لانے اور ترکِ زواجر میں اور اللہ کے رسولوں کی تصدیق اور ان کے اتباع میں جو تکلیفیں آئیں، انہیں خندہ پیشانی سے جھیلنا۔ اللہ نے فرمایا، ان کے صبر کرنے اور آیات الٰہی پر یقین رکھنے کی وجہ سے ہم نے ان کو دینی امامت اور پیشوائی کے منصب پر فائز کیا۔'' (احسن البیان، ص: ۹۷۹)

صبر کی بدولت بہترین اور بغیر حساب کے اجر و ثواب:

ایمان لانے کے بعد جو کوئی بھی قرآن وسنت کے مطابق عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس دنیا میں راحت وسعادت اور وسیع رزق حلال عطا کرے گا، اور روزِ قیامت ان کے اعمالِ صالحہ کا کئی گنا بہتر بدلہ دے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾﴾ (النحل: ۹۶، ۹۷)

''تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی

رہے گا، اور جو لوگ (اللہ کے دین پر) صبر کریں گے، درانحالیکہ وہ مومن ہو گا، تو اسے ہم پاکیزہ اور عمدہ زندگی عطا کریں گے، اور ان کے اعمال سے زیادہ اچھا بدلہ انہیں دیں گے۔''

جو لوگ وطن اور قوم کو چھوڑنے کی اذیت برداشت کرتے ہیں، اور رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر کڑوے گھونٹ برداشت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بے حساب اجر و ثواب عطا کرے گا، یعنی جنت دے گا جس کی نعمتیں اَن گنت اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ (الزمر: ۱۰)

''بے شک (اللہ کی راہ میں) صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کا بے حساب اجر دیا جائے گا۔''

دوہرا اجر وثواب ملے گا:

جو لوگ صبر کریں، برائی کا جواب بھلائی سے دیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دوہرے اجر وثواب سے نوازے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿أُولَٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ﴾ (القصص: ۵۴)

''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی وجہ سے دوہرا اجر دیا جائے گا، یہ لوگ نیکی کے ذریعہ برائی کو دفع کرتے ہیں، اور جو روزی ہم نے انہیں دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

''سعید بن جبیر اور زہری رحمہما اللہ اور دیگر مفسرین سے مروی ہے کہ یہ آیتیں حبشہ کے ان نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ میں آ کر اسلام قبول کر لیا تھا، اور کافروں کے طنز اور بُری باتوں کا جواب نہیں دیا تھا۔''

(تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۱۰۷۔ تفسیر ابن کثیر: ۱۳۷/۴.)

صبر کی بنا پر جنت اور رضائے الٰہی:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مصائب اور پریشانیوں پر صبر کرنے کی وجہ سے بندے کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، درجات بلند ہوں گے اور جنتیں مل جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿١٢﴾﴾ (الدھر: ۱۲)

"اور ان کے صبر کے بدلے انہیں جنت اور ریشمی لباس دیا۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾﴾

(الرعد: ۲۲۔۲٤)

"اور جو لوگ اپنے رب کی خوشی کی خاطر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے انہیں جو روزی دی ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر اور دکھلا کر خرچ کرتے ہیں، اور بُرائی کا جواب اچھائی سے دیتے ہیں انہی لوگوں کے لیے آخرت کا گھر ہے، یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں ہیں جن میں وہ داخل ہو جائیں گے، اور ان کے آباؤ واجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو لوگ نیک ہوں گے، اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ حضرات پر آپ کے صبر کی بدولت اللہ کی سلامتی ہے، پس آخرت کا وہ گھر کیا ہی اچھا گھر ہے۔"

غور فرمائیں! اللہ تعالیٰ حاضرین کا اکرام کرتے ہوئے انہیں جنتوں میں داخل کر دے گا

اور جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور انہیں سلام کریں گے اور کہیں گے کہ یہ دائمی سلامتی کی جگہ اللہ نے تمہیں دنیا میں صبر واستقامت کے ساتھ اس کے دین پر عمل کرنے کی وجہ سے دی ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''رب کی رضا کی خاطر (ہی) وہ صبر ہے جو فائدہ مند ہے، جو بندے کو اپنے رب کی رضا کی طلب اور اس کے قرب کی اُمید کا پابند اور اس کے ثواب سے بہرہ ور کرتا ہے، اور یہی وہ صبر ہے جو اہل ایمان کی خصوصیات میں شمار ہوتا ہے۔''

(تفسیر السعدی: ۳۲۰/۲۔ طبع دار السلام، لاہور)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں کے ذریعے سے (یعنی آنکھوں سے محروم کر کے) آزماؤں، پس وہ اس پر صبر کرے تو میں اس کے بدلے اسے جنت دوں گا۔''[1]

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، (ضرور دکھلایئے!) انہوں نے فرمایا: یہ کالی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں (کہ اس بیماری سے نجات مل جائے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو چاہے تو اس تکلیف پر صبر کر، اس کے بدلے تیرے لیے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تجھے اس بیماری سے عافیت دے دے۔ اس نے کہا میں صبر ہی اختیار کرتی ہوں۔ تاہم (دورے کے وقت) میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ اللہ سے دعا کر دیں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں یہ دعا فرما دی۔''[2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المرضی، رقم: ۵۶۵۳.

[2] صحیح بخاری، کتاب المرضی، رقم: ۵۶۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۷۶.

19۔ جہاد کرنا

تعلق باللہ کے اسباب و ذرائع میں سے جہاد کرنا بھی ہے۔ آدمی اپنے خالق و مالک کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں اپنی عزیز ترین شے (جان) کی قربانی تک بھی دے دیتا ہے۔ لہٰذا اُسے اللہ تعالیٰ کا قرب اور محبت کیوں کر حاصل نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿١٥٧﴾﴾ (آل عمران: ۱۵۷)

''اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کیے جاؤ، اپنی موت مرو تو اللہ کی طرف سے بخشش و رحمت اس سے بہتر ہے جسے یہ جمع کر رہے ہیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٥٨﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿٥٩﴾﴾ (الحج: ۵۸، ۵۹)

''اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ترکِ وطن کیا، پھر وہ شہید کر دیے گئے یا اپنی موت مر گئے اللہ انہیں بہترین رزق عطا کرے گا اور بے شک اللہ روزی دینے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ انہیں اللہ ایسی جگہ پہنچائے گا کہ وہ اس سے راضی ہو جائیں گے۔ بے شک اللہ علم اور بردباری والا ہے۔''

جہاد کے مراتب:

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''جہاد کے مراتب چار ہیں:

۱۔ نفس سے جہاد کرنا۔ ۲۔ شیطان سے جہاد کرنا۔

۳۔ کفار سے جہاد کرنا۔ ۴۔ اور منافقین سے جہاد کرنا۔

جہاد بالنفس کے مراتب:

انسان نفس کے ساتھ بھی جہاد کرتا ہے۔۔رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ .)) ❶

''مومن اپنے نفس اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔''

جہاد بالنفس کے چار مراتب ہے:

پہلا مرتبہ :...... جہاد بالنفس کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ انسان طلب علم کی خاطر کوشاں رہے، اسی میں خیر اور بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ ﴾ (البقرہ: ٢٦٩)

''اللہ جسے چاہتا ہے حکم دیتا ہے، اور جسے حکمت مل گئی اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی۔''

''حکمت ، یعنی نفع بخش علوم، عقل راجح ، فہم ثاقب اور اقوال و افعال میں صائب الرائے ہونا۔ اسی لیے اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جسے اللہ نے حکمت دے دی ، اسے خیر کثیر سے نواز دیا۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک '' حکمت'' سے مراد فہم قرآن ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد فقہ اور قرآن ہے۔ امام مالک کے نزدیک ''حکمت'' فقہ فی الدین اور ایسی چیز کو کہتے ہیں جسے اللہ اپنے فضل وکرم سے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔''

(تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۵۴۔۱۵۵)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

((مَنْ جَاءَ مَسْجِدِيْ هٰذَا ، لَمْ يَأْتِهٖ إِلَّا لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهُ أَوْ يُعَلِّمُهُ ، فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ .)) ❷

---

❶ صحيح بخاري ، كتاب الجهاد، رقم: ٢٧٨٦۔ صحيح مسلم ، كتاب الأمارة ، رقم: ١٨٨٨ .

❷ سنن ابن ماجه ، المقدمة ، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم ، رقم: ٢٢٧۔ صحيح الترغيب والترهيب ، رقم: ٨٣.

” جو شخص میری اس مسجد (یعنی مسجد نبوی) میں آئے اور صرف علم سیکھنے یا سکھلانے کی غرض سے ہی آئے تو وہ بمنزلہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔“

دوسرا مرتبہ :...... دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ انسان علم سیکھنے کے بعد عمل کرے۔ کیونکہ علم بلا عمل اگر نقصان نہیں پہنچاتا تو نفع بھی نہیں دیتا۔ اور علم نفع مند نہ ہو تو خسارہ ہی خسارہ ہے۔

تیسرا مرتبہ :...... تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ انسان اس علم کی طرف دعوت کا جہاد کرے۔ لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۶۹﴾ (العنکبوت : ٦٩)

”اور جو لوگ ہمارے دین کی خاطر کوشش کرتے ہیں، ہم انہیں اپنے راستے پر ڈال دیتے ہیں، اور بے شک اللہ نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ” جو لوگ اللہ کی خاطر، نفس، شیطان اور اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے ہیں، انہیں خوش خبری دی گئی ہے کہ اللہ انہیں اعمالِ صالحہ کی توفیق دیتا ہے، تاکہ ان کے ذریعہ اس کی قربت حاصل کریں، نیز ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اللہ کی نصرت وتایید انہیں ہمیشہ حاصل رہے گی۔ وباللہ التوفیق.

اگر اس نے دعوتِ الی اللہ کا کام نہ کیا تو وہ کتمانِ علم کرنے والوں میں سے ہوگا، جن کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰۗىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ښ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۷۴﴾

(البقرہ : ١٧٤)

”جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کو چھپاتے ہیں، اور اس کے بدلے حقیر سی قیمت قبول کر لیتے ہیں، وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں،

اور قیامت کے دن اللہ اُن سے بات نہیں کرے گا، اور نہ اُنہیں پاک کرے گا،
اور اُن کے لیے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔‘‘

چوتھا مرتبہ :...... تعلیم وتعلم اور دعوتِ الی اللہ کے راستے میں پیش آنے والے مصائب، پریشانیوں پر صبر کرنا جہاد بالنفس کا چوتھا درجہ ہے۔ جب انسان یہ چاروں مراتب پورے کرلے تو تب ہی وہ عالم ربانی کہلانے کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص ان چاروں مراتب میں سے ایک مرتبہ بھی کھودے گا وہ عالم ربانی نہیں کہلا سکتا۔ یاد رہے کہ ان چاروں مراتب کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ العصر میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَالْعَصْرِ ① إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ② إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③﴾ (العصر: ۱۔۳)

’’زمانے کی قسم! بے شک انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور ایک دوسرے کو ایمان اور عمل صالح کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔‘‘

’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمانے کی قسم! انسان گھاٹے میں ہے، اس لیے کہ وہ دنیا میں جب تک زندہ رہتا ہے، اسے کوئی نہ کوئی پریشانی لاحق ہوتی رہتی ہے، اور اگر کفر پر موت ہو جاتی ہے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے، اور اپنی عزیز تر جان کو بھی کھو بیٹھتا ہے یعنی جہنم میں جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے اس کی جان عذاب میں مبتلا رہے گی۔

اس خسارے اور گھاٹے سے صرف وہی لوگ بچیں گے جن کے اندر چار صفات پائی جائیں گی:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، ان پر ایمان لائیں۔ (مراد علم ہے۔)

۲۔ عمل صالح کریں، یعنی بھلائی کے جتنے کام ہیں، ان کو بجا لائیں، چاہے ان کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہو، یا بندوں کے حقوق سے، اور چاہے وہ واجب ہوں یا مسنون یا

مستحب۔

۳۔ جس ایمان اور عمل صالح کی باتیں اوپر بیان کی گئی ہیں، ان کی وہ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کریں اور ان پر عمل کی رغبت دلائیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی بجا لانے، اور نواہی سے اجتناب میں جو تکلیف اور زحمت اُٹھانی پڑے، اس پر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کریں۔ نیز ان دیگر تکلیفوں اور مصیبتوں پر بھی ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں جو اللہ کی تقدیر کا نتیجہ ہوتی ہیں، اور جنہیں اللہ کے سوا کوئی ٹال نہیں سکتا۔

جس بندے میں یہ چاروں صفات پائی جائیں گی وہ خسارے سے بچا رہے گا، اور دونوں جہان میں فوز عظیم کا حقدار بنے گا۔'' (تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۷۶۷۔۱۷۶۸.)

جہاد الشیطان کے مراتب:

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد، ان کی فضیلت فرشتوں پر ثابت کی، اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں۔ اسی سجدہ سے مقصود آدم علیہ السلام کی تعظیم اور فرشتوں کی طرف سے ایک طرح کا اعتذار تھا اس بات پر جو اُنہوں نے سیّدنا آدم کے بارے میں کہی تھی...... مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے آدم کی انتہائے تکریم تھی۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا۔ جب کہ شیطان نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ پس شیطان کو نافرمانی اور تکبر کی وجہ سے لعنت زدہ کر دیا گیا، تو اس نے بارگاہِ رب العزت میں قسم اُٹھا کر یہ ناپاک جسارت کی کہ میں انسانوں پر آگے سے اور پیچھے سے دائیں اور بائیں اطراف سے حملہ کروں گا، اس قدر، انہیں گناہوں کی دلدل میں پھنساؤں گا کہ تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا کیونکہ وہ انسان کی خواہشات کے متعلق آگاہی رکھتا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿قَالَ فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِى لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَٰطَكَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَءَاتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَٰنِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَٰكِرِينَ ﴿١٧﴾ قَالَ ٱخْرُجْ مِنْهَا

مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ (الاعراف : ۱۶۔۱۸)

''اُس (شیطان) نے کہا، چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا، اس لیے میں تیری سیدھی راہ پر اُن کے گھات میں بیٹھا رہوں گا۔ پھر میں اُن پر حملہ کروں گا، ان کے آگے سے، اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے، اور ان کے بائیں سے، اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

اور حکمت الٰہی دیکھیے کہ ابلیس کا یہ ظن اور وہم واقعہ کے مطابق ہو گیا کہ اکثر و بیشتر انسانوں نے اس کی اتباع کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾﴾ (سبا: ۲۰)

''اور ابلیس نے بنی آدم کے بارے میں اپنا گمان سچ کر دکھایا، پس مومنوں کی ایک جماعت کے سوا سب نے اس کی پیروی کی۔''

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ اسے مختلف طریقوں سے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، کبھی یہ کہہ کر بھی بہکاتا ہے کہ اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے، اور اس کا فضل و کرم بڑا عام ہے، اس لیے یہاں خوب عیش کر لو، کبھی توبہ کر لینا تو وہ غفور رحیم تجھے ضرور معاف کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے انہیں تنبیہ کی کہ دیکھو شیطان تمہارا بڑا دشمن ہے، تم اس بات کو ہر وقت یاد رکھو تا کہ اس کے دھوکے میں نہ پڑ جاؤ، اس لیے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو ایسے ہی اعمال کی دعوت دیتا ہے جن کا لازمی نتیجہ عذاب نار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ﴿۶﴾﴾

(فاطر: ۵، ۶)

''اے لوگو! اللہ کا وعدہ برحق ہے، پس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور شیطان تمہیں اللہ کی طرف سے دھوکے میں نہ ڈال دے۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، تو تم بھی اس سے دشمنی رکھو، وہ تو اپنے گروہ کو بلاتا ہی ہے تاکہ سب اہل جہنم میں سے ہو جائیں۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیطان مردود سے تمام جہات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہی جہاد الشیطان ہے۔ جہاد الشیطان کے دو مرتبے ہیں:

پہلا مرتبہ :......شیطان انسان کے دل و دماغ میں کثرت سے شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے، گناہوں کو خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے اور انہیں کر گزرنے کو ان کے لیے آسان بنا دیتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے فوراً ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ'' پڑھتے ہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ اور یقین کرتے ہیں، چنانچہ ایسا کرنے سے اللہ کے فضل وکرم سے ان شکوک وشبہات سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۲۰۰، ۲۰۱)

''اور اگر کوئی شیطانی وسوسہ آپ کو اُکسائے تو اللہ کے ذریعہ پناہ مانگئے، بے شک وہ سب سے بڑا سننے والا، سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ بے شک اللہ سے ڈرنے والوں کو جب شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ لاحق ہوتا ہے، تو وہ اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں، پھر وہ اچانک بصیرت والے بن جاتے ہیں۔''

اور سورۃ المؤمنون میں دعا سکھلائی کہ پڑھا کرو:

﴿رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝﴾ (المؤمنون: ۹۷، ۹۸)

''اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی چھیڑ سے، اور میں تیری

پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ جائیں۔“

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”شیطان تمہارے کسی کے پاس آتا ہے اور وہ اسے اس وسوسہ میں مبتلا کرتا ہے کہ فلاں کا خالق کون ہے؟ فلاں کا خالق کون ہے؟ یہاں تک کہ وہ کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کا خالق کون ہے؟ جب کوئی شخص اس قول تک پہنچ جائے تو وہ ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ“ کہے اور اس سوچ سے باز آ جائے۔“ ❶

اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیطان سے تمام جہات سے پناہ مانگنے کی تعلیم بایں الفاظ دی۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درج ذیل دُعا صبح و شام کبھی بھی نہیں چھوڑتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ أَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِیْ دِيْنِیْ وَدُنْيَايَ وَأَهْلِیْ وَمَالِیْ. اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِیْ۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ يَّمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَأَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ.)) ❷

”اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا طلب گار ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین، اپنی دنیا، اپنے اہل اور اپنے مال میں عفو و عافیت کا طلب گار ہوں۔ اے اللہ! میرے عیوب کو ڈھانپ دے اور مجھے گھبراہٹوں سے امن عطا کر۔ اے اللہ! میرے سامنے، پیچھے، دائیں جانب، بائیں جانب اور میرے اوپر سے مجھے محفوظ فرما اور میں تیری عظمت کے وسیلہ سے اس بات سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں اچانک نیچے سے ہلاک کیا جاؤں یعنی زمین میں دھنسا دیا جاؤں۔“

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم: ۳۲۷۶۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۱۴ / ۱۳۴.

❷ سنن ابو داؤد کتاب الأدب، رقم: ۵۰۷۴۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۳۸۷۱۔ المشکوٰۃ، رقم: ۲۳۹۷۔ الكلم الطيب، رقم: ۲۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

اس دعا میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ذریعہ مردود شیطان کے وسوسوں اور شرارتوں سے ہر طرف سے پناہ مانگی ہے۔

دوسرا مرتبہ :......شیطان انسان کو بے حیائی اور بُرائی کا حکم دیتا ہے۔ پس اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھنا، بے حیائی سے رُکنا اور صبر کرنا جہاد الشیطان کا دوسرا مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَ اللّٰهُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۸﴾ ﴾ (البقرہ: ۲٦٨)

''شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے، اور بُرائی کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تمہیں مغفرت اور فضل وکرم کا وعدہ کرتا ہے، اور اللہ بڑا ہی کشائش اور علم والا ہے۔''

اور جو بندے صبر کرتے ہوئے اپنے نفس پر قابو پا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُنہیں امامت دین سے نواز دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۫ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ ﴾ (السجدہ: ٢٤)

''اور جب انہوں نے دین کی راہ میں تکلیف و اذیت پر صبر کیا تو ہم نے اُن میں بہت سے رہنما پیدا کیے جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور ہماری آیتوں پر یقین کرتے تھے۔''

غور فرمائیں! صبر اور یقین کی بنیاد پر جب امامت دین مل جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ صبر سے خواہشاتِ نفسانی اور فاسد ارادے ملیا میٹ ہو جاتے ہیں جب کہ یقین سے شکوک و شبہات ختم ہو جاتے ہیں۔

جہاد الکفار والمنافقین کے مراتب:

اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کرنے، اُن پر شدت کے ساتھ حملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم (۱) دل، (۲) زبان، (۳) مال اور (۴) جان سب کے ذریعہ جہاد

کرنے کو شامل ہے۔ جہاد کا پہلا مرتبہ حکمت اور دانائی اور نرم اسلوب کے ساتھ اللہ کی بات کو ان کے سامنے رکھنا، انہیں دلائل و براہین کے ذریعہ قائل کرنا ہے۔اور اگر یہ اسلوب کارآمد نہیں ہوتا، اور دشمنانِ دین اسلام کے خلاف برسر پیکار ہو جائیں تو ہتھیار اُٹھا لینا واجب ہو گا، اور میدانِ کارزار میں انہیں شکست دے کر اسلام کو غالب بنانا ہوگا۔

کافروں اور منافقوں کا یہ انجام یعنی اُن سے جہاد کیا جانا دنیا میں ہوگا، اور آخرت میں اُن کے کفر و نفاق کی وجہ سے اُن کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جو بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ۝٩ ﴾ (التحريم : ٩)

''اے نبی! آپ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد کیجیے، اور اُن پر سختی کیجیے، اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔''

مزید برآں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُقَٰتِلْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝٧٤ ﴾ (النساء: ٧٤)

''اور جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پالے یا غالب آجائے، یقیناً ہم اسے بہت بڑا ثواب عنایت فرمائیں گے۔''

فائدہ:...... یاد رہے کہ جہاد الکفار ہاتھ کے ساتھ خاص ہے جب کہ منافقین کو زبان سے ہی سمجھایا جائے گا، ان سے قتال کرنا ممنوع ہے۔جیسا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُسوۂ حسنہ سے واضح ہے۔

فحاشی، عریانی، ظلم اور شرک و بدعات کے خلاف جہاد کے مراتب:

فحاشی، عریانی، ظلم اور شرک و بدعات کے خلاف جہاد کے تین مراتب ہیں:

(۱) ہاتھ (۲) زبان اور (۳) دل کے ساتھ جہاد کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ

گرامی ہے:

((مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ ، فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ ، فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ .)) ❶

''جو شخص کسی غیر شرعی کام کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اُسے روکے، اگر (ہاتھ سے روکنے کی) طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر (زبان سے روکنے کی) طاقت نہیں تو دل سے (بُرا جانے) اور دل سے بُرا جاننا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

پس جہاد فی سبیل اللہ کے یہ تیرہ (۱۳) مرتبے ہیں۔ اور انہیں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ ، وَلَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ ، مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِنَ النِّفَاقِ .)) ❷

''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے جہاد کیا، نہ اس کے دل میں جہاد کا خیال آیا تو وہ ایک قسم کی منافقت پر فوت ہوا۔'' ❸

راہِ جہاد میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢١﴾﴾ (التوبہ: ۱۲۱)

''اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب ان کے نام لکھا گیا تاکہ اللہ ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔''

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۴۹/۷۸.

❷ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، رقم: ۱۹۱۰۔ سنن ابو داؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲۵۰۲۔ سنن نسائی، کتاب الجهاد، رقم: ۳۰۹۹.

❸ زاد المعاد، لابن القیم: ۳/۹۔۱۰۔ بتعدیل.

سیّدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا، دنیا اور جو کچھ اس پر ہے، سے بہتر ہے۔ اور جنت میں تمہارے کسی ایک کوکوڑے جتنی جگہ مل جانا، دنیا اور جو کچھ اس پر ہے، سے بہتر ہے۔ اور اللہ کے راستے میں ایک شام یا ایک صبح کو چلنا، دنیا اور جو کچھ اس پر ہے، سے بہتر ہے۔'' ❶

جنت کا ایک دروازہ مجاہدین کے لیے خاص ہے:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے گا اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا، اے اللہ کے بندے! یہ بہتر ہے۔ پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا اسے باب الصلاۃ سے پکارا جائے گا۔ اور جو جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا۔'' ❷

جہاد کے لیے جانے والا اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَــلَاثَةٌ فِيْ ضَمَانِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ : رَجُلٌ خَرَجَ اِلَى مَسْجِدٍمِنْ مَسَـاجِدِ الـلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ، وَرَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَرَجُلٌ خَرَجَ حَاجًّا .)) ❸

''تین آدمی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں۔ اللہ کی مسجدوں میں سے کسی مسجد کی طرف جانے والا۔ اللہ کی راہ میں جہاد پر جانے والا اور حج کے لیے جانے والا۔''

شہید کو مردہ مت کہو:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ

❶ صحيح بخاری ، كتاب الجهاد، رقم: ٢٨٩٢.

❷ صحيح بخاری ، كتاب الصوم، رقم: ١٨٩٧.

❸ مسند حمیدی، رقم: ١٠٩٠۔ یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

﴿وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (البقرہ : ۱۵۴)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں اُن کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (اس کا) شعور نہیں رکھتے۔''

مزید فرمایا کہ انہیں روزی دی جاتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جو اکرام کا معاملہ کیا ہے، اس سے غایت درجہ خوش ہیں، اور دنیا میں اُن کے جو مومن بھائی رہ گئے ہیں، اُن کے بارے میں سوچ سوچ کر خوش ہوتے ہیں کہ انہیں بھی دنیا سے رخصت ہونے کے بعد نہ کوئی خوف لاحق ہوگا، اور نہ کسی بات کا غم ہوگا، اور جنت کی نعمتوں اور آسائشوں سے مستفید ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٧١﴾﴾ (آل عمران : ۱۶۹۔ ۱۷۱)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے آپ انہیں مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ تو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، اور انہیں روزی دی جاتی ہے۔درانحالیکہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے اس پر خوش ہیں، اور ان لوگوں کے بارے میں خوش ہو رہے ہیں جو ابھی اُن کے بعد اُن سے آکر ملے نہیں ہیں، کہ ان پر نہ خوف طاری ہوگا اور نہ غم لاحق ہوگا۔اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں، اور بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے۔''

''حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت بڑی تسلی دی ہے، کہ جو مسلمان میدانِ اُحد میں کام آ گئے انہیں آپ لوگ مردہ نہ کہیں، وہ تو اللہ کے پاس حقیقی زندگی گزار رہے ہیں، اور ہر طرح کی نعمتوں

سے مستفید ہو رہے ہیں۔" (تیسیر الرحمٰن، ص: ۲۲۳)

سب سے افضل گھر شہداء کا گھر ہے:

سیّدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِي فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ وَاَدْخَلانِي دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا قَالَ أَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ .)) [1]

"میں نے رات کو دیکھا دو آدمی میرے پاس آئے وہ مجھے درخت پر لے کر چڑھے اور ایسے گھر میں داخل کیا جو بہت خوبصورت اور نہایت ہی شاندار تھا، اس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا، انہوں نے کہا یہ گھر شہداء کا گھر ہے۔"

20۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت ونصرت

تعلق باللہ کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی حفاظت کرے، اس کی نصرت کرے اور اس کے مصائب کو برداشت کرے، اُن پر صبر کا مظاہرہ کرے اور حتی کہ دین اسلام کی حفاظت کی خاطر جان قربانی کرنے سے بھی گریز نہ کرے۔ اس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد فرماتا ہے، ان کی حفاظت کرتا ہے اور ثابت قدمی کی توفیق بخشتا ہے۔

دین کی حفاظت کی بدولت اللہ تعالیٰ کی حفاظت:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے لڑکے! میں تجھے چند کلمے سکھاتا ہوں (جو یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ (دین و دنیا کے فتنوں میں) تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر تو اُسے اپنے ساتھ پائے گا، جب سوال کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کر، جب مدد مانگنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگ، اور اچھی طرح جان لے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد، رقم: ۲۷۹۱.

کہ اگر سارے لوگ تجھے نفع پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکیں گے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر سارے لوگ تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو تجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم (تقدیر لکھنے والے) اُٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے جن میں تقدیر لکھی گئی ہے، خشک ہو چکے ہیں۔'' [1]

نصرتِ الٰہی اور ثبات قدمی عطا ہونا:

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اس کے دشمنوں سے قتال کرتے ہیں، تو وہ اُن کی مدد کرتا ہے، انہیں غالب بناتا ہے، ہر معرکۂ جہاد میں انہیں ثابت قدمی عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷ ﴾ (محمد : ۷)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہیں ثابت قدمی عطا کرے گا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ﴾ (الحج : ۴۰)

''اور اللہ یقیناً ان کی مدد کرتا ہے جو اس (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنی جانوں، اموال، اقوال اور افعال کے ذریعہ اس سچے اور سُچے دین کی نصرت کریں، اس کی حفاظت کریں جسے اللہ رب العزت نے اپنی طاعت و بندگی کی خاطر نازل فرمایا ہے۔ اور جیسے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، دعوت کے کام میں ان کی مدد کی، اور ان سے وعدہ

---

[1] سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، رقم: ۲۵۶۱۔ المشکوٰة، رقم: ۵۳۰۲۔ ظلال الجنة، رقم: ۳۱۶۔۳۱۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کیا کہ وقت آنے پر وہ اپنی جانوں کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُوٓاْ أَنصَارَ ٱللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّـۧنَ مَنْ أَنصَارِىٓ إِلَى ٱللَّهِ ۖ قَالَ ٱلْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ ۖ فَـَٔامَنَت طَّآئِفَةٌ مِّنۢ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ وَكَفَرَت طَّآئِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُواْ ظَٰهِرِينَ ﴿١٤﴾ ﴾

(الصف : ١٤)

''اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ، جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا کہ دعوت الی اللہ کی راہ میں میری کون مدد کرے گا، حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، پس بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئی، اور دوسری جماعت کافر ہوگئی، تو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی، پس وہ غالب ہوگئے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ''جب حواریوں نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے ہم آپ کی مدد کریں گے، تو انہوں نے انہیں اسرائیلیوں اور یونانیوں کے پاس توحید کے ساتھ بھیجا۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حج کے دنوں میں اسی طرح کیا کرتے تھے کہ کون ہے جو مجھے پناہ دے، تاکہ میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں، اس لیے کہ قریش نے مجھے اس کام سے روک دیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی مدد کی۔ انصار نے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آجائیں گے تو ہم ہر طرح آپ کا دفاع کریں گے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر مہاجرین کے ساتھ ہجرت کر کے وہاں پہنچے تو انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس لیے اللہ اور اس کے رسول نے انہیں ''انصار'' کا لقب دیا، جو ان کا نام بن گیا۔'' (تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ)

''مفسرین لکھتے ہیں کہ اس میں مومنوں کو ان کے رب کی جانب سے نصرت وتائید اور فتح

وکامرانی کی خوشخبری دی گئی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ دین حق کی سربلندی کے لیے متحد ہوکر کوشش کریں، اور نزاع واختلاف سے یکسر دُور رہیں۔ وباللہ التوفیق۔'' (تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۵۸۵)

21۔ علم کا حصول

علم قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ علم انسان میں خشیت الٰہی پیدا کر کے رب کے بڑا قریب کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰٓؤُا ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾﴾

(فاطر: ۲۸)

''بلاشبہ اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں، بلاشبہ اللہ خوب غالب ہے بہت بخشنے والا۔''

الشیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یہ (آیت) اللہ تعالیٰ کے وسعت علم کی دلیل ہے نیز اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ مگر غافل شخص ان تمام اشیاء کو غفلت کی نظر سے دیکھتا ہے ان چیزوں کو دیکھ کر اسے نصیحت حاصل نہیں ہوتی ان چیزوں سے صرف وہی لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اپنے فکر راست کی بنا پر ان میں پنہاں اللہ تعالیٰ کی حکمت کو جانتے ہیں، بنا بریں فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰٓؤُا﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے تو اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔'' جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، خشیت الٰہی سے گناہوں سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنے کی موجب بنتی ہے۔

یہ آیت کریمہ علم کی فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ علم انسان کو خشیت الٰہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ خشیت الٰہی کے حامل لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اکرام وتکریم کے اہل ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸﴾

(البينة : ۸)

"اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔" [1]

سیّدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کے کفر وعناد اور استہزاء کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ لوگو! اللہ نے مجھے علم ونبوت کی نعمت سے نوازا ہے اور میری حلال روزی میں خوب وسعت عطا فرمائی ہے، تو کیا میرے لیے یہ مناسب ہے کہ صرف تمہیں خوش رکھنے کے لیے اللہ کی وحی میں خیانت سے کام لوں، لوگوں کو شرک وظلم سے روکنا اور اصلاح نفس کی دعوت دینا چھوڑ دوں؟ اور میں نہیں چاہتا کہ جن کاموں سے تمہیں روکتا ہوں وہی کام میں خود کروں۔ تمہیں تو بتانِ باطلہ کی عبادت کرنے سے روکوں اور خود اس پر عمل نہ کروں۔ اور میں نے جو تمہیں بھلائی کے کام کرنے کی دعوت دی ہے، اور برائی سے منع کیا ہے، تو میرا مقصود تمہاری اصلاح ہے، اور مجھے ہر بھلائی کے کام کی توفیق بخشنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، میرا بھروسا صرف اسی پر ہے اور خوشی اور غم ہر حال میں میرا ملجا وماویٰ صرف وہی ہے:

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝۸۸﴾ (هود: ۸۸)

"شعیب نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اگر میں اپنے رب کی جانب سے ایک صاف اور روشن راہ پر قائم ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے اچھی روزی دی ہے (تو کیا میں اسے چھوڑ دوں) اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تم کو روکتا ہوں اس کے الٹا کرنے لگوں، میں تو اپنی طاقت کی حد تک صرف اصلاح کا

---

[1] تفسير السعدى، تحت الآية ، طبع دار السلام ، لاهور۔

ارادہ رکھتا ہوں، اور مجھے توفیق دینے والا صرف اللہ ہے، میں نے اسی پر بھروسا کیا ہے، اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔"

علم کی وجہ سے رحمت باری تعالیٰ کا نزول:

علم سے اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل ہوتی ہے اور سیدھے راستے کا تعین ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹ ﴾ (الزمر: ۹)

"کیا بھلا وہ شخص جو رب العالمین کی رحمت کے بل بوتے پر، آخرت سے ڈرتے ہوئے اپنی ساری رات قیام وسجود میں گزار دیتا ہے۔ اے نبی! کہہ دیجیے، کیا علم والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔"

علم بلندیٔ درجات کا سبب ہے:

علم حاصل کرنا انسان کے لیے بلندی درجات کا سبب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی دنیا اور آخرت دونوں جگہ اُن کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۱ ﴾ (المجادلة: ۱۱)

"اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور اہل علم کے درجات بلند کرے گا، اور اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔"

علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "یعنی اللہ مومنوں کو غیر مومنوں پر، اور اہل علم کو غیر اہل علم پر کئی گنا فوقیت دیتا ہے۔ تو جو شخص ایمان اور عمل دونوں سے بہرہ ور ہوگا، اسے اللہ تعالیٰ ایمان کی وجہ سے کئی درجات دے گا، اور پھر علم کی وجہ سے کئی درجات عطا کرے گا۔" (فتح القدير: ۷۹۹/۲)

اور رسول رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ .)) [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو تو بلندیٔ درجات سے نواز دیتا ہے، اور کچھ لوگوں کو پستی کی گہرائیوں میں دھکیل دیتا ہے۔''

علم کی راہ میں سفر جنت میں لے جاتا ہے:

حصولِ علم کے لیے سفر کرنا ایسے ہی ہے جیسے جنت کی طرف سفر کرنا ہے۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے کسی راستے پر چلا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دے گا۔ اور جو لوگ بھی جمع ہو کر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور معانی بیان کرتے ہیں، ان پر (اللہ کی طرف سے) سکینت نازل ہوتی ہے، اور رحمت ان پر ڈھلکتی ہے، اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ان فرشتوں میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں، اور جس کا عمل تاخیر کرے اس کا نسب جلدی نہیں کرے گا۔ (یعنی اعمال میں سستی کرنے والے کو نسب کی وجہ سے نجات نہیں مل سکے گی۔)'' [2]

علم بہترین صدقہ جاریہ:

جب انسان فوت ہو جاتا ہے، تو اس کے ساتھ ہی اعمال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، لیکن فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تین اعمال جن میں سے علم بھی ہے کا اجر و ثواب سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ ، اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ : اِلَّا مِنْ

---

[1] صحيح مسلم، باب فضل من يقوم بالقرآن و يعلمه و فضل من تعلم حكمة من فقه اوغيره فعمل بها و علمها ، رقم: ١٨٩٧.

[2] صحيح مسلم، كتاب الدعوات، رقم: ٦٨٥٣.

صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ، أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْلَهُ .)) ❶

''جب انسان فوت ہوتا ہے، تو تین قسم کے اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال کے ثواب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے: (۱) صدقہ جاریہ، (۲) علم جس سے بعد میں بھی فائدہ اُٹھایا جائے، (۳) نیک اولاد جو اس (میت) کے لیے دعا کرتی ہو۔''

22۔ اخلاق حسنہ

اخلاق حسنہ، میں لوگوں کے ساتھ حسن سلوک، اچھا برتاؤ بھی اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے۔ لہٰذا تعلق باللہ کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے اخلاق کو درست کرے اس میں حسن پیدا کرے، رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اچھا اخلاق سکھلائیں۔ اور اچھے اخلاق کی بلندیوں تک پہنچا دیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ .)) ❷

''میں حسن اخلاق کو پورا کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔''

''اخلاق حسنہ'' سے مراد کیا ہے؟ اس کی تفسیر عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے بایں الفاظ کی ہے: ((هُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَكَفُّ الْاَذٰى)) ''یعنی حسن اخلاق نام ہے خوش رُوئی کا، مال خرچ کرنے کا اور کسی کو تکلیف نہ دینے کا۔'' دیکھئے، حسن اخلاق کا دائرہ کتنا وسیع تر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھا وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو:

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

((لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاحِشًا ، وَلَا مُتَفَحِّشًا ، وَكَانَ يَقُوْلُ : إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا .)) ❸

❶ صحيح مسلم، كتاب الوصية ، رقم : ٤٢٣٣ .

❷ مؤطا مالك، كتاب حسن الخلق ، باب ما جاء في حسن الخلق ، رقم : ٨ .

❸ صحيح بخاري ، كتاب الأدب، رقم : ٦٠٢٩ـ صحيح مسلم، رقم : ٦٠٣٢١ .

”رسول اللہ ﷺ نہ تو بے حیائی کی بات زبان سے نکالتے، اور نہ بے حیائی کا کام کرتے، اور نہ دوسروں کو بُرا بھلا کہتے، اور آپ ﷺ فرماتے تھے: ”تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہیں۔“

اخلاقِ حسنہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت:

اچھے اخلاق و کردار کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ ، وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ ، وَمَا لَا يُعْطِيْ عَلَى مَا سِوَاهُ .)) [1]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے، اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ نرمی پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو کہ سختی، اور اس کے علاوہ کسی دوسری چیز پر عطا نہیں فرماتا۔“

عبدالقیس کا جو وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا، اس کے اور آدمی تو مدینہ پہنچتے ہی آپ کی طرف دوڑ پڑے۔ نہ نہایا نہ دھویا اور نہ اپنے سامان کو ٹھیک سے کہیں جمایا، حالانکہ دُور سے آئے تھے، گرد و غبار سے اَٹے ہوئے تھے، ان کے برعکس ان کے سردار نے جلد بازی کا کوئی مظاہرہ نہ کیا۔ اطمینان سے اُترے۔ سامان کو قرینے سے رکھا۔ سواریوں کو دانہ پانی دیا۔ پھر نہا دھو کر وقار کے ساتھ رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا:

((اِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: اَلْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ .)) [2]

”تمہارے اندر دو ایسی (اخلاقی) خوبیاں پائی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں، اور وہ ہیں برد باری (غیر جذباتیت) اور وقار و سنجیدگی۔“

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٢٥٩٣.

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ١٧، ١٨.

اچھا اخلاق تکمیل ایمان کا باعث ہے:

اخلاق حسنہ سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا .)) [1]

”سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں۔“

منافق اخلاقِ حسنہ اور تفقہ فی الدین سے عاری رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِيْ مُنَافِقٍ: حُسْنُ سَمْتٍ ، وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ .)) [2]

”دو خصلتیں اور عادتیں منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں: اچھا اخلاق اور تفقہ فی الدین۔“

اچھا اخلاق مومن کے میزان کے وزنی ہونے کا سبب ہے:

سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا شَيْءٌ اَثْقَلُ فِي مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَيَبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ .)) [3]

”روزِ قیامت مومن کے میزان میں اچھے اخلاق سے وزن میں کوئی چیز نہیں ہو گی ، اور بے شک اللہ فحش گو، بدکلام کو پسند نہیں فرماتا۔“

اچھا اخلاق روزِ قیامت قربِ رسول ﷺ کا ذریعہ ہے:

اچھے اخلاق کی وجہ سے لوگ روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوں گے۔ جب کہ بد اخلاق آپ سے انتہائی دُور ہوں گے، سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سنن ابو داؤد، کتاب السنة ، رقم: ٤٦٨٢ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔

[2] سنن ترمذی ، کتاب العلم، رقم: ٢٦٨٤ ۔ المشكاة ، رقم: ٢١٩ ۔ سلسلة الصحيحة ، رقم: ٢٧٨ .

[3] سنن ترمذی ، کتاب البر والصلة ، رقم: ٢٠٠٢ ۔ سلسلة الصحيحة ، رقم: ٨٧٦ .

((اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا .)) ❶

''تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور روزِ قیامت میرے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے اخلاق میں سب سے زیادہ اچھے ہوں گے۔''

اخلاق حسنہ سے انسان عند اللہ مقامِ عبدیت حاصل کر لیتا ہے:

تواضع اور عاجزی اخلاق حسنہ میں شامل ہے، کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صفت تواضع کے بغیر عبدیت کے مقام پر فائز نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں زمین پر چال و گفتار اور کردار میں عاجزی اپنانے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ میرے بندے وہی ہیں جو عاجزی اختیار کرتے ہیں:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝۶۳ ﴾ (الفرقان : ٦٣)

''اور رحمٰن کے نیک بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب نادان لوگ ان کے منہ لگتے ہیں تو سلام کر کے گزر جاتے ہیں۔''

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ ریا کاری میں بیماروں کی طرح چلتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اس طرح چلتے تھے کہ جیسے اوپر سے نیچے اُتر رہے ہوں۔ ❷

بلندئ درجات:

جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ دَرَجَةً ، رَفَعَهُ اللّٰهُ دَرَجَةً ، حَتَّى يَجْعَلَهُ فِي

---

❶ سنن ترمذی ، ابواب البر والصلة ، رقم: ٢٠١٨ـ سلسلة الصحيحة ، رقم : ٧٩١.

❷ سنن ترمذی ، كتاب المناقب، رقم : ٣٦٣٧، ٣٦٣٨ـ مختصر الشمائل ، رقم : ٤٠ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

عِلِّيِّينَ .)) ❶

''جو شخص اللہ کے لیے ایک درجہ عاجزی اختیار کرے، اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے، حتی کہ اسے مقام علیین میں پہنچا دیتا ہے۔''

23۔ حلال کمانا اور حلال رزق کھانا

اللہ عزوجل نے اپنی معرفت کو ریاضت اور حلال کمانے اور حلال کھانے کی مشقت میں رکھا ہے، جو اللہ تعالیٰ سے تعلق اس ذریعے سے بنانے کی کوشش کرے گا اور اس کے تقاضے پورے کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب کے مقام پر فائز کر دے گا۔

انبیاء کرام علیہم السلام نے ہمیشہ رزق حلال استعمال کیا اور اس کے لیے محنت و مشقت سے کام کیا اور پھر اس رزق حلال سے توانائی حاصل کر کے زہد و تقویٰ اور پرہیز گاری کو اختیار کیے رکھا تھوڑی روزی پر قناعت کی ، اپنی ضروریات کو کم کر لیا اور اپنے رزقِ حلال میں سے غرباء و مساکین کا حق ادا کیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ ، وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ .)) ❷

''اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا ، اور اللہ تعالیٰ کے نبی (سیّدنا) داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔''

اس حدیث کا مقصود گداگری اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکنا ہے، اور اس بات کی تعلیم دینی ہے کہ آدمی کو اپنی روزی خود کمانی چاہیے، کسی شخص پر بوجھ بن کر زندگی نہیں گزارنی چاہیے۔

❶ مسند احمد: ٣/٧٦۔ مسند ابو یعلیٰ، رقم: ١١٠٩۔ سنن ابن ماجة ، رقم: ٤١٧٦۔ صحیح ابن حبان، رقم: ٥٦٧٨۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری ، کتاب البیوع، رقم: ٢٠٧٢.

رزق حلال کی وجہ سے عبادت کی قبولیت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور وہ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے، چنانچہ اس نے فرمایا: ''اے پیغمبرو! پاکیزہ روزی کھاؤ اور نیک عمل کرو۔'' اور مومنین کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ ''اے اہل ایمان! جو پاک اور حلال چیزیں ہم نے تم کو عطا کی ہیں، وہ کھاؤ۔''

پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبی مسافت طے کر کے مقدس مقام پر آتا ہے، غبار سے اٹا ہوا ہے، گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے: ''اے میرے رب! (اور دعائیں مانگتا ہے)۔ حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی پر وہ پلا ہے، تو ایسے شخص کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے۔'' [1]

رزقِ حلال کمانے کی وجہ سے محبت رسول ﷺ:

رزق حلال کمانے والے شخص کے ہاتھ کا رسول اللہ ﷺ نے بوسہ لے کر بتا دیا کہ وہ حلال کمانے والوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا سعد انصاری رضی اللہ عنہ، رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں قدرے اور سخت پن محسوس کیا تو آپ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ چنانچہ سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوہار کا کام کرتا ہوں، پس لوہے کے کوٹتے کوٹتے ہاتھوں کا یہ حال ہو گیا ہے۔ اس پر آپ نے کمالِ محبت سے سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چوم لیے اور فرمایا: ((هٰـذِهِ يَـدٌ يُحِبُّهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ)) ''یہ وہ ہاتھ ہے جسے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔'' [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم: ۲۳۴۶.
[2] الإصابة في تعريف الصحابة، لابن حجر.

کسب حلال کے متعلق علمائے سلف کے خیالات:

☆ حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے: میں نے یونس سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ ''بندہ حلال ذریعے سے کمائے تو خرچ بھی حلال ذرائع پر کرے۔'' [1]

☆ فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صدق مقال اور کسب حلال بہت ہی عمدہ اور افضل عمل ہیں۔ ان کے بیٹے نے کہا: اے ابا جان! حلال کمانا بڑا مشکل ہے۔ فرمانے لگے: اے بیٹے! یہی وجہ ہے کہ وہ تھوڑا خرچ کیا ہوا مال بھی اللہ کے ہاں بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے۔'' [2]

☆ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے تھے:

اَلْمَالُ یَذْهَبُ حِلُّهُ وَحَرَامُهُ
یَوْمًا وَتَبْقٰی فِیْ غَدٍ آثَامُهُ
لَیْسَ التَّقِیُّ بِمُتَّقٍ لِإِلٰهِهِ
حَتَّی یَطِیْبَ شَرَابُهُ وَطَعَامُهُ
وَیَطِیْبَ مَا یَحْوِی وَتَكْسِبُ كَفُّهُ
وَیَكُوْنَ فِي حُسْنِ الْحَدِیْثِ كَلَامُهُ
نَطَقَ النَّبِیُّ لَنَا بِهِ عَنْ رَبِّهِ
فَعَلَی النَّبِیِّ صَلَاتُهُ وَسَلَامُهُ [3]

''جائز و ناجائز ذرائع سے کمایا ہوا مال تو ختم ہو جائے گا، لیکن اس کے اچھے یا بُرے اثرات باقی رہ جائیں گے۔ متقی وہ نہیں جو محض رب سے ڈرتا ہو، متقی وہ ہے جس کا کھانا اور پینا حلال کا ہو، بات میں سچا ہو، ہاتھ سے کمانے والا ہو اور اس کی بات میں حسن و خوبصورتی ہو۔ یہ بات ہمیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے بذریعہ وحی بیان فرمائی ہے۔''

---

[1] السیر: ۶/۲۹۳.
[2] السیر: ۸/۴۲۶.
[3] السیر: ۱۱/۹۴.

باب نمبر 3

فوائد و ثمرات

گزشتہ باب میں تعلق باللہ کے اسباب و ذرائع کا بیان گزر چکا ہے، اس باب میں فوائد وثمرات کا بیان ہے۔ جن کی فہرست ذیل میں مذکور ہے۔ بعد میں تفصیل ہوگی:

۱۔ تکمیل ایمان	۲۔ بیماری سے شفاء
۳۔ مصائب و مشکلات سے چھٹکارا	۴۔ غموں سے نجات
۵۔ محتاجی اور مفلسی کا خاتمہ	۶۔ اطمینان قلب
۷۔ نعمتوں میں اضافہ	۸۔ ایمان کی مٹھاس محسوس ہونا
۹۔ دوسرے لوگوں کے دلوں میں محبت	۱۰۔ رحمت الٰہی کا نزول
۱۱۔ اللہ تعالیٰ کا یاد کرنا	۱۲۔ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں
۱۳۔ قرض سے نجات اور فراوانی رزق	۱۴۔ ہدایت اور تقویٰ نصیب ہونا
۱۵۔ نصرت الٰہی	۱۶۔ حفاظت الٰہی
۱۷۔ قرب الٰہی	۱۸۔ اللہ تعالیٰ کی خوشی نصیب ہونا
۱۹۔ اکرامِ الٰہی	۲۰۔ محبت الٰہی
۲۱۔ اللہ کی معیت	۲۲۔ گناہوں کی معافی
۲۳۔ عذابِ الٰہی سے بچاؤ	۲۴۔ جنت کا حصول
۲۵۔ اجر عظیم	۲۶۔ بلندئ درجات
۲۷۔ عرش عظیم کا سایہ	۲۸۔ اللہ سے شرفِ ہمکلامی
۲۹۔ دیدارِ الٰہی	۳۰۔ جہنم سے بچاؤ

۱۔ تکمیل ایمان:

تعلق باللہ سے انسان کا ایمان تکمیل کو پہنچتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((اَکْمَلُ الْمُوْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا .)) ❶

”سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں۔“

مزید برآں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

((لَا یُوْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَاَهْلِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ .)) ❷

”تم میں سے کوئی شخص اتنی دیر تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان، اولاد، بیوی اور حتی کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ جانے۔“

دعا:

((أَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَأَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ .)) ❸

”اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھنا چاہے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو مارنا چاہے اسے ایمان پر موت دے۔“

۲۔ بیماری سے شفا:

تعلق باللہ کا فائدہ یہ بھی ہے کہ بیماری سے شفا مل جاتی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے:

﴿وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾﴾ (الشعراء: ۸۰)

---

❶ سنن ابوداود، کتاب السنة، رقم: ٤٦٨٢۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، رقم: ١٤۔ صحیح مسلم، رقم: ٤٤.

❸ صحیح ابوداؤد، کتاب الجنائز، رقم: ٣٢٠١۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی اللہ مجھے شفا دیتا ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض بیمار لوگوں کے جسم پر داہنا ہاتھ مبارک پھیرتے اور ساتھ یہ دعا پڑھتے:

((أَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ ، أَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِهٖ وَأَنْتَ الشَّافِيْ ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَآؤُكَ ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا .)) [1]

''اے لوگوں کے رب! بیماری دُور فرما اور شفا عنایت کر، تو ہی شفا دینے والا ہے، اصل شفا وہی ہے جو تو عنایت فرمائے ، الٰہی! صحت عطا فرما کہ کسی قسم کی بیماری باقی نہ رہے۔''

غور فرمائیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاء اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں اور فرماتے ہیں: ((اَنْتَ الشَّافِيْ)) یہ الفاظ قابل غور ہیں، یہ جملہ مرکب ہے، اور دوسرا اجزاء ((أَنْتَ)) اور ((الشَّافِيْ)) معرفہ ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ مرکب کے دونوں اجزاء معرفہ ہوں تو فائدہ حصر کا ہوگا۔ پھر ترجمہ یوں ہوگا کہ: ''اے اللہ! شفا صرف تو ہی دیتا ہے، تیرے سوا شفا دینے والا کوئی نہیں۔''

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث غلام میں ارشاد فرمایا:

((اِنِّي لَا أَشْفِيْ اَحَدًا اِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ .)) [2]

''میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو صرف اللہ ہی دیتا ہے۔''

قرآنِ کریم بھی شفا اور رحمت ہے، اس کے ذریعہ اہل ایمان کو روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی شفا ملتی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

(الاسراء: ۸۲)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطلب، رقم: ۵۷۴۳.

[2] صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، رقم: ۳۰۰۵.

’’اور ہم قرآن میں بعض ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو مومنوں کو شفا دینے والی اور ان کے لیے باعث رحمت ہوتی ہیں۔‘‘

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((عَلَيْكُمْ بِالشِّفَاءَ يْنِ: اَلْقُرْآنِ وَالْعَسْلِ .)) ❶

’’قرآنِ حکیم اور شہد، ان ہر دو کو بیماریوں سے شفا کے لیے اختیار کرو۔‘‘

دُعا:

اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ میں سے بیمار ہو جانے والے پر درج ذیل دم کرتے وقت اپنا دایاں ہاتھ مبارک پھیرتے اور پڑھتے تھے:

((أَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ ، أَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِيْ ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا .)) ❷

’’اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! اس تکلیف کو دُور فرما اور شفا دے کیونکہ شفا دینے والا تو ہے، تیرے علاوہ شفا دینے والا کوئی نہیں، ایسی شفا دے جو بیماری کو باقی نہ چھوڑے۔‘‘

۳۔ مصائب اور تکالیف سے نجات:

تعلق باللہ کے سبب مصائب اور تکالیف سے نجات مل جاتی ہے۔ اور انسانی فطرت بھی کچھ ایسی ہی ہے کہ مصائب میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، جب کہ خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴾ (النحل: ٥٣)

’’اور جو کچھ تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے تو وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ پھر

❶ مستدرك حاكم، رقم: ٧٤٣٧.

❷ صحيح بخاری، كتاب الطب، رقم: ٥٧٤٣.

جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی طرف تم آہ وزاری کرتے ہو۔‘‘

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ ((وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ)) ’’اور کچھ تمہارے پاس نعمت ہے‘‘ ظاہری اور باطنی ((فَمِنَ اللّٰهِ)) ’’پس وہ اللہ کی طرف سے ہے‘‘ یعنی کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو یہ نعمتیں عطا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی شریک ہو۔ ((ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ)) ’’پس جب پہنچتی ہے تمہیں کوئی تکلیف‘‘ یعنی محتاجی، بیماری یا کوئی اور مصیبت ((فَإِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ)) ’’تو تم اسی سے فریاد کرتے ہو‘‘ یعنی گڑگڑا کر آہ وزاری کرتے ہوئے دعا کرتے ہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ نقصان اور مصیبت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دُور نہیں کرسکتا۔ پس وہ اللہ جو تمہاری پسندیدہ اشیاء عطا کرنے اور ناپسندیدہ اُمور کو تم سے دُور کرنے میں متفرد (یکتا) ہے تو اکیلے کے سوا اور عبادت کے لائق نہیں، مگر بہت سے لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ان کو مصیبت سے نجات دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نعمتوں پر حمد وثنا بیان کرتے ہیں۔ مگر جب وہ آرام اور خوشحالی کی حالت میں آجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محتاج مخلوق کو شریک ٹھہرا دیتے ہیں۔‘‘

(تفسیر السعدی: ۱۴۰۸/۲۔ طبع دار السلام)

مزید فرمایا:

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۚ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۸۶﴾

(آل عمران: ۱۸۶)

’’البتہ ضرور آزمائے جاؤ گے تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں اور بالیقین ضرور سنو گے تم ان لوگوں سے جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا ایذا (کی باتیں) بہت اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو، تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔‘‘

الشیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ''یعنی تمہیں اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے خود تمہاری ذات، تمہارے دین، تمہاری کتاب اور تمہارے رسول کے بارے میں طعنے سننے پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کے بارے میں اپنے مومن بندوں کو آگاہ کرنے میں متعدد فوائد ہیں:

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت اس کا تقاضا کرتی ہے تاکہ مومن صادق اور دیگر لوگوں کے درمیان امتیاز واقع ہو جائے۔

۲۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو وہ ان کے لیے شدائد اور تکالیف کو مقدر کر دیتا ہے تاکہ وہ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی برائیوں کو مٹا دے اور تاکہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو اور ان کے ایقان کی تکمیل ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس کی خبر دی تاکہ ان کے نفوس اس قسم کے شدائد برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہوں اور جب سختیاں آن پڑیں تو ان پر صبر کریں کیونکہ شدائد کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں گے تو ان کا برداشت کرنا ان کے لیے آسان ہو جائے گا اور ان کا بوجھ ہلکا لگے گا تب وہ صبر اور تقویٰ کی پناہ لیں گے۔''

(تفسیر السعدی: ۱/۴۵۸۔طبع دارالسلام)

دُعا:

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یونس بن متی (علیہ السلام) نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا کی تھی، اُسے کوئی بھی مسلمان آدمی اپنی کسی بھی مصیبت اور مشکل میں مانگے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی دعا کو قبولیت بخشے گے۔ دعا یوں ہے:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

(الانبیاء: ۸۷)

''اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، تو (ہر نقص اور برائی سے) پاک

ہے۔ بلاشبہ میں ہی اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔'' ❶

مصیبت زدہ کو دیکھ کر دُعا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر یوں پڑھ لیا، اُسے کوئی آزمائش اور مصیبت نہیں پہنچے گی:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا .)) ❷

''ہر طرح کی حمد و ثنا اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اس چیز سے عافیت دی، جس میں تجھے مبتلا کیا اور اس نے مجھے اپنے پیدا کردہ بہت سارے لوگوں پر بڑی فضیلت بخش رکھی ہے۔''

۴۔ غموں سے چھٹکارا:

تعلق باللہ کی خاطر پہنچنے والے مصائب و آلام استقامت اختیار کرنے اور تقویٰ و صبر کا سہارا پر ختم ہو جاتے ہیں۔ حتی کہ موت کے وقت فرشتے آتے ہیں اور انہیں اطمینان دلاتے ہیں کہ جو زندگی اب آنے والی ہے، اس کے بارے میں آپ لوگ مطمئن رہیے اور جن لوگوں کو آپ دنیا میں چھوڑ آئے ہیں، ان کی بھی فکر نہ کیجیے، ان کی نگرانی ہم کریں گے، اور دنیا میں آپ لوگوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا تھا، اسے پا کر اب خوش ہو جایئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰﴾

(حٰم السجدہ : ۳۰)

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۵۰۵۔ التعلیق الرغیب: ۲/۲۷۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۴۳۲۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۲۷۳۷.

”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس (عقیدۂ توحید اور عمل صالح) پر جمے رہے، ان پر فرشتے اُترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو، اور اس جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“

دُعا:

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (رنج و غم سے پناہ مانگنے کے لیے) یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((أَللّٰهُمَّ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ .)) [1]

”اے اللہ! رنج و غم سے، بخیلی اور بزدلی سے، سستی اور بزدلی سے، قرضے کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غمگین یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ ، فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ .)) [2]

”اے اللہ! میں رحمت کا اُمیدوار ہوں، مجھے ایک لمحہ بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرو، اور میری حالت سنوار اور تمام اُمور بہتر فرما تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“

۵۔ محتاجی اور مفلسی کا خاتمہ:

تعلق باللہ سے محتاجی ختم ہو جاتی ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى ، وَاَسُدَّ فَقْرَكَ

[1] صحيح بخاری ، كتاب الدعوات، رقم: ٦٣٦٩.

[2] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ٥٠٩٠۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَكَ شُغْلًا ، وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ .)) ❶

''اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے خود کو فارغ کر لے، یعنی توجہ اور دلجمعی سے میری عبادت کر، میں تیرے سینے کو تونگری سے بھر دوں گا، اور تیری محتاجی ختم کر دوں گا، اور اگر تو نے ایسا نہ کیا، تو میں تیرے ہاتھ کاموں سے اُلجھا دوں گا، اور تیری مفلسی ختم نہ کروں گا۔''

دُعا:

((أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ .)) ❷

''اے اللہ! میں فقر و فاقہ، مال کی کمی (محتاجی) اور ذلت و رسوائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور میں اس بات سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے۔''

۶۔ اطمینانِ قلب:

اس کی ذات ہے وجہ سکون قلب و نظر
جو اس کو بھول گیا وہ مشکلوں میں ملا

تعلق باللہ باعث اطمینان قلب ونظر ہے۔ سکون قلب حاصل کرنے کا نسخہ کیمیا یہ ہے کہ زبان وقلب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اس لیے اس کے دل کو صرف اس کی یاد سے ہی سکون مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ

❶ سنن ترمذی، رقم: ۲۴٦٦۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الوتر، رقم: ۱۵۴۴۔ سنن نسائی، باب الإستعاذہ۔ صحیح ابن حبان (الموارد)، رقم: ۲۴۴۲۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ (الرعد: ٢٨)

''یعنی جو لوگ اہل ایمان ہوتے ہیں اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان حاصل ہوتا ہے، آگاہ رہیے کہ اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقم طراز ہیں کہ اللہ کے ذکر سے مراد، اس کی توحید کا بیان ہے جس سے مشرکوں کے دلوں میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔ یا اس کی عبادت، تلاوتِ قرآن، نوافل اور دعا و مناجات ہے جو اہل ایمان کے دلوں کی خوراک ہے یا اس کے احکام و فرامین کی اطاعت و بجا آوری ہے جس کے بغیر اہل ایمان و تقویٰ بے قرار رہتے ہیں۔''

(احسن البیان، تحت الآیۃ)

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کی علامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وہ لوگ جو ایمان لائے ...... اللہ تعالیٰ کے ذکر سے (ان کے) دلوں کا قلق و اضطراب دُور ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ فرحت اور لذت آ جاتی ہے...... دلوں کے لائق اور سزا وار بھی یہی ہے کہ وہ اللہ کے ذکر کے سوا کسی چیز سے مطمئن نہ ہوں کیونکہ دلوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے انس اور اس کی معرفت سے بڑھ کر کوئی چیز لذیذ اور شیریں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کی مقدار کے مطابق دل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔'' (تفسیر السعدی، تحت الآیۃ، طبع دارالسلام)

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

دُعا:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے:

((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِيْنِكَ .)) [1]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب القدر، رقم: ۲۱٤۰۔ سنن ابن ماجة، رقم: ۳۸۳٤۔ مسند احمد: ۱۱۲/۳۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت فرما۔''

۷۔ نعمتوں میں اضافہ:

جذبہ شکر وحمد تمام بھلائیوں کی جان ہے۔ یہ شعور جتنا زندہ ہوگا، اتنا ہی آدمی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں آگے ہوگا۔ شکر کا جذبہ جب آدمی کے دل میں جاگ اُٹھتا ہے، وہ سوتے جاگتے، نیا لباس پہنتے، کھانا کھاتے، سواری پر سوار ہوتے ہوئے یا ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے تو اس کی زندگی بندگی کی راہ پر لگ جاتی ہے۔ جب ایسا ہو جاتا ہے تو پھر رب تعالیٰ بھی اپنے اس بندے پر انعامات واحسانات کی بارش کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراھیم: ۷)

''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔''

دُعا:

کلمہ شکر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' ہے۔ اور یہ سب سے افضل ترین دعا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ .)) [1]

''سب سے افضل دعا (کلمہ شکر) الحمد للہ کہنا ہے۔''

۸۔ ایمان کی مٹھاس محسوس کرنا:

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑ لیتا ہے، دین اسلام پر رضا کا اظہار کرنے لگتا ہے اور پیغمبر آخر الزمان سیّدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر خوشی محسوس کرتا ہے تو اسے ایمان کی شیریں، حلاوت محسوس ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ذَاكَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا ، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا ،

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۳۸۳۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۳۸۰۰۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا .)) [1]

’’اس شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد (ﷺ) کو رسول تسلیم کر کے اس پر مطمئن ہو گیا۔‘‘

دُعا:

((رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا .))

’’میں اللہ کے رب ہونے، محمد (ﷺ) کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا۔‘‘

فضیلت:...... جو شخص اذان کے بعد یہ کلمات کہے، اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ [2]

۹۔ دوسرے لوگوں کے دلوں میں محبت:

جب انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑ لے، اس کی رضا کا متلاشی بن جائے تو اس کا ثمرہ یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کی محبت دوسرے لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ سیّدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا کام بتایئے جسے کرنے سے اللہ تعالیٰ اور لوگ مجھ سے محبت کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِزْهَدْ فِى الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ ، وَازْهَدْ فِيْمَا فِيْ أَيْدِى النَّاسِ يُحِبُّوْكَ .)) [3]

’’دنیا سے بے رغبت ہو جا، اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا، اور لوگوں کے مال سے بے رغبت ہو جا، لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔‘‘

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، رقم: ٣٤.

[2] صحيح مسلم، كتاب الصلاة ، رقم: ٨٤٩ تا ٨٥١.

[3] سنن ابن ماجه ، كتاب الزهد ، رقم: ٤١٠٢ـ سلسلة الصحيحة ، رقم: ٩٤٤.

دُعا:

سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سیّدنا) داوٗد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ ، وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِی ، وَأَهْلِی ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ .)) [1]

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا، اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچا دے، اے اللہ! اپنی محبت کو میرے لیے میری جان، میرے اہل خانہ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔''

۱۰۔ اللہ کے فضل اور رحمت کا نزول:

تعلق باللہ کی بنا پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت خاصہ کا انسان مستحق بن جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۱﴾

(النور: ۲۱)

''اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی کبھی پاک نہ ہوتا، اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔''

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یعنی اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا، جس نے تمہیں ہر

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۹۰۔ مستدرك حاكم، رقم: ۳۶۷۳۔ امام حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

جانب سے گھیر رکھا ہے، اور اس کی رحمت، تو وہ تمہارے سامنے یہ احکام، مواعظ اور جلیل القدر حکمتیں تو وہ تمہارے سامنے یہ احکام، مواعظ اور جلیل القدر حکمتیں بیان نہ کرتا، نیز وہ اس شخص کو ڈھیل اور مہلت بھی نہ دیتا، جو اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہے اور یہ اس کا وصف لازم ہے کہ اس نے تمہارے لیے دنیاوی اور اُخروی بھلائی کو ترجیح دی جسے تم شمار نہیں کر سکتے۔'' (تفسیر السعدی، تحت الآیۃ)

اللہ تعالیٰ تو صاحب فضل عظیم ہے، لوگ ہی اس کی ناشکری کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (المؤمن: ٦١)

''بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل وکرم والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے۔''

یعنی جو لوگ کفر وجحود اور ناشکری کرتے ہیں، منعم حقیقی کے واجبات شکر سے اہمال و غفلت برتتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان پر اللہ کا فضل وکرم نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے، ارشاد فرمایا:

﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ (الانعام: ١٢)

''اللہ تعالیٰ نے مہربانی (رحمت) فرمانا اپنے اوپر لازم فرما لیا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو عرش پر موجود کتاب میں لکھ دیا:

((اِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ .)) [1]

''یقیناً میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔''

اس صفت رحمت کا تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مظلومیت سلیم دیا، اپنی معرفت وتوحید کی طرف ان کی رہنمائی کی، انبیاء ورسل مبعوث کیے اور کتابیں نازل فرمائیں۔

روزِ قیامت کفار کے لیے رب سخت ناراض ہوگا، تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا کامل

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ٧٤٥٣.

ظہور ہے جس کے نتیجے میں اہل ایمان و امانِ رحمت میں جگہ پائیں گے، اہل کفر و فسق جہنم کے دائمی عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾﴾ (الأعراف: ١٥٦)

''اور میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔''

مزید فرمایا:

﴿فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٧﴾﴾ (الأنعام: ١٤٧)

''پھر اگر یہ لوگ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرما دیجیے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۔''

اور سورۃ الاعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾﴾ (الاعراف: ٥٦)

''بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے۔''

دُعائیں:

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو سکھایا کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرتے رہیں، اور اس سے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہیں:

﴿رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١١٨﴾﴾ (المومنون: ١١٨)

''میرے رب! میری مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحم کر دے، اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔''

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص تم میں سے مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم ﷺ پر (دُرودو) سلام بھیجے، پھر یہ دُعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ .))

''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

اور جب مسجد سے نکلے تو یوں دُعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ .))

''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔'' [1]

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو یاد کرنا:

جب انسان اللہ تعالیٰ سے ناطہ جوڑ لیتا ہے، اس کی یاد میں لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے یاد کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بہت مہربانی کی دلیل ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝۴۳ ﴾ (الاحزاب: ٤٣)

''وہ ذاتِ برحق تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے، اور اس کے فرشتے تمہارے لیے دعا کرتے ہیں، تاکہ اللہ تمہیں ظلمتوں سے نکال کر نورِ حق تک پہنچا دے، اور اللہ مومنوں پر بے حد رحم کرنے والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس آیت کریمہ میں ذکر الٰہی پر مداومت کی بہت زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ اللہ تمہیں یاد کرتا ہے، اس لیے تم لوگ بھی اسے یاد کرتے رہو اور یہاں ''اللہ کی صلاۃ'' سے مراد اس کی رحمت و مہربانی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں پر رحم کرتے ہوئے انہیں ہر بھلائی کی طرف بلاتا ہے، اور اپنے آپ کو خوب یاد کرنے کی نصیحت کرتا، اور نمازوں اور دیگر نیکیوں پر مداومت کی دعوت دیتا ہے۔ اور ''فرشتوں کی صلاۃ'' سے مراد یہ ہے کہ وہ مومنوں کے لیے اللہ کے حضور دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں کفر و معاصی اور شبہات و اخلاقِ سیئہ کی ظلمتوں سے نکال کر ایمان و اتباع سنت اور اخلاقِ حسنہ کے نور سے بہرہ ور کرے۔ اس لیے کہ وہ مومنوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔'' (تیسیر الرحمٰن: ۱۱۹۱/۲)

[1] سنن ابن ماجة، كتاب المساجد والجماعة، رقم: ٧٧٢ـ صحيح أبو داؤد، رقم: ٤٨٤.

دُعا:

((اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلىٰ ذِكْرِكَ ، وَشُكْرِكَ ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ .))

"اے اللہ! تیرا ذکر کرنے ، تیرا شکر کرنے اور تیری اچھی عبادت کرنے پر میرا مددگار بن جا۔"

فائدہ:...... رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ مزید فرمایا کہ اے معاذ! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا نہ چھوڑنا۔ یہ نصیحت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد صنابحی کو کی ، اور صنابحی نے اپنے شگرد ابوعبدالرحمٰن کو کی۔ [1]

سنن نسائی میں ہے کہ سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے جب یہ الفاظ سنے کہ "اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔" تو آپ نے فرمایا: اور اللہ کے رسول! میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔" [2]

نصیحت:...... مذکورہ بالا حدیث کو دیکھتے ہوئے ہم بھی اقراراً باللسان اور تصدیقاً بالقلب اور عملاً بالجوارح لکھ رہے ہیں کہ ہم رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث کا ہر قاری آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کو ایمان کا بلکہ عین ایمان جانے۔ مزید یہ کہ اس دعا کو نمازوں کے بعد پڑھنا نہ بھولیں۔

۱۲۔ دنیا و آخرت کی بھلائیاں ملنا:

جو شخص آخرت کی فکر کرتا ہے اور آخرت چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرما دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ ، رقم: ۱۵۲۲ .

[2] سنن نسائی ، کتاب السهو، رقم: ۱۳۰۳۔ الطحاویة ، رقم: ۲۶۸۔ التعلیق الرغیب: ۲/ ۲۲۔ المشكاة ، رقم: ۹٤۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

﴿وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴾ (بنی اسرائیل : ۱۹)

''اور جو کوئی آخرت چاہتا ہے ، اور اس کے لیے اس جیسی کوشش کرتا ہے، درانحالیکہ وہ مومن ہوتا ہے،تو ان کی کوششوں کا انہیں پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

اور ایسے ہی جو شخص علم کا سہارا لے کر اللہ تعالیٰ سے ناطہ جوڑتا ہے،اُسے بھی بہت زیادہ بھلائی ، خیر کثیر سے نواز دیا جاتا ہے۔

﴿يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ (البقرہ : ۲۶۹)

''اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے، اور جسے حکمت مل گئی اُسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی ، اور نصیحت صرف عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔''

دُعا:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ (البقرہ : ۲۰۱)

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی نصیب فرما ، اور آخرت میں بھی اچھائی نصیب فرما، اور ہم کو عذاب نار سے دُور رکھ۔''

فضیلت:......احادیث میں اس دعا کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

☆ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا کرتے تھے۔ [1]

☆ سیّدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہی دعا کرتے تھے۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری ، کتاب الدعوات، رقم : ۶۳۸۹.

[2] سنن ابوداؤد، کتاب المناسك ، رقم : ۱۸۹۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

☆ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی جو سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا، آپ نے اسے یہی دعا کرنے کی نصیحت کی، اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی بیماری دُور ہو گئی۔ [1]

۱۳۔ قرض سے نجات اور فراوانی رزق:

تعلق باللہ، تقویٰ اور پرہیز گاری کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قرض سے نجات، تنگدستی کو فراخی رزق اور بیماری و مصیبت کو عافیت وصحت مندی میں بدل دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾﴾ (الأعراف : ٩٦)

''اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے، تو ہم آسمان و زمین کی برکتیں ان پر کھول دیتے، لیکن انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا، تو ہم نے ان کے کیے کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔''

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کی جانے والی قوموں کی قلت ایمان کا حال بیان کیا ہے کہ وہ لوگ ایمان، تقویٰ اور پرہیز گاری سے عاری تھی، اگر وہ اپنے زمانے کے انبیاء ورسل پر ایمان لاتے ہوئے، تقویٰ اختیار کرتے اور اعمالِ صالحہ کا التزام کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین سے اپنی برکتوں کے دروازے ان کے لیے کھول دیتا، لیکن چونکہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور معاصی کے سبب انہیں ہلاک کر دیا۔

نصیحت:...... حسن بصری کا قول ہے کہ مومن نیکیاں کرتا رہتا ہے اور اللہ سے خائف رہتا ہے، اور فاجر انسان گناہ کرتا رہتا ہے اور پھر بھی اپنے آپ کو مامون سمجھتا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: ۳۸۱/۲)

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۲۶۸۸ ۔ مسند احمد، رقم: ۱۱۹۸۸.

سیّدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو احادیث اللہ تبارک و تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں (ان میں سے ایک یہ ہے) کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ''اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں، پس مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جسے میں پہناؤں، پس تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں (لباس) پہناؤں گا۔'' ❶

دُعا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''اگر تم پر بہت بڑے پہاڑ کے برابر قرض ہو تو بھی اللہ تعالیٰ یہ کلمات مبارکہ پڑھتے رہنے کی وجہ سے تم سے اس قرض کو ادا کر دے گا:

((أَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ .)) ❷

''اے اللہ! مجھے حلال کے ساتھ حرام سے محفوظ فرما لے اور مجھے اپنے فضل کے ساتھ اپنے غیر سے مستغنی فرما دے۔''

۱۴۔ ہدایت نصیب ہونا:

جو گناہوں سے تائب ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، وہ اسے ہدایت نصیب فرما دیتا ہے چاہے وہ کوئی بھی نشانی نہ دیکھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿٢٧﴾﴾

(الرعد: ٢٧)

''آپ کہیے کہ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٢٥٧٧/٥٥.

❷ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٣٥٦٣۔ التعلیق الرغیب: ٤٠/٢۔ الکلم الطیب، رقم: ٩٩/١٤٣۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

رجوع کرتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ حقیر ترین چیزوں (جیسے مچھر وغیرہ) کی مثال بیان کرنے میں بھی کوئی حیا محسوس نہیں کرتا، ان حکمتوں کے پیش نظر جو ان مثالوں میں ہوتی ہیں۔ چنانچہ اہل ایمان ان پر غور کرتے ہیں اور ان کے علم و ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، ان کا تعلق اللہ سے بڑھ جاتا ہے اور ہدایت کے راستے پر چلنے پر استقامت اختیار کرتے ہیں اور اگر ان پر ان کی حکمتیں نہیں بھی واضح ہوتی ہیں تو بھی وہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ مثالیں حق ہیں:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَ مَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ ﴾ (البقرہ: ۲۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ وہ کوئی مثال بیان کرے، مچھر کی، یا اس سے بھی زیادہ (کسی حقیر شے) کی، پس جو لوگ ایمان لائے، وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق بات ہے لیکن جن لوگوں نے کفر کیا، وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے یہ مثال بیان کر کے کیا چاہا ہے، اس کے ذریعہ (اللہ) بہتوں کو گمراہ کرتا ہے، اور بہتوں کو اس کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے، اور اس کے ذریعہ صرف فاسقوں کو گمراہ کرتا ہے۔''

دُعا:

((أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى .))[1]

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۲۷۳۱.

''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، گناہوں سے بچاؤ اور تونگری کا سوال کرتا ہوں۔''

۱۵۔ نصرتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نصرت فرماتا ہے، انہیں تنہا نہیں چھوڑتا۔ مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ کے ہجرت کے وقت کے حالات ہیں جب اہل مکہ نے آپ ﷺ کو قتل کردینا چاہا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے چھپ کر نکلے اور تین دن تک غارِ ثور میں چھپے رہے، دشمنوں نے آپ دونوں کا پیچھا کیا اور انہیں پا لینے کی ہر انسانی تدبیر کر ڈالی، لیکن اللہ نے اپنے نبی کی حفاظت کی اور بحفاظت تمام مدینہ منورہ پہنچایا۔ ارشاد ہوا:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۰ ﴾ (التوبہ: ۴۰)

”اگر تم رسول اللہ کی مدد نہیں کرو گے تو (کوئی فرق نہیں پڑتا) اللہ نے ان کی مدد اس وقت کی جب کافروں نے انہیں نکال دیا تھا، اور وہ دو میں سے ایک تھے جب دونوں غار میں تھے، اور اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کیجیے، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے انہیں اپنی طرف سے تسکین دیا، اور ایسے لشکر کے ذریعہ انہیں قوت پہنچائی جسے تم لوگوں نے نہیں دیکھا، اور کافروں کی بات نیچی کر دکھائی، اور اللہ کی بات اوپر ہوئی اور انہیں قوت پہنچائی جسے تم لوگوں نے نہیں دیکھا، اور کافروں کی بات نیچی کر دکھائی، اور اللہ کی بات اوپر ہوئی اور اللہ زبردست بڑی حکمتوں والا ہے۔“

امام بخاری و مسلم وغیرھما نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب ہم غار میں تھے تو میری نظر مشرکین کے قدموں پر پڑی، جب کہ وہ ہمارے سروں پر کھڑے تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر دشمنوں میں سے کوئی اپنے قدموں پر نظر ڈالے گا تو ہمیں

دیکھ لے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! آپ کا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے، جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔'' ❶

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اگر اللہ تمہاری مدد کرنی چاہے جیسا کہ میدانِ بدر میں کی تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اور اگر اپنی مدد کھینچ لے جیسا کہ میدانِ اُحد میں کیا، تو کوئی تمہاری مدد کو نہیں آ سکتا، اس لیے کہ تمام اُمور صرف اللہ کے اختیار میں ہیں، اور اس کی مدد فرماں برداروں کو حاصل ہوتی ہے، اور گناہ زوالِ نعمت اور مغلوبیت و محرومیت کا سبب ہوتا ہے، لہٰذا اہل ایمان کو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسا کرنا چاہیے، اس ایمان و یقین کے ساتھ کہ اس کے علاوہ کوئی حامی و ناصر نہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾﴾

(آل عمران: ١٦٠)

''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا، اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟ اور مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

کیونکہ توکل و بھروسا کے ذریعہ تعلق باللہ نصرتِ الٰہی کا سبب و ذریعہ ہے۔ پس دعا کیا کرو:

دُعا:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٨٦﴾﴾ (البقرہ: ٢٨٦)

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ٣٦٥٣ و کتاب التفسیر، رقم: ٤٦٦٣۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، رقم: ٢٣٨١/١.

''اے ہمارے رب! بھول چوک اور غلطی پر ہمارا مواخذہ نہ کر، اے ہمارے رب! اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال، جیسا کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب! اور ہم پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہ ہو، اور ہمیں درگزر فرما، اور ہماری مغفرت فرما، اور ہم پر رحم فرما، تو ہمارا آقا اور مولیٰ ہے، پس کافروں کی قوم پر ہمیں غلبہ نصیب فرما۔''

فضیلت :...... یہ دعا عرش کے نیچے خزانے میں تھی، اور رسول اللہ ﷺ کو معراج کی رات عطا ہوئی۔ [1]

☆ یہ دعا شیطان سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ [2]

☆ اس دعا کے ایک ایک حرف پر نور عطا ہوتا ہے۔ [3]

۱۶۔ حفاظت الٰہی:

اللہ تعالیٰ نگہبان ہے، وہ اپنے بندوں کی نگہبانی اور حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ﴿٢١٩﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾﴾

(الشعراء: ۲۱۷۔۲۲۰)

''اور آپ اس اللہ پر بھروسا کیجیے جو زبردست، بے حد مہربان ہے، جو آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے جب آپ نماز کے لیے تنہا کھڑے ہوتے ہیں اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ آپ کے اُٹھنے بیٹھنے کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ بے شک وہ بڑا سننے والا ہر بات کو جاننے والا ہے۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب فی ذکر سدرة المنتهیٰ، رقم: ۱۷۳۔ مسند احمد: ۱۴۷/۴.

[2] سنن ترمذی، کتاب ثواب القران، رقم: ۲۸۸۲۔ الروض النضیر، رقم: ۸۸۶۔ التعلیق الرغیب: ۲۱۹/۲۔ المشکاۃ، رقم: ۲۱۴۵۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، رقم: ۸۰۶.

یعنی کہ توکل و بھروسا اور نماز کے ذریعہ تعلق باللہ قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا محافظ بن جاتا ہے۔

دُعا:

سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو لے جانے کی اجازت بایں الفاظ دی:

﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۶۴﴾ (یوسف : ٦٤)

''پس اللہ ہی سب سے اچھا حفاظت کرنے والا ہے، اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔''

رات کو سوتے وقت آیت الکرسی کی تلاوت شیطان وغیرہ سے حفاظت کا سبب ہے۔ [1]

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝۲۵۵﴾ (البقرہ: ٢٥٥)

۱۷۔ قرب الٰہی:

تعلق باللہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنے رب تعالیٰ، خالق حقیقی کے قریب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتلایا کہ آپ سجود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جائیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝۱۹﴾ (العلق : ١٩)

''اور اپنے رب کے سامنے سجدہ کیجیے اور اس کا قرب حاصل کیجیے۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾

[1] صحیح بخاری، کتاب الوکالة، رقم: ٢٣١١.

اور ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ میں سجدہ کیا۔ [1]

"اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس سورت کا سجدہ اہم سجدوں میں سے ہے، اور قاری اور سننے والے کے لیے اس کی قرأت کے بعد سجدہ کرنا مسنون ہے۔"

(تیسیر الرحمٰن: ۱۷۵۶/۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

((أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوْا الدُّعَاءِ .)) [2]

"بندہ حالت سجدہ میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، لہٰذا (سجدے میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔"

نصیحت:...... اے ہمارے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا آیت کی تلاوت کرنے کے بعد ضرور سجدہ کرو اور اپنے رب کا قرب حاصل کرو اور سجدہ میں یہ دعا پڑھو۔

((سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ .)) [3]

"میرے چہرے نے اس ہستی کو سجدہ کیا جس نے اپنی قدرت و طاقت سے اسے تخلیق کیا، کان بنائے۔ آنکھیں بنائیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔"

یا پھر دعا پڑھو:

((اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِیْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا ، وَضَعْ عَنِّیْ بِهَا وِزْرًا

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۵۷۸/۱۰۹.

[2] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۰۸۳.

[3] مستدرك حاکم: ۲۲۰/۱۔ سنن ابوداؤد، ابواب السجود، رقم: ۱۴۴۰۔ حاکم، ذہبی اور علامہ البانی نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ .)) [1]

''اے اللہ! اس سجدہ کی وجہ سے میرے لیے اپنے پاس ثواب لکھ اور اس کی وجہ سے مجھ سے گناہوں کا بوجھ اتار دے، اور اسے میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنا دے اور اس سجدہ کو میری طرف سے قبول فرما، جس طرح تو نے اپنے بندے داؤد (علیہ السلام) سے قبول فرمایا۔''

۱۸۔ اللہ تعالیٰ کی خوشی اور مسکراہٹ نصیب ہونا:

تعلق باللہ کے فوائد وثمرات میں سے ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور پیار و محبت سے مسکرا دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

((لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلَى بَعِيرِهِ وَقَدْ أَضَلَّهُ فِي أَرْضِ فَلَاةٍ .)) [2]

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جنگل بیابان میں اپنا اونٹ گم کر کے پھر اسے پا لیا ہو۔''

توبہ و استغفار کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کو کتنی محبت ہے، اور ان سے کتنا خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ .)) [3]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الجمعة، رقم: ۵۷۹۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۱۰۵۳۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الدعوات، رقم: ۶۳۰۹۔ صحیح مسلم، کتاب التوبة، رقم: ۲۷۴۷.

[3] صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب سقط الذنوب، لإستغفار والتوبة، رقم: ۶۹۶۵.

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اٹھالیتا، اور تمہارے بجائے گناہ کرنے والی قوم کو لاتا، وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے تو رب کریم انہیں معاف کر دیتا۔''

دعا:

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی خوشی اور مسکراہٹ کی طلب کی خاطر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور اپنے گناہوں کی معافی کے لیے دعا کیا کرو۔

((اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا أَللّٰهُ! بِأَنَّكَ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ أَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.))

''اے اللہ! بلاشبہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے اللہ! تو واحد، اکیلا، بے نیاز وہ ذات ہے کہ جس نے نہ تو کسی کو جنا ہے (تو کسی کا باپ نہیں) اور نہ تو کسی کا جنا ہوا (بیٹا) ہے اور (تو وہ ہستی ہے کہ) اس کا برابر والا کوئی نہیں ہے۔ یہ کہ تو میرے گناہ بخش دے، یقیناً تو ہی بخشنے والا، بے حد مہربان ہے۔''

فضیلت:...... نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو تشہد میں یہ دعا مانگتے سنا، تو تین مرتبہ فرمایا: ''قَدْ غُفِرَ لَهُ'' یقیناً اس کے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔''[1]

۱۹۔ محبت الٰہی:

تعلق باللہ کی وجہ انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کر لیتا ہے، ایسے بندوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ جو لوگ تعلق باللہ کے لیے توحید، نماز، صدقہ اور تقویٰ و پرہیزگاری کا سہارا لیتے ہیں، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝٤﴾ (التوبة: ٤)

''بے شک اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔''

---

[1] سنن نسائي، كتاب السهو، رقم: ۱۳۰۱۔ سنن أبوداؤد، رقم: ۹۰۵۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ .)) ❶

''یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے محبت کرتا ہے، جو متقی، غنی اور گمنام زندگی بسر کرنے والا ہو۔''

اس پر مستزاد اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾﴾ (البروج: ١٤)

''اور وہی بڑا بخشنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے۔''

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وہ اس شخص کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے جو توبہ کرتا ہے اور اس کی برائیوں کو معاف کر دیتا ہے جو ان برائیوں کی بخشش طلب کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے، ایسی محبت جو کسی چیز کے مشابہ نہیں جیسے صفاتِ جلال و جمال اور معانی و افعال میں کوئی چیز مشابہ نہیں، اسی طرح اس کی مخلوق میں سے اس کے خاص بندوں کے دلوں میں اس کی محبت اس کے تابع ہے۔ محبت کی مختلف انواع اس محبت سے مشابہت نہیں رکھتیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی محبت عبودیت کی اصل ہے اور یہ وہ محبت ہے جو تمام محبتوں پر مقدم اور سب پر غالب ہے اگر دوسری محبتیں اس محبت کے تابع نہ ہوں تو یہ محبتیں اہل محبت کے لیے عذاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ''ودود'' ہے وہ اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (المائدہ: ٥٤) ''اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں'' اور ''المودة'' خالص اور صاف محبت کو کہتے ہیں۔ اس میں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''الودود'' کو ''الغفور'' کے ساتھ مقرون بیان کیا ہے تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ گناہ گار

❶ صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، جزء من حدیث، رقم: ٢٩٦٥/١١.

جب اللہ تعالیٰ کے پاس توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔ پس یہ نہ کہا جائے کہ ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مودت ان کی طرف نہیں لوٹتی، جیسا کہ بعض مغالطہ انگیزوں کا قول ہے۔'' (تفسیر السعدی، تحت الآیۃ)

سیّدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے بعد انہیں نصیحت کی کہ وہ بتوں کی عبادت سے تائب ہو جائیں، اللہ سے مغفرت طلب کریں، توحید باری تعالیٰ پر عمل پیرا ہو جائیں اور ناپ تول میں کمی کرنے سے باز آ جائیں، تو اللہ بڑا ہی مہربان ہے اور اپنے بندوں سے بڑا ہی محبت کرنے والا ہے، وہ یقیناً انہیں معاف کر دے گا اور ان پر رحم کرے گا، ارشاد ہوا:

﴿وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝۹۰﴾

(ھود: ۹۰)

''اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی جناب میں توبہ کرو، بے شک میرا رب نہایت مہربان، بہت محبت کرنے والا ہے۔''

دُعا:

سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ سیّدنا داؤد علیہ السلام یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ ، وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ إِلَیَّ مِنْ نَفْسِی ، وَأَهْلِي ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ .)) [1]

''اے اللہ! میں تیری محبت چاہتا ہوں، اور ہر اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اور ہر اس عمل (صالح) کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا

[1] شعب الإيمان ، رقم: ٥٣٣ ـ سلسلة الصحيحة ، رقم: ٢٩٩٨ .

دے۔ اے میرے اللہ! تو اپنی محبت کو میرے نزدیک میری جان، میرے اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی سے محبت سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔''

۲۰۔ اکرامِ الٰہی:

تقویٰ پرہیز گاری میں جو جتنا زیادہ ہوگا، اتنا ہی اس کا تعلق اللہ کے ساتھ مضبوط ہوگا۔ اور جس کا جتنا زیادہ تعلق اللہ کے ساتھ مضبوط ہوگا، اتنا ہی وہ اللہ کے ہاں معزز اور مکرم ہوگا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات : ۱۳)

''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہیں جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون شخص زیادہ باعزت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔'' [1]

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔'' [2]

دُعا:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ ، وَأَنْ تَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِي ، وَإِذَا أَرَدْتَّ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُوْن ، أَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلَى حُبِّكَ .)) [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۶۸۹۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۷۸ بمعناه.

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۶۴.

[3] مسنداحمد: ۵/ ۲۴۳۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، رقم: ۳۲۳۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی کرنے، اور برائی سے بچنے اور مسکینوں سے محبت کی توفیق کا سوال کرتا ہوں، اور یہ کہ تو مجھے معاف کر دے اور میرے اوپر رحم کر۔ اے اللہ! جب تو کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں مبتلا کیے بغیر موت دے۔ میں تجھ سے تیری محبت کا، ہر اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہو، اور ہر اس کام سے محبت کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔''

۲۱۔ اللہ تعالیٰ کی معیت:

تعلق باللہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ حاصل ہوتی ہے۔ غور فرمائیں کہ جب جادوگروں کے مقابلہ میں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو عظیم کامیابی حاصل ہوئی حتی کہ جادوگر مسلمان ہوگئے۔ اس کے کئی سال بعد اللہ تعالیٰ نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت خشک کے بجائے سمندر کی طرف چل پڑیں، اور انہیں بتا دیا کہ فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آپ کا پیچھا کرے گا، لیکن آپ بڑھتے چلے جائیں گے وہ لوگ تم لوگوں کو نہیں پکڑ سکیں گے۔

فرعون کو جب خبر ہوئی تو اس نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کرنے کا حکم دے دیا، اور بنی اسرائیل کو ان کی نگاہوں میں کمزور ظاہر کرنے کے لیے کہا کہ ان کی تعداد ہی کیا ہے، ان کی حرکتوں نے ہمیں ناراض کر دیا ہے:

﴿ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿٥٢﴾ فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ ﴿٥٥﴾ ﴾ (الشعراء: ٥٢-٥٥)

''اور ہم نے موسیٰ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ ہمارے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جائیے، اس لیے کہ آپ لوگوں کا پیچھا کیا جائے گا۔ اس کے بعد فرعون نے (فوج جمع کرنے کے لیے) شہروں میں اپنے نمائندے بھیج دیے،

اس پیغام کے ساتھ کہ بنی اسرائیل (ہمارے مقابلے میں) بہت تھوڑی تعداد میں ہیں اورانہوں نے ہمارے غیظ وغضب کو بھڑکا دیا ہے۔''

فرعون نے کہا کہ ہم موسیٰ اور بنی اسرائیل کے مکر سے خوب واقف ہیں، اوران کے شر سے بچنے کے لیے چوکنا ہیں، اس لیے اے میری فوج کے جوانو! انہیں جلد از جلد جا لو، اور گھیر کر ہمارے پاس لاؤ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ہم نے انہیں کشاں کشاں سرزمین مصر، اس کے باغات، نہروں، خزانوں اور عیش کی جگہوں سے دُور کر کے موسیٰ کے پیچھے لگا دیا، اوراس طرح ہم نے انہیں ان کے گھروں اور املاک اور جائدادوں سے الگ تھلگ کر دیا، اور بنی اسرائیل کوان تمام چیزوں کا وارث بنا دیا:

﴿ وَ اِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ۚ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ ﴾

(الشعراء: ٥٦-٥٩)

''اور ہم سب پورے طور پر چوکنا اور دشمن کے مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ پس ہم نے انہیں (اس طرح) ان کے باغات اور چشموں اورخزانوں اور عالی شان مکانات سے باہر کیا۔ ہم نے ان کے ساتھ ایسا کیا، اوران تمام چیزوں کا مالک بنی اسرائیل کو بنا دیا۔''

چنانچہ فرعون اوراس کی فوج کے لوگ طلوعِ آفتاب کے وقت، سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے قریب پہنچ گئے، جب دونوں گروہ کا آمنا سامنا ہوا، تو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی مارے ڈر کے کہنے لگے کہ اب تو ہم پکڑ لیے گئے، تو اس موقع پر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے پورے ایمان ویقین کے ساتھ کہا کہ:

﴿ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ ﴾ (الشعراء: ٦٢)

''ایسا ہرگز نہیں ہوگا، بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ضرور مدد کرے گا۔''

پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی معیت خاصہ سے نوازتا ہے، اور اسی طرح رسول

اللہ ﷺ نے بھی سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ﴾ (التوبة: ٤٠)

''تم غم نہ کھاؤ، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

۲۰۔ گناہوں کی معافی:

تعلق باللہ کی بنا پر انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲۵﴾ (الشوریٰ: ٢٥)

''وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو (سب) جانتا ہے۔''

اور سورۃ الشوریٰ میں فرمایا:

﴿وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝۳۰﴾ (الشوریٰ: ٣٠)

''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی ایسی باتوں سے درگزر فرما لیتا ہے۔''

اور سورۃ الملک میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۲ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۴﴾ (الملك: ١٢-١٤)

''بلاشبہ وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر بہت بڑا۔ اور تم چھپا کر کرو اپنی بات یا اسے ظاہر کر کے کرو، بلاشبہ وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ کیا (بھلا) نہیں جانے گا وہ جس نے (سب کو)

پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بین، خبردار (بھی) ہے۔''

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''جب اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش دیا اور اس نے ان کو ان کے گناہوں کے شر سے اور جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔

مزید فرماتے ہیں کہ ''اللطیف'' کے معانی میں سے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بندے اور دوست کے ساتھ نہایت لطف و کرم سے پیش آتا ہے اس کے ساتھ احسان اور نیکی اس طرح کرتا ہے کہ اسے شعور تک نہیں ہوتا وہ اسے شر سے ایسے بچاتا ہے جس کا اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ وہ اسے ایسے اسباب کے ذریعے سے اعلیٰ مراتب پر فائز کرتا ہے جو بندے کے تصور میں بھی نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ وہ اسے ناگوار حالات کا مزا چکھاتا ہے تاکہ ان کے ذریعے سے اسے جلیل القدر محبوبات اور اعلیٰ مطالب و مقاصد تک پہنچائے۔''

(تفسیر السعدی: ۲۸۱۱/۳۔ طبع دارالسلام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو جو بھی تکلیف اور غم و حزن پہنچتا ہے حتیٰ کہ اسے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔'' [1]

دُعا:

((اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ .))

''میں بخشش مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اس جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور قائم رہنے والا ہے، اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

فضیلت :......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے یہ استغفار تین مرتبہ پڑھا، اگر اس کے گناہ سمندر کی جھاگ یا درختوں کے پتوں کے برابر ہوں تو بھی معاف ہو جائیں گے۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب مرض، رقم: ۵٦٤١، ٥٦٤٢۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۵۷۳.

[2] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۵۷۷۔ سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۵۷۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

۲۳۔عذابِ الٰہی سے بچاؤ:

استغفار، تعلق باللہ کا بہترین ذریعہ ہے جو بندہ استغفار کرتا رہتا ہے، اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔ امام ترمذی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے لیے مجھ پر دو ''امان'' نازل کیے ہیں۔

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۳۳ ﴾ (الانفال : ۳۳)

''جب تک آپ ان کے درمیان ہوں گے، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا، اور جب تک وہ اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔''

جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تو ان کے لیے دوسرا ذریعہ امان ''استغفار'' قیامت تک باقی رہے گا۔'' [1]

قومِ یونس علیہ السلام کبر و غرور میں مبتلا ہو گئے تھے اور اللہ سے سرکشی کرنے لگے تھے، یونس علیہ السلام نے انہیں بڑا منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے، تو سیّدنا یونس علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اب تم لوگ اللہ کے عذاب کا انتظار کرو جو چالیس دن کے بعد تمہیں آ لے گا۔ خود وہاں سے نکل کر صحراء کی طرف چلے گئے۔ جب اشوریوں کے امیر کو پتہ چلا تو ڈر گیا، اور پوری قوم کے لیے ساتھ اللہ کے سامنے تائب ہوا۔ جب اللہ نے دیکھا کہ وہ لوگ اپنی توبہ میں صادق ہیں، تو عذاب کو ٹال دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝۹۸ ﴾ (یونس : ۹۸)

''پس قومِ یونس کے علاوہ کوئی اور بستی ایسی کیوں نہ ہوئی جب (عذاب آنے

[1] سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۰۸۲.

سے پہلے) ایمان لے آتی تا کہ اس کا ایمان اسے نفع پہنچاتا، جب قوم یونس کے لوگ ایمان لائے تو ہم نے دنیاوی زندگی میں رسوا کن عذاب کو ان سے ٹال دیا اور ایک وقت مقرر تک انہیں فائدہ اُٹھانے دیا۔''

دُعا:

﴿رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾﴾ (الفرقان: ٦٥،٦٦)

''اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کے عذاب کو ٹال دے، بے شک اس کا عذاب ہمیشہ کے لیے جان کو لگ جانے والا ہے۔ یقیناً وہ بڑا ہی بُرا ٹھکانا اور جائے قیام ہے۔''

۲۴۔ جنت کا حصول:

ایمان و عمل صالح جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا ذکر کر کے ان کی جزا جنت بتائی ہے۔ سورۃ الفرقان میں اہل ایمان کی علامات ذکر کیں اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا، اس لیے کہ انہوں نے اپنے رب کی بندگی کی راہ میں تمام تکالیف اور مصائب برداشت کیے اور حق پر قائم رہے، یہاں تک کہ جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ارشاد فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾﴾ (الفرقان: ٧٥،٧٦)

''انہی لوگوں کو ان کے صبر و استقامت کی بدولت جنت میں اعلیٰ مقام ملے گا، اور اس میں دعائے خیر و سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ وہاں ہمیشہ رہیں گے، وہاں بہت ہی اچھا ٹھکانا اور جائے قیام ہوگا۔''

غور فرمائیں! اس جنت میں فرشتے انہیں مبارک باد دیں گے، اور ہمیشہ کے لیے امن و سلامتی اور سعادت و نیک بختی کا پیغام پہنچائیں گے۔ اللہ کے وہ نیک بندے اس جنت میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے، اور وہ کیا ہی اچھی جائے رہائش ہوگی کہ جنہیں وہاں رہنا نصیب ہو

گا، وہ ہر آفات و بلیات سے ہمیشہ محفوظ ہو جائیں گے۔

دُعا:

اللہ کے خلیل سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے باپ اور اپنی قوم کو توحید کا درس دیا تو آپ سے باقاعدہ سوال و جواب ہوئے، مباحث ہوئے، اس گفتگو کے آخر میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور اس کی تعریفات اور اس کے گوناگوں نعمتوں کو بیان کیا (وہ کلمات بھی دعا کے متضمن ہیں) اس اثناء کے آخر میں آپ علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اُٹھا دیے، اور نہایت عجز وانکساری کے ساتھ کہا:

﴿رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ وَ اجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝ وَ اغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ وَ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝﴾

(الشعراء: ۸۳۔۸۵، ۸۷)

''اے میرے رب! مجھے اپنے دین کی سمجھ اور قوت فیصلہ عطا فرما کر مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے اور آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ اور مجھے نعمتوں بھری جنتوں کے وارثوں میں کر دے...... اور جس (قیامت والے) دن لوگ (حشر کے لیے) اُٹھائے جائیں مجھے رسوا نہ کرنا۔''

۲۵۔ اجر عظیم:

ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ان لوگوں کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انہیں اجر عظیم یعنی جنت عطا فرمائے گا۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (الفتح: ۲۹)

''اُن میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیا، اُن سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اتنا کریم ہے کہ وہ قیامت کے دن حساب کے وقت کسی پر ایک ذرّہ کے برابر بھی ظلم نہ کرے گا، بلکہ ایک ایک نیکی کو کئی کئی گنا بڑھائے گا، اور ایسے لوگوں کو اپنے پاس سے بھی اجرِ عظیم دے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾﴾ (النساء: ٤٠)

''بے شک اللہ ایک ذرّہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور اگر کوئی نیکی ہوتی ہے، تو اسے کئی گنا بڑھاتا ہے، اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا کرتا ہے۔''

۲۶۔ بلندیٔ درجات:

تعلق باللہ کی بنا پر انسان بلندیٔ درجات پر فائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾﴾ (المجادلة: ١١)

''اللہ تم میں سے ایمان والوں اور اہل علم کے درجات بلند کرے گا، اور اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔''

غور فرمائیں کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں گے، یعنی ان کی اطاعت کریں گے، اور اللہ کے احکام کا علم حاصل کر کے اُن کے مطابق عمل کریں گے، اللہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ اُن کے درجات بلند کرے گا۔

دُعائے وظیفہ:...... درُود پاک پڑھنے سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ لہٰذا بلندیٔ درجات کی خاطر درُود پاک کثرت سے پڑھا کریں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَّاحِدَةً ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ .)) [1]

[1] سنن نسائی، کتاب السهود، رقم: ١٧٩٧۔ المشكاة، رقم: ٩٢٢۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

’’جو شخص مجھ پر ایک بار دُرود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اور اس کی دس غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں اور اس کے دس درجات بلند ہوتے ہیں۔‘‘

درود شریف کے مسنون الفاظ:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.)) [1]

۲۷۔عرش عظیم کا سایہ:

جو لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں عرشِ عظیم کا سایہ نصیب فرمائے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’سات انسان ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ عنایت فرمائے گا، جس روز اس کے سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ ایسا خلیفہ جو عدل و انصاف کرنے والا ہو، ایسا جوان شخص جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھتا ہے، ایسا شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق ہے، جب بھی مسجد سے نکلتا ہے تو مسجد کی جانب واپس آنے (کی فکر) میں رہتا ہے، ایسے دو شخص جو اللہ (کی رضا) کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں اس محبت پر وہ اکٹھے رہتے ہیں اور اس پر ان میں جدائی ہوتی ہے، ایسا شخص جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، وہ شخص جس کو خاندانی حسین عورت نے (گناہ کی) دعوت دی، اس نے جواب دیا کہ مجھے اللہ کا خوف (دامن گیر) ہے اور ایسا شخص جس نے کوئی صدقہ کیا اس کو (اتنا) پوشیدہ رکھا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہیں کہ

[1] صحيح بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، رقم: ٣٣٧٠.

اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔'' ❶

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی معاونت کرتا ہے، اسے سایہ عطا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُسے بھی عرشِ عظیم کا سایہ نصیب کرے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَظَلَّ رَأْسَ غَازٍ أَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) ❷

''جو شخص مجاہد کے سر پر سایہ کرے گا، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اُسے سایہ عرش نصیب کرے گا۔''

۲۸۔ رضائے الٰہی:

روزِ قیامت لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے، جو نیک بخت ہوں گے اور جن کے لیے رب العالمین جنت کا فیصلہ کر دے گا، ان کے چہرے مارے خوشی کے دمک رہے ہوں گے، اور جن اشقیاء اور بدبختوں کے لیے رب العالمین جہنم کا فیصلہ کر دے گا، ان کے چہروں پر حسرت و یاس کی وجہ سے ہوائی اُڑ رہی ہوگی، اور اُن پر سیاہی چھائی ہوگی، اور یہ انجام بدترین انجام ان لوگوں کا ہوگا جنہوں نے کفر و سرکشی اور فسق و فجور کی زندگی گزاری ہوگی، اور بغیر توبہ کیے اسی حال میں موت نے انہیں آ دبوچا ہوگا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝٣٨ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝٣٩ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝٤٠ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝٤١ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝٤٢ ﴾ (عبس : ٣٨۔٤٢)

''اس دن کچھ چہرے چمکدار ہوں گے۔ ہنسنے والے اور خوش ہوں گے۔ اور اُس

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الأذان، رقم: ٦٦٠۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، رقم: ١٠٣١/٩١۔ سنن ترمذی، رقم: ٢٣٩١۔ سنن نسائی، رقم: ٥٣٨٠۔ مؤطا مالك : ٩٥٣/٢، رقم: ١٤، کتاب الشعر۔ مسند احمد: ٤٣٩/٢.

❷ مسند احمد: ٢٠/١، ٥٣۔ سنن الکبریٰ للبیهقی: ١٧٢/٢۔ مستدرك حاکم: ٨٩/٢۔ صحیح ابن حبان، رقم: ١٦٥٤۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

دن کچھ چہرے غبار آلود ہوں گے۔ اُسے سیاہی ڈھانکے ہوگی، وہ کفار و بدکار لوگ ہوں گے۔''

اہل ایمان کے چہرے شاداب، پر رونق اور پر نور ہوں گے، اور جنت اور اس کی بے بہا نعمتوں کو پاکر شاداں وفرحاں ہوں گے اور انہیں سب سے بڑی نعمت یہ ملے گی کہ ان کا رب ان کے سامنے جلوہ افروز ہوگا، جسے دیکھ کر انہیں ایسی خوشی ملے گی جس کی تعبیر الفاظ میں نہیں کی جاسکتی، اور جس کے بعد وہ جنت کی ساری نعمتوں کو بھول جائیں گے:

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ ﴾

(القيامة: ٢٢-٢٣)

''کچھ چہرے اس دن شاداب ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔''

سیّدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: ''تم لوگ اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت محسوس نہیں ہوگی۔'' [1]

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿٢٠﴾ ﴾ (الحديد: ٢٠)

''تم سب جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی کھیل، تماشا، زیب وزینت، آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا، اور مال و دولت اور اولاد میں ایک دوسرے سے

[1] صحيح بخاری، كتاب التوحيد، رقم: ٧٤٣٦.

آگے بڑھنا ہے، اس کی مثال اس بارش کی ہے جس سے اُگنے والا پودا کافروں کو خوش کر دیتا ہے، پھر وہ خشک ہو جاتا ہے پھر زرد ہو جاتا ہے، پھر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، اور آخرت میں (بروں کے لیے) سخت عذاب ہے اور (اچھوں کے لیے) اللہ کی مغفرت اور خوشنودی ہے، اور دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔''

دنیا اور اس کی نعمتوں کی حقارت اور بے ثباتی بیان کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے آخرت کی بیش بہا اور دائمی نعمتوں کے حصول کی رغبت دلاتے ہوئے اپنے بندوں کو مغفرت، رضا اور جنت کے حصول کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی نصیحت کی۔ اور یہ چیزیں صدقِ دل سے توبہ، طلب مغفرت، گناہوں سے دُوری، عمل صالح اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾﴾ (الحدید: ۲۱)

''لوگو! تم اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو، اور اس جنت کی طرف جس کی کشادگی آسمان و زمین کی کشادگی کی مانند ہے، اُن کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔''

''یاد رہے کہ آخرت کا حال دو اُمور سے خالی نہیں:

اوّلاً:......تو اس شخص کے لیے جہنم کی آگ میں سخت عذاب، جہنم کی بیڑیاں اور زنجیریں اور اس کی ہولناکیاں ہوں گی جس کی غایت مقصود اور منہائے مطلوب محض دنیا ہے۔ پس وہ اللہ کی نافرمانی کی جسارت کرتا ہے، آیاتِ الٰہی کو جھٹلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناسپاسی کرتا ہے۔

ثانیاً:...... یا اس شخص کے لیے گناہوں کی بخشش، عقوبتوں کا ازالہ اور دارِ رضوان میں

اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی، یہ سب اُس شخص کے لیے ہے جس نے دنیا کی حقیقت کو پہچان لیا اور آخرت کے لیے بھرپور کوشش کی۔ یہ سب کچھ دنیا میں زہد اور آخرت میں رغبت کی دعوت دیتا ہے۔ اس لیے فرمایا: اور دنیا کی زندگی تو محض متاع فریب ہے۔" یعنی یہ صرف ایسی متاع ہے جس سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اور اس سے ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ سے فریب میں صرف وہی لوگ مبتلا ہوتے اور اس مطمئن رہتے ہیں جو ضعیف العقل ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شیطان نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مغفرت، رضا اور جنت کی طرف مسابقت کا حکم دیا ہے اور یہ چیز مغفرت کے اسباب کے لیے کوشش کرنے یعنی خالص توبہ اور نفع مند استغفار کرنے، گناہ اور گناہ کے اسباب سے دُور رہنے ہی سے ممکن ہے، نیز عمل صالح کے ذریعے سے اللہ کی رضا کی طرف سبقت اور ان اُمور پر دوام کی حرص کرنے سے ممکن ہے جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔" (تفسیر السعدی: ۲۷۰۸/۳۔ طبع دارالسلام)

دُعا:

((اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ أَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِيْ وَتَوَفَّنِيْ إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِيْ. أَللّٰهُمَّ وَأَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ. وَأَسْأَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى وَأَسْأَلُكَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَأَسْأَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ، وَأَسْأَلُكَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ، وَأَسْأَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَأَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَاءِكَ فِي غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ. أَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْإِيْمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِيْنَ.)) [1]

---

[1] سنن نسائی، کتاب السهو، رقم: ۱۳۰۶۔ مسند احمد: ۲۶۴/۴، رقم: ۱۳۸۲۵۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۱۹۷۱۔ ابن حبان اور علامہ البانی رحمہم اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

''اے اللہ! میں تیرے غیب جاننے اور مخلوق پر قدرتِ کاملہ رکھنے کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک زندگی عطا کیے رکھ جب تک تو زندگی کو میرے لیے بہتر جانتا ہے، اور مجھے اس وقت فوت کرنا جب تو وفات کو میرے لیے بہتر جانے۔ اے اللہ! میں تجھ سے غائب (تنہائی میں) اور حاضر (سب کے سامنے) ہونے کی حالت میں تیری خشیت کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں تجھ سے راضی اور غصے والی ہر دو حالتوں میں کلمہ اخلاص (کہنے) کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے ایسی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو۔ اور میں تجھ سے آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں جو کبھی منقطع نہ ہو۔ اور میں تجھ سے تیرے فیصلے پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں، اور میں تجھ سے موت کے بعد والی زندگی کی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں۔ اور اے اللہ! میں تجھ سے تیرے (پر جلال) چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت کا سوال کرتا ہوں ۔ اور (اسی طرح) تجھ سے ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں جو کسی تکلیف دہ مصیبت اور گمراہ کن فتنے کے بغیر ہو۔ اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے مزین فرما اور ہمیں (لوگوں کو) رہنمائی دینے والے اور (خود) ہدایت پانے والے بنا دے۔''

۲۹۔ جنت میں رفاقت رسول ﷺ:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اطاعت گزاروں کو روزِ قیامت رسول کریم ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی، جو کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ ﴾

(النساء: ٦٩، ٧٠)

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے لوگ ان لوگوں

کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ اور رفیق ہونے کے لحاظ سے یہ لوگ کتنے اچھے ہیں۔ ایسا فضل اللہ ہی کی طرف سے ہوگا اور (حقیقت جاننے کے لیے) اللہ کا علیم ہونا ہی کافی ہے۔''

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور رسول اللہ ﷺ مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ دروازے پر ہمیں ایک آدمی ملا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تو نے قیامت کے لیے کچھ تیاری کر رکھی ہے؟ اس پر وہ کچھ خاموش سا گیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے کچھ لمبے چوڑے روزے رکھے ہیں، نہ نماز ہے اور نہ صدقہ۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تو (روزِ قیامت) اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔'' [1]

بعض صحابہ کرام نے بطورِ خاص نبی ﷺ سے جنت میں رفاقت کی درخواست کی۔ چنانچہ سیّدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہا کرتا اور آپ کے پاس وضو اور حاجت کا پانی لایا کرتا۔ ایک دفعہ (میں آپ کو وضو کروا رہا تھا تو) آپ ﷺ نے (خوش ہوکر) فرمایا: مانگو کیا مانگتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اس کے علاوہ کوئی اور بات بتاؤ۔'' میں نے کہا: ''میں تو یہی چیز مانگتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَأَعِنِّی عَلٰی ذٰلِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ)) ''اچھا تو پھر کثرتِ سجود (نماز نوافل وغیرہ) کو اپنے آپ پر لازم کرلو اور اس طرح اسی سلسلہ میں میری مدد کرو۔'' [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأحکام، رقم: ۷۱۵۳.

[2] صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، رقم: ۱۰۹۴.

دُعا:

☆ کثرتِ نوافل کیونکہ سجدہ ہی، وہ عبادت ہے جس میں بندے کو اللہ سے نہایت قرب حاصل ہوتا ہے۔(العلق:۱۹)

☆ اور سجود میں کثرت سے دُعا۔ [1]

☆ درود و پاک کی کثرت۔ [2]

۳۰۔ جہنم سے بچاؤ:

تعلق باللہ ہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسان جہنم سے بچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾﴾ (النساء: ٤٠)

''بے شک اللہ ایک ذرّہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور اگر کوئی نیکی ہوتی ہے، تو اسے کئی گنا بڑھاتا ہے، اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتا ہے۔''

صحیحین میں سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث شفاعت میں روایت کی ہے کہ اللہ کہے گا، جاؤ، جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ملے اسے آگ سے نکال دو۔ چنانچہ بہت سے لوگ جہنم سے نکل جائیں گے۔ سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چاہو تو قرآن کی یہ آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ ''پڑھو، لیکن کافروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں مل جائے گا، آخرت میں ان کی کوئی نیکی ان کے کام نہیں آئے گی۔'' [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۰۸۳.

[2] سنن ترمذی، کتاب الوتر، رقم: ٤٨٤۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۹۰۸۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ۷٤۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۱۸۳.

دُعا:

فرض نمازوں کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے اس میں جہنم کے عذاب سے پناہ مانگا کرو، اور خاص کر نماز فجر کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو:

((اللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ .)) [1]

''اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچا لے۔''

❀❀❀❀

[1] سنن ابوداود، كتاب الأدب، رقم: ٥٠٧٩۔ عبدالقادر الارناؤوط نے ''الاذکار للنووی'' میں اس کو ''حسن'' کہا ہے۔

باب نمبر 4

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کا تعلق باللہ

تمام انبیاء کرام علیہم السلام ، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ، گداز دلوں کے حاملین بندے تھے۔ مصائب و شدائد میں اپنے خالق اور مالک حقیقی کی طرف التفات کرتے ، اس سے التجائیں کرتے اور اس کے سامنے گریہ وزاری کر کے اپنا رشتہ اور تعلق مضبوط کرتے اور اس میں دین ودنیا کی سعادت سمجھتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾ ﴾ (مریم : ٥٨)

''یہی وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے خاص انعام کیا تھا، جو آدم کی اولاد اور ان کی اولاد سے تھے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، اور جو ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے تھے، اور وہ ان میں سے تھے، جنہیں ہم نے ہدایت تھی اور جنہیں ہم نے چن لیا تھا، جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیتوں کی تلاوت ہوتی تھی تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے زمین پر گر جاتے تھے۔''

اس سورۂ مریم میں زکریا ، یحییٰ ، عیسیٰ ، ابراہیم ، موسیٰ ، اسماعیل اور ادریس علیہم السلام کا ذکر خیر کرنے کے بعد مذکورہ بالا آیت کریمہ میں انہیں کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی دنیوی اور دینی نعمتیں دی تھیں، ان انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ نے راہِ حق کی طرف ہدایت دی تھی ، اور نبوت جیسے عظیم ترین مقام ومرتبہ کے لیے چن لیا تھا، اور یہ لوگ جب کلام اللہ سنتے تھے، جس میں توحید کے دلائل و براہین اور نصیحت کی دیگر باتیں ہوتی تھیں، تو اللہ کے

سامنے سربسجود ہو جاتے تھے اور خشوع وخضوع کی وجہ سے روتے اور گریہ زاری کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اسی لیے اس آیت پر سجدہ کرنے کا حکم علماء کا متفق علیہ مسئلہ ہے، تاکہ ان پیغمبروں کی اتباع اور اقتدا ہو جائے۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۳۶۷)

''امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی اور جب اس آیت پر پہنچے تو سجدہ کیا، پھر فرمایا: سجدہ تو کیا ہے لیکن وہ رونا کہاں سے لائیں۔'' [1]

۱۔ سیّدنا آدم علیہ السلام

سیّدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے اعزازات سے نوازا ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا۔ آپ علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا، اور آپ کو اپنی جنت میں ٹھہرایا اور جنت میں جو بھی داخل ہوگا وہ انہی کی شکل وصورت لے کر جائے گا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

((خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَطُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهُ . قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ . فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ ، تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ، فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ، فَزَادُوهُ: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ . فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ ، فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الْآنَ......)) [2]

''اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا تو ان کو ساٹھ ہاتھ لمبا بنایا، پھر فرمایا: جا اور ملائکہ کو سلام کر، دیکھنا کہ وہ کن لفظوں میں آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں کیونکہ وہاں تمہارا اور تمہاری اولاد کا طریقہ سلام ہوگا۔ سیّدنا آدم علیہ السلام گئے، اور کہا: ''السلام علیکم'' فرشتوں نے جواب دیا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ'' انہوں نے

---

[1] تفسیر طبری: ۱/ ۳۵۴۔ تفسیر ابن أبی حاتم: ۷/ ۲۴۱۲.

[2] صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳۳۲۶.

"ورحمۃ اللہ و برکاتہ" کا جملہ بڑھا دیا۔ پس جو بھی جنت میں داخل ہوگا، وہ آدم کی شکل وصورت وقد وقامت پر داخل ہوگا......"

سیّدنا آدم علیہ السلام جنت میں اور ابلیس لعین کا مکروفریب:

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جنت سے نکال دیا، اور سیّدنا آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کے لیے جنت کی تمام نعمتوں اور پھلوں کو حلال بنا دیا، صرف ایک درخت کے کھانے سے انہیں روک دیا، اور تنبیہ کردی کہ دیکھو اگر اس کے قریب جاؤ گے، تو اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے، شیطان لعین نے جب انہیں اس حال میں دیکھا تو اس کی حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اور ان کے ساتھ مکروفریب کی سوچ لی، تاکہ وہ جن نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں، اور جو خوبصورت لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں ان سے چھن جائے، چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے رب نے اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ اگر اسے کھالو گے تو تم فرشتے بن جاؤ گے، پھر کھانے پینے کی محتاجی نہیں رہے گی یا تمہیں موت لاحق نہیں ہوگی اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ اور ابلیس نے انہیں اپنی صداقت کا یقین دلانے کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا انتہائی خیر خواہ ہوں۔ جبھی یہ راز تمہیں بتا دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ ابلیس نے قسم کھا کر سیّدنا آدم وحوا علیہما السلام کو دھوکا دیا، سچ ہے مومن اس وقت دھوکا کھا جاتا ہے جب کوئی ناپاک انسان اللہ کو بیچ میں دیتا ہے۔ چنانچہ سلف کا قول ہے کہ مومن اللہ کے نام کے بعد اپنے ہتھیار ڈال دیا کرتے ہیں۔" [1]

سیّدنا آدم علیہ السلام کا جنت سے نکالا جانا:

شیطان نے انہیں ارتکابِ معصیت کی ہمت دلائی، چنانچہ جب انہوں نے اس شجرۂ ممنوعہ کو شیطان کے دھوکے میں آکر کھا لیا، تو اس نافرمانی کا انجام فوراً ہی ان کے سامنے آگیا کہ ان کے لباس ان کے جسموں سے الگ ہو گئے، اور انہیں اپنی شرمگاہیں نظر آنے

[1] تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۳٤.

لگیں، تو جنت کے درختوں کے پتے لے لے کر اپنے جسموں پر چپکانے لگے تاکہ اپنی پردہ پوشی کریں۔ تب اللہ نے ان سے کہا: کیا میں نے تمہیں اس درخت کے کھانے سے نہیں روکا تھا، اور کہا نہیں تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔'' (الأعراف: ٢٠۔٢٢)

اظہارِ ندامت:

اس وقت انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور اس پر ندامت کے آنسو بہائے۔ چنانچہ آتا ہے:

((وَلَوْ اَنَّ دُمُوعَ اَهْلِ الْأَرْضِ وَدُمُوْعَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام جَمِيعَ مَا عَدَلَ دُمُوْعَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام حِينَ أُهْبِطَ مِنَ الْجَنَّةِ .)) [1]

''جب آدم علیہ السلام کو جنت سے پستی میں اُتار دیا گیا تو انہوں نے (ندامت کے) اتنے آنسو بہائے کہ اب اہل زمین کے اور سیّدنا داؤد علیہ السلام کے بہائے ہوئے آنسو بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔''

اللہ تعالیٰ کی رہنمائی:

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں سکھایا کہ اپنی غلطی کی معافی کے لیے دعا کریں:

﴿ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾ (البقرہ: ٣٧)

''آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے، اور اللہ نے اس کی توبہ قبول کر لی، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا، اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

آدم وحوا علیہما السلام کا توبہ کے ذریعہ تعلق باللہ:

چنانچہ انہوں نے اپنے رب سے توبہ کی اور دعا کی کہ:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ

[1] كتاب الزهد، للإمام أحمد، ص: ٧٣.

﴿مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳﴾ (الأعراف : ۲۳)

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا، ہم پر رحم نہ کیا، تو ہم یقیناً خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

۲۔ سیّدنا نوح علیہ السلام

سیّدنا نوح علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے بہت سے اعزازات سے نوازا، وہ پہلے رسول بن کر دنیا میں مبعوث ہوئے، وہ آدم ثانی کہلائے، وہ سب سے پہلے سمندری (پانی کی) سواری تیار کرنے والے، وہ مشہود نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ [1]

نوح علیہ السلام کی دعوتِ توحید اور قوم کی جہالت:

سیّدنا نوح علیہ السلام کی بعثت کے وقت کفر و شرک اور شر و فساد سے زمین بھر گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ لوگو! اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت نہ کرو، ورنہ مجھے ڈر ہے کہ اللہ کا دردناک عذاب تمہیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔"

﴿أَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝۲۶﴾

(هود : ۲٦)

"چنانچہ قوم نوح کے سرداروں نے ان کی دعوت کو ردّ کر دیا، اور ان کے نبی ہونے سے مختلف شبہات کا اظہار کیا۔ نوح علیہ السلام مسلسل تبلیغ کرتے رہے۔ دلائل و براہین کے ذریعے انہیں توحید کی دعوت دیتے رہے۔ جب قوم کے پاس کفر و عناد پر قائم رہنے کی کوئی دلیل نہیں رہی، اور نوح علیہ السلام کے دلائل و براہین کے آگے انہوں نے اپنے آپ کو یکسر عاجز پایا، تو کہنے لگے کہ اے نوح! ہم تمہارے مناظروں سے تنگ آ گئے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا وعدہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأحادیث، رقم: ۳۳۳۹.

کرتے ہو اسے لا کر دکھا دو، تو نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے، جب اللہ چاہے گا عذاب آئے گا، اور اس وقت تم اسے عاجز نہ بنا سکو گے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو خبر دی کہ جو لوگ اب تک ایمان لا چکے ہیں، ان کے علاوہ اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔''

حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب اللہ نے سیّدنا نوح علیہ السلام کو بذریعہ وحی خبر دی تو وہ ان کے ایمان لانے سے نا اُمید ہو گئے اور ان کے حق میں بددعا کر دی کہ اے اللہ! اب کسی کافر کو زمین پر نہ رہنے دے۔'' (تیسیر الرحمٰن: ۶۴۳/۱۔۶۴۴)

سیّدنا نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم اور سواروں کی ترتیب:

جب عذاب کا آنا یقینی ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے سیّدنا نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور اس کی تعلیم دی، تاکہ وہ ان کے ماننے والے مسلمان طوفان سے بچ سکیں، اور کافروں کی نجات کے لیے شفاعت کرنے سے منع فرما دیا، اس لیے کہ ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ صادر ہو چکا تھا کہ ان کو طوفان کی نذر ہو جانا ہے۔

بالآخر طوفان آ گیا:

جب قوم کی ہلاکت کا حکم آ گیا، اور پانی پوری شدت کے ساتھ اُبلنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین پر پائے جانے والے تمام جانوروں اور چڑیوں وغیرہ کے جوڑے کشتی میں رکھ لیں اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ صرف رشتہ داروں کو سوار کر لیں، جو ان پر ایمان لائے تھے۔ قتادہ اور ابن جریر کے قول کے مطابق ان کی تعداد آٹھ تھی، نوح ان کی بیوی، ان کے تین بیٹے اور ان کی بیویاں۔ ان کا بیٹا کنعان اور ان کی بیوی اُم کنعان مومن نہیں تھے۔ اس لیے ان کے ساتھ کشتی میں سوار نہیں ہوئے۔ (تفسیر الطبری: ۵۷/۱۲.)

عذاب کی ہولناکی اور بیٹے کی بدبختی:

جب فوج اور ان کے ساتھی ''بسم اللہ'' کہہ کر سوار ہو گئے، کشتی پہاڑوں کے مانند اونچے موجوں کے درمیان چلنے لگی، اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جو کافر ہونے کی وجہ سے

کشتی میں سوار نہیں ہوا تھا، کہ اے میرے بیٹے! اب بھی موقع ہے کہ ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دو۔

مجبور رہا محبوب ترا، کشتی میں بیٹے کو بٹھا نہ سکا:

سیّدنا نوح علیہ السلام نے شفقت پدری سے متاثر ہو کر اپنے رب سے دُعا کی، اور کہا کہ اے میرے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے، تو نے کہا کہ اپنے گھر والوں کو بھی کشتی پر سوار کر لو تا کہ سب طوفان سے بچ جائیں۔ تو آج تو اسے توفیق دے دے کہ ایمان لے آئے اور ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جائے۔

﴿وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٤٥﴾﴾ (هود: ٤٥)

"اللہ تعالیٰ نے پھر نوح علیہ السلام کو اپنا حتمی فیصلہ بتا دیا کہ اے نوح! وہ ایمان نہیں لائے گا، اس لیے کہ وہ آپ کے گھر والوں میں سے نہیں ہے، آپ کے گھر والے تو دین و شریعت کے پابند اور اہل اصلاح ہیں اور وہ صالح نہیں ہے، اس لیے وہ طوفان سے نہیں بچے گا۔"

﴿يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ (هود: ٤٦)

"اے نوح! یہ تیرے اہل میں سے نہیں، کیونکہ اس کے عمل نہیں نہیں۔"

نوح علیہ السلام کو تنبیہ:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو تنبیہ کی کہ جس مقصد کے پورے طور پر صائب ہونے کا آپ کو علم نہ ہو اس کا اللہ سے سوال مت کیجیے، اس لیے کہ ایسا کرنا نادانوں کا شیوہ ہوتا ہے:

﴿فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٤٦﴾﴾ (هود: ٤٦)

''پس تو مجھ سے اس بات کا سوال نہ کر جس کا تجھ کو کوئی علم نہیں، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں تاکہ تو جاہلوں میں سے نہ ہو جائے۔''

طلب مغفرت اور تعلق باللہ:

بہر حال جب نوح علیہ السلام کو اس بات کا علم ہو گیا کہ ان کا سوال شریعت کے مطابق نہیں تھا، اور یہ محض ان کا وہم تھا کہ ممکن ہے کنعان مسلمان بن کر کشتی پر سوار ہو جائے، تو اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت و رحمت طلب کی:

﴿رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۴۷﴾ (هود: ٤٧)

''اے میرے رب! میں تیرے ذریعہ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے کوئی ایسا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں۔ اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا، اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں گھاٹا اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔''

اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام:

سیّدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں انعام واکرام سے کیسے نوازا۔ فرمایا:

﴿قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۴۸﴾

(هود: ٤٨)

''کہا گیا، اے نوح! اب آپ ہماری جانب سے سلامتی کے ساتھ کشتی سے نیچے اُتر آیئے اور آپ پر اور آپ کے ساتھ جو مومنین ہیں، ان میں سے کچھ کی نسل سے پیدا ہونے والی جماعتوں پر ہماری برکتیں نازل ہوں گی، اور کچھ قوموں کو ہم دنیا میں آرام و آسائش دیں گے، پھر آخرت میں ہمارا دردناک عذاب انہیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔''

سیّدنا نوح علیہ السلام اور شکر گزاری کے ذریعہ تعلق باللہ:

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اپنا انتہائی شکر گزار بندہ بتلایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۝٣﴾ (الاسراء: ٣)

''بے شک وہ (اللہ کا) شکر گزار بندہ تھا۔''

امام احمد نے محمد بن کعب القرظی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام ہر حال میں کھانے پینے، لباس پہننے اور سواری پر بیٹھتے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ [1]

مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نُوْحُ! أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا .)) [2]

''(جب آدم علیہ السلام سفارش و شفاعت سے انکار فرما دیں گے) تو لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے، اے نوح! آپ روئے زمین پر سب سے پہلے رسول ہیں، اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ''عبد شکورا'' کہہ کر پکارا ہے۔''

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَّأْكُلَ الْأَكْلَةَ أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهَا .)) [3]

''بے شک اللہ عزوجل اپنے بندے سے اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ کھانا کھا کر یا پانی پی کر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتا ہے۔''

---

[1] کتاب الزهد، للإمام احمد، رقم: ٢٨١.

[2] صحيح بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، رقم: ٣٣٤٠.

[3] مسند احمد: ١١٧/٣۔ صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، رقم: ٢٧٣٤۔ سنن ترمذی، کتاب الأطعمة، رقم: ١٨١٦۔ السنن الكبرىٰ للنسائی، باب ثواب الحمد لله: ٢٠٢/٤، رقم: ٦٨٩٩.

نوح عَلَیہِ السَّلام کی اپنے بیٹے کو وصیت:

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی شخص آیا، اس پر ریشم بنا ہوا بٹن لگا ہوا چغہ تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے ساتھی شاہسوار بن شاہسوار کو ذلیل کر چکا ہے، یا آپ نے فرمایا: شاہسوار بن شاہسوار کو ذلیل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور چرواہے اور چرواہے کے بیٹے کو عزت دینا چاہتا ہے۔ پھر آپ نے اس کا دامن پکڑا اور فرمایا: کیا میں تمہارے جسم پر بے وقوف لوگوں جیسا لباس نہیں دیکھ رہا؟ پھر فرمایا: جب سیّدنا نوح عَلَیہِ السَّلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا: میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں: دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے روکتا ہوں۔ میں تجھ کو " لا الٰہ الا اللّٰہ" کا (کا ذکر کرنے کا) حکم دیتا ہوں، کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینین ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور " لا الٰــہ الا اللّٰــہ" دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو " لا الٰــہ الا اللّٰہ" والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک حلقہ بن جائیں تو " لا الٰہ الا اللّٰہ" ان پر حاوی اور بھاری ہو جائے گا۔ اور "سبحان اللّٰہ و بحمدہ" (پڑھنے) کا حکم دیتا ہوں، کیونکہ اللہ کی تمام مخلوق اس کے ساتھ اللہ کی تعریف بیان کرتی ہے اور اس کے ساتھ پوری مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے۔ اور میں تجھ کو دو چیزوں سے منع کرتا ہوں: ایک شرک اور دوسرا تکبر ہے۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے کہا: یا کسی طرف سے یہ سوال ہوا کہ شرک کو ہم جانتے ہیں، تکبر کیا ہے؟ کیا یہ تکبر ہے کہ ہم میں سے کسی کا عمدہ جوتا ہو؟ فرمایا: نہیں۔ کہا: کیا تکبر یہ ہے کہ کسی کے پاس پہننے کے لیے اچھا کپڑا ہو؟ فرمایا: نہیں۔ کہا: کیا اچھی سواری کا مہیا ہونا تکبر ہے؟ فرمایا: نہیں۔ کیا یہ تکبر ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والے ساتھی ہوں؟ کہا: نہیں۔ راوی کہتا ہے: میں نے کہا: آپ سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول! پھر تکبر کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: تکبر یہ ہے کہ حق کا انکار کیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔" [1]

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۱۶۹، ۱۷۰۔ کتاب الزهد، للأحمد، رقم: ۲۸۵۔ الأدب المفرد للبخاري، رقم: ۵۴۸۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۳۴.

۳۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی خاطر بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا، لیکن آپ سب آزمائشوں کے مقابلے میں جبل استقامت بنے رہے۔ اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنا لیا، اور اپنے مقدس کلام میں جا بجا ان کا تذکرہ جمیل کیا۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بچپن ہی میں شمس و قمر اور دیگر ستاروں میں غور و فکر کر کے توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کو سمجھنے، اس پر ایمان لانے اور اپنے باپ آزر اور اس کی قوم کے سامنے اس دعوت کو پیش کرنے کی توفیق عطا کر رکھی تھی۔

قوم کو دعوتِ توحید اور بت شکنی سے تقرب الی اللہ:

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ﳲ وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًی یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤی اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ﳓ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤی اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ

مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ ﴾ (الأنبياء: ٥٢ـ٦٧)

''جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا، یہ مورتیاں کیا ہیں جن کی تم عبادت کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے۔ سیّدنا ابراہیم نے کہا، تم اور تمہارے باپ دادے کھلی گمراہی میں تھے۔ انہوں نے کہا، کیا تم واقعی ہمارے پاس دین حق لے کر آئے ہو، یونہی ٹھٹھا کر رہے ہو۔ ابراہیم نے کہا، بلکہ تمہارا رب، آسمان اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ اور اللہ کی قسم! جب تم لوگ پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے، تو میں تمہارے بتوں کے خلاف کارروائی کروں گا۔ پس انہوں نے ان کے بڑے بت کو چھوڑ کر باقی بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے، تاکہ وہ لوگ اس (بت) کے پاس واپس جائیں۔ انہوں نے کہا، جب اس نے ہمارے بتوں کا یہ حال بنایا ہے وہ یقیناً ظالم آدمی ہے۔ لوگوں نے کہا، ہم نے ایک نوجوان کو جسے ابراہیم کہا جاتا ہے، ان بتوں کے بارے میں بات کرتے سنا تھا۔ سب نے کہا، تو تم لوگ اسے سب کے سامنے لاؤ، تاکہ اسے دیکھیں۔ لوگوں نے پوچھا، اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کا یہ حال بنایا ہے۔ اس نے کہا، بلکہ اس بت نے یہ کیا ہے، اگر یہ بت بول سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔ پھر انہوں نے اپنے دل میں اس بات پر غور کیا، اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ درحقیقت تم لوگ ظالم ہو۔ پھر (فوراً ہی) اعترافِ حقیقت سے مکر گئے اور کہنے لگے کہ تم جانتے ہو کہ یہ بت بولتے نہیں ہیں۔ اسی نے کہا، کیا تم لوگ اللہ کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور تمہارے اُن معبودوں پر

جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ہو۔''

آتش نمرود کا گلزار ہو جانا:

گر آج بھی ہو ابراہیم سا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

جب مشرکین کو ابراہیم علیہ السلام کے استدلال نے عاجز بنا دیا، تو جیسا کہ ہمیشہ باطل پرستوں کا شیوہ رہا ہے کہ حق پرستوں کی دلیل سے بے بس ہو کر طاقت کا استعمال کرتے ہیں اور ظلم و استبداد کی طرح ڈالتے ہیں، انہوں نے آپس میں رائے کی کہ اب ابراہیم کو خاموش کرنے کی ایک ہی شکل رہ گئی ہے کہ ہم لوگ اپنے معبودوں کی عظمت برقرار رکھنے کے لیے اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دیں، تاکہ دنیا اس کی بے بسی کا نظارہ کرے اور ہر شخص جان لے کہ جو شخص ہمارے معبودوں کی عزت نہیں کرتا اسے ہم ایسی ہی دردناک سزا دیتے ہیں۔ انہوں نے ایک زبردست آگ جلائی، اور ابراہیم کو منجنیق کے ذریعہ دُور سے اس آگ میں پھینک دیا، سیّدنا ابراہیم علیہ السلام جونہی آگ میں پھینکے گئے، اللہ نے اسے حکم دیا کہ وہ ابراہیم کے لیے ٹھنڈی بن جائے، اور ٹھنڈی بھی اس قدر ہو کہ نقصان نہ پہنچائے بلکہ سکون و سلامتی کا باعث ہو۔ چنانچہ وہ ٹھنڈی اور آرام دہ بن گئی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾ ﴾ (الأنبياء: ٦٨-٧٠)

''(جب اُن سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو) کہنے لگے: اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے۔ تو ہم نے کہا: اے آگ! تو ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا اور انہوں نے اس کے خلاف سازش کرنی چاہی، تو ہم نے انہیں بڑا گھاٹا پانے والا بنا دیا۔''

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا توکل اور ذکر کر کے ذریعہ تعلق باللہ:

ان لوگوں نے فارس کے ایک کُردی اعرابی کے اشارے سے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق کے ایک پلڑے میں رکھا۔ شعیب جیائی کہتے ہیں کہ اس کا نام ہیزن تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔ انہوں نے جب سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ((حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ)) ''میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔'' [1]

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے ((حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ)) اس وقت کہا جب انہیں آگ میں ڈالا گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کہا جب لوگوں نے یہ کہا تھا: ﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ (آل عمران: ١٧٣) ''یقیناً کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے کہ ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ ''ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔'' [2]

سیّدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے کہ جب سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو بارش کے خازن فرشتے نے کہنا شروع کیا کہ مجھے کب بارش برسانے کا حکم ہوتا ہے کہ میں اسے برسا دوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم اس سے کہیں تیز رفتار تھا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''اے آگ! سرد ہو جا اور ابراہیم پر (موجب) سلامتی (بن جا)'' تو زمین میں جو بھی آگ تھی وہ بجھ گئی۔'' [3]

---

1. تفسیر ابن کثیر: ٤/ ١٢٤، طبع دار السلام۔ تفسیر الطبری: ١٧/ ٥٧، ٥٨.
2. صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٥٦٣، ٤٥٦٤.
3. تفسیر طبری: ١٧/ ٥٨۔ الدر المنثور: ٤/ ٥٧٩.

قتادہ کہتے ہیں کہ اس دن چھپکلی (یا اس کی نسل کے اس سے بڑے ایک جانور) کے سوا ہر جانور نے آگ بجھانے کی کوشش کی۔ زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم فرمایا اور اس کا نام ''فویسق'' رکھا۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو چھپکلی کے علاوہ تمام چوپایوں نے آگ بجھانے کی کوشش کی تھی، چھپکلی آگ میں پھونک مارتی تھی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مارنے کا حکم دیا ہے، وہ زہریلی اور برص والی ہوتی ہے۔'' ❷

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور دعوت، ہجرت اور ان کی اولاد کا طرزِ زندگی و منہج:

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام آگ سے نکلنے کے بعد لوگوں کے سامنے توحید کی دعوت پیش کرتے رہے، اور دن بدن ان کے خلاف بُت پرستوں کی عداوت بڑھتی ہی گئی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا ملک چھوڑ کر سرزمین شام کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا، تو وہ اپنے بھتیجا لوط (جو ان کے بھائی ہاران اصغر کے بیٹے تھے) اور اپنی بیوی سارہ (جو ان کے چچاز ہاران اکبر کی بیٹی تھیں) کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے جو اپنی زرخیزی، درختوں، نہروں اور پھلوں کی کثرت کی وجہ سے مشہور تھا، اور جو بہت سے انبیاء کی جائے پیدائش، اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے جہان والوں کے لیے مبارک کہا ہے۔

نیک اولاد کی دعا، طرزِ ابراہیم علیہ السلام:

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ:

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠٠﴾ (الصافات: ۱۰۰)

''اے میرے رب! مجھے نیک لڑکا عطا فرما۔''

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی تھی، چنانچہ سیّدہ سارہ علیہا السلام کے بطن سے

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ۱۲۵/٤، طبع دار السلام۔ تفسیر الطبری: ٦٠/١٧.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب الذبائح، رقم: ۳۳۳۱۔ التعلیق الرغیب: ۳۷/٤۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۱۰۸۱.

اسحاق پیدا ہوئے اور اللہ نے اپنی طرف سے فضل و کرم کرتے ہوئے اسحاق علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ہی یعقوب جیسا بیٹا دیا جو اپنے دادا اور باپ کی طرح نبی ہوئے اور ان تینوں ہی حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ''صالح'' کا لقب دیا، اس لیے کہ انہوں نے خالق و مالک کا حق عبادت پورے طور سے ادا کیا، اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کوئی کمی نہیں کی، اور ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کا امام بنایا تھا، آسمان وحی کے مطابق لوگوں کو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتے تھے، اور خود بھی نیک کام کرتے تھے، نماز کی پابندی کرتے تھے، اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہتے تھے:

﴿وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾﴾

(الأنبیاء: ۷۱-۷۳)

''اور ہم نے انہیں اور لوط کو نجات دے کر اس سرزمین میں پہنچا دیا جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔ اور ہم نے انہیں اسحاق عطا کیا، اور مزید برآں یعقوب دیا، ادریس کو ہم نے نیک بنایا اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور ہم نے ان کے پاس وحی بھیجی تھی کہ وہ اچھے کام کریں، اور نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں، اور وہ سب ہماری ہی عبادت کرتے تھے۔''

آزمائش پر صبر کا صلہ امامت:

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے مختلف اوامر و نواہی کے ذریعہ آزمایا، آپ تمام آزمائشوں میں پورے اُترے، تو اللہ نے انہیں بطور انعام و اکرام تمام عالم کے لیے توحید کا امام بنا دیا۔ جب یہ خوشخبری ان کو دی گئی، تو انہوں نے خواہش کی اور دُعا کی کہ اے اللہ! اس

انعام واکرام میں میری اولاد کو بھی شریک کر دے:

﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾﴾

(البقرہ: ۱۲۴)

''اور (یاد کرو) جب ابراہیم کو اُن کے رب نے چند باتوں کے ذریعہ آزمایا، تو انہوں نے ان سب کو پورا کر دکھلایا، اللہ نے کہا: میں تمہیں لوگوں کو امام بنانے والا ہوں۔ کہا: اور میری اولاد میں سے بھی۔ تو اللہ نے فرمایا: ظالم لوگ میرے اس وعدہ میں داخل نہیں ہوں گے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی، جیسا کہ سورۃ العنکبوت میں دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ (العنکبوت: ۲۷)

''اور ہم نے ان کی نسل کو نبوت اور کتاب دی ہے۔''

نوٹ :......لیکن اس استثناء کے ساتھ کہ ظالم لوگ اس وعدہ میں شامل نہ ہوں گے۔

(تیسیر الرحمٰن، ۱:۶۹)

دین ابراہیم علیہ السلام ممتاز ملت ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۵﴾﴾ (النساء: ۱۲۵)

''باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا، اور وہ ہو بھی نیک کام کرنے والا اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک اللہ کی طرف جائے اور ابراہیم کو اللہ نے اپنا دوست بنا لیا ہے۔''

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صبح وشام ملت ابراہیمی پر قائم رہنے کی دعا فرماتے:

(([أَمْسَيْنَا]عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ ، وَعَلٰى كَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ وَعَلٰى مِلَّةِ أَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا

مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْن .)) ❶ (صبح وشام ایک ایک بار)

''ہم نے فطرت اسلام، کلمہ اخلاص، اپنے محمد ﷺ کے دین اور اپنے باپ ابراہیم حنیف (یک سو) مسلم کی ملت پر شام کی۔ اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔''

نوٹ :...... صبح کے وقت [أَمْسَيْنَا] کے بجائے [أَصْبَحْنَا] ''ہم نے صبح کی'' پڑھتے تھے۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور خشیت الٰہی سے آنسو:

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام بہت زیادہ عاجزی کے ساتھ جھکنے والے اور گریہ کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّٰهٌ مُّنِيبٌ ۝٧٥﴾ (هود: ٧٥)

''بے شک ابراہیم بردبار، دردمند اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کعب الاحبار کا قول لائے ہیں کہ انہوں نے کہا: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ﴾ (هود: ٧٥) ''سیّدنا ابراہیم علیہ السلام آتش جہنم کو یاد کر کے بہت زیادہ گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔'' ❷

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا دم کرنا اور اللہ سے شفا مانگنا:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام ان الفاظ کے ساتھ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کو پناہ میں دیتے تھے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

((أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ .)) ❸

---

❶ سنن دارمی: ٣٧٨/٢، رقم: ٢٦٨٨۔ مجمع الزوائد: ١١٦/٧۔ مسند احمد: ٤٠٦/٣، ٤٠٧۔ شیخ ارناؤوط نے اسے ''صحیح علی شرط الشیخین'' قرار دیا ہے۔

❷ کتاب الزهد، للإمام احمد، رقم: ٤٠٧.

❸ صحيح بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، رقم: ٣٢٧١۔ سنن ترمذی، رقم: ٢٠٦٠۔ سنن ابوداؤد، رقم: ٤٧٣٧۔ سنن ابن ماجه، رقم: ٣٥٢٥۔

’’میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں، ہر شیطان اور موذی جانور سے اور ہر بدنگاہ سے۔‘‘

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور، اطاعت، توحید اور شکر کے ذریعہ تعلق باللہ:

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام ایک صالح، تمام خوبیوں کے مالک اور لائق اقتداء امام تھے۔ اور وہ اپنے رب کے بڑے ہی فرماں بردار تھے، اور اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک نہیں بناتے تھے، اور اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، یعنی اس کی رضا کے کاموں میں ان نعمتوں کا استعمال کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی دوستی اور رسالت کے لیے چن لیا تھا، اس لیے کہ جب انہوں نے ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی تو ان کے دل میں اس کی محبت پیوست کر دی گئی اور کسی دوسرے کی محبت کے لیے اس میں جگہ باقی نہ رہی، اور اللہ نے ان کی سیدھی راہ یعنی دین اسلام کی طرف رہنمائی کی، اور دنیا میں ان کا ذکر جمیل تمام اہل ادیان کی زبانوں پر ہمیشہ کے لیے ثبت ہو گیا، اور آخرت میں وہ صالحین کی جماعت کے ساتھ جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ٱجْتَبَىٰهُ وَهَدَىٰهُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَءَاتَيْنَٰهُ فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُۥ فِى ٱلْءَاخِرَةِ لَمِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١٢٢﴾﴾

(النحل: ۱۲۰۔۱۲۲)

’’بے شک ابراہیم راہبر اور اللہ کے فرماں بردار تھے، سب سے کٹ کر اللہ کے ہو گئے تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے، اللہ نے انہیں چن لیا تھا اور راہِ راست پر ڈال دیا تھا۔ ہم نے انہیں دنیا میں اچھائی دی تھی، اور بے شک وہ آخرت میں نیک لوگوں میں ہوں گے۔‘‘

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو داخل نہ ہوئے، حتی کہ آپ نے حکم دیا تو وہ تصویریں مٹا دی گئیں۔ آپ

نے دیکھا کہ تصویروں میں ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں میں تیر پکڑائے گئے ہیں۔ تو فرمایا: اللہ تعالیٰ ان (مشرکوں) کو تباہ کرے، اللہ کی قسم! انہوں نے تیروں کے ساتھ کبھی قسمت آزمائی نہیں کی۔'' ❶

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو روز قیامت سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب لوگ ننگے اور ختنے کے بغیر اکٹھے کیے جائیں گے، تو سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ﴾ ''جیسے ہم نے پہلی مرتبہ پیدائش کی اسی طرح ہم دوبارہ لوٹائیں گے۔'' ❷

جنت میں ان کے محل کا ذکر:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' جنت میں ایک محل ہے۔ راوی کہتا ہے، میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ موتی کا ہے۔ اس میں کوئی دراڑ اور کمزوری نہیں، جو اللہ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی مہمانی کے لیے تیار کیا ہے۔'' ❸

دُعائے خلیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں:

سیّدنا ابراہیم اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام نے اللہ سے علم نافع اور عمل صالح کی توفیق، اور اللہ کی رضا مانگی اور پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ!

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾﴾

(البقرہ: ١٢٩)

---

❶ صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ٣٣٥٢.

❷ صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ٣٣٤٩۔ سنن ترمذی، رقم: ٢٤٢٣۔ مسند ابوداؤد طیالسی، رقم: ٢٦٣٨.

❸ مجمع الزوائد: ٢٠١/٨۔ روایت صحیح ہے۔

''اور اے ہمارے رب! انہی میں سے ایک رسول ان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرما، جو تیری آیتیں انہیں پڑھ کر سنائے ،اور انہیں قرآن وسنت کی تعلیم دے، اور انہیں پاک کرے، بے شک تو بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔''

۴۔ سیّدنا ایوب علیہ السلام

سیّدنا ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی آزمائشوں میں ڈالا تو صبر سے کام لیا اور ایک حرفِ شکایت اپنی زبان پر نہ لائے، اور نہ ہی ان کے دل میں شکویٰ کا گذر ہوا۔ آپ کسی بیماری اور شدید تکلیف میں مبتلا ہو گئے، اور کئی سال تک اسی حال میں رہے۔

سیّدنا ایوب علیہ السلام صبر کا مظاہرہ کرتے رہے، اللہ سے تعلق مضبوط کیا:

ایوب علیہ السلام حد درجہ صابر تھے حتی کہ صبر ایوب ضرب المثل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا وَجَدْنَٰهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُۥٓ أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾﴾ (ص: ٤٤)

''بے شک ہم نے اسے صابر پایا، (وہ) اچھا بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا تھا۔''

ایوب علیہ السلام اور دُعا کے ذریعہ تعلق باللہ:

جب تکلیف بہت شدت اختیار کر گئی تو ایوب علیہ السلام نے رب العالمین، ارحم الراحمین کے حضور تضرع اور زاری کرتے ہوئے دُعا کی:

﴿أَنِّى مَسَّنِىَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿٨٣﴾﴾ (الأنبياء: ٨٣)

''بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے، اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

یزید بن میسرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب سیّدنا ایوب علیہ السلام کی آزمائش کی اور ان کا اہل و مال اور اولاد سب کچھ چھن گیا اور کچھ باقی نہ رہا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا خوب احسن انداز میں ذکر کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: اے رب الارباب! میں تیری ہی تعریف کرتا

ہوں، تو نے مجھ پر احسان فرمایا، مجھے مال واولاد سے نوازا حتی کہ دل کے ہر ہر حصے میں مال و اولاد کی محبت رچ بس گئی تھی، اب جب کہ تو نے یہ سارا مال واولاد واپس لے لیا، ان کی محبت سے میرا دل خالی کر دیا ہے تو اب میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے، تو نے میرے ساتھ جو کیا ہے اگر میرے دشمن ابلیس کو اس کا علم ہو جائے تو وہ مجھ سے حسد کرنے لگے۔ ابلیس کو ایوب علیہ السلام کی اس بات سے بہت پریشانی ہوئی۔ سیّدنا ایوب علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں یہ بھی عرض کیا: اے اللہ! تو نے مجھے مال واولاد عطا فرمایا لیکن میرے دروازے پر کبھی کوئی ایسا شخص کھڑا نہیں ہوا جس پر میں نے ظلم کیا ہو اور تجھے بھی اس بات کا خوب علم ہے، میرے لیے بستر بچھایا جاتا تو میں اپنے جی میں کہتا: اے میری جان! تجھے بستروں پر آرام کرنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا تو میں تیری رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے بستر ترک کر دیا کرتا تھا۔'' [1]

صبر کا پھل، اللہ کی رحمت کی برکھا:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور اپنی ٹانگ زمین پر ماریں۔ آپ نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری فرما دیا اور حکم دے دیا کہ اس سے غسل کریں، آپ نے غسل کیا تو اس سے ساری تکلیف دُور ہوگئی، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿٤٢﴾ ﴾ (ص: ٤٢)

''(ہم نے کہا زمین پر) لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں)۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی قدر ہے: ''اللہ کے نبی ایوب اٹھارہ سال بیماری میں رہے حتی کہ دور قریب کے رشتہ دار سب چھوٹ گئے، دو آدمیوں کے علاوہ ...... آپ قضائے

---

[1] تفسیر ابن ابی حاتم: ٣٤٥٩/٨۔ حلیة الأولیاء: ٢٧٢/٥، رقم: ٧٠٩٥۔ الدر المنثور: ٥٨٩/٤۔

حاجت کے لیے نکلتے، فارغ ہوتے تو آپ علیہ السلام کی بیوی ہاتھ کا سہارا دیئے رہتیں حتی کہ آپ واپس آ جاتے۔ ایک دن اس سے دیر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ﴿ارْكُضْ بِرِجْلِكَ﴾ اپنا پاؤں زمین پر ماریے، یہ نہانے اور پینے کے لیے ٹھنڈا پانی ہے۔'' بیوی دیر سے پہنچیں تو دیکھنے لگ گئیں، سیّدنا ایوب علیہ السلام اس کی طرف آئے جب کہ اللہ نے بیماری بالکل ختم کر دی، اور اب وہ بہت خوبصورت حالت میں تھے۔ بیوی آپ کو دیکھ کر کہنے لگیں، کیا آپ نے اللہ کے نبی کو دیکھا ہے جو یہاں بیماری کی حالت میں موجود تھے؟ اور اللہ کی قسم! جب وہ صحیح تھے تو وہ آپ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے، تو (ایوب علیہ السلام نے) فرمایا: وہ میں ہی ہوں۔ سیّدنا ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے، ایک گندم کا اور دوسرا جو کا، پس اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے۔ ایک بادل گندم کے کھلیان پر آیا، اور اس نے سونا برسایا حتی کہ وہ لبا لب بھر گیا۔ پھر دوسرے نے جو کے کھیت پر چاندی برسائی حتی کہ وہ بھی مکمل طور پر چاندی سے بھر گیا۔'' [1]

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو جب عافیت عطا فرما دی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سونے کی مکڑی (ٹڈی) کی بارش نازل فرمائی، آپ انہیں ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر کپڑے میں جمع کرنے لگے، آپ سے کہا گیا: اے ایوب! کیا آپ سیر نہیں ہوئے؟ آپ نے عرض کیا: اے اللہ! آپ کے فضل اور رحمت سے کون سیر ہو سکتا ہے؟'' [2]

آپ کو بال بچے بھی عطا کر دیے گئے اور ان کے ساتھ اتنے ہی مزید بخشے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ﴾ (الأنبياء: ٨٤)

''اور ہم نے اس کے اہل وعیال بھی دیے، اور اپنی طرف سے مہربانی کے لیے

---

[1] صحيح ابن حبان، رقم: ٢٨٨٧ـ سلسلة الصحيحة، رقم: ١٧.

[2] صحيح بخاري، كتاب الغسل، رقم: ٢٧٩ـ مسند احمد: ٣١٤/٢ـ السنن الكبرىٰ، للبيهقي، كتاب الطهارة: ١٩٨/١ـ تفسير ابن ابي حاتم: ٢٤٦١/٨.

ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی عطا کیے۔''

یہ ان کی صبر وثبات، انابت، تواضع اور اظہار مسکنت کی وجہ سے رحمت باری تعالیٰ اور اہل عقل وخرد کے لیے نصیحت تھی تا کہ وہ جان لیں کہ صبر کا انجام کشادگی، کامیابی اور راحت ہے۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ (ص: ٤٣)

''اور ہم نے ان کو اہل وعیال اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بخشے (یہ) ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لیے نصیحت تھی۔''

۵۔ سیّدنا یونس علیہ السلام

سیّدنا یونس بن قیس علیہ السلام کو ''موصل'' کے علاقے نینویٰ والوں کے لیے نبی بنا کر مبعوث کیا گیا تھا، تا کہ لوگوں کو توحید باری تعالیٰ، عدل وانصاف اور اخلاقِ حسنہ کی دعوت دیں، لیکن انہوں نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا، بلکہ دن بدن ان کی شرانگیزی بڑھتی چلی گئی۔ آخر کار ان کے کفر سے تنگ آ کر انہیں دھمکی دی کہ اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر اللہ کا عذاب آ کر رہے گا۔

قوم یونس پر عذاب نازل ہوا تو انہوں نے استغفار کے ذریعہ اللہ سے تعلق جوڑا:

جب ان لوگوں کو یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی جھوٹ نہیں بولا کرتے، عذاب کے آثار و اسباب دیکھ لیے تو وہ اپنے بال بچوں، چوپایوں اور مویشیوں کو لے کر صحرا کی طرف نکل گئے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیا، اس سے فریاد کی، اس کے حضور الحاح وزاری کی اور فریاد کی کہ اے اللہ! اس عذاب کو دُور فرما دے جس کے بارے میں ان کے نبی نے انہیں ڈرایا تھا۔ اس توبہ واستغفار کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم فرما دیا اور ان سے عذاب کو دُور کر دیا:

﴿ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ

اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾ (یونس : ۹۸)

''پس قومِ یونس کے علاوہ کوئی اور بستی ایسی کیوں نہ ہوئی جو (عذاب آنے سے پہلے) ایمان لے آتی تاکہ اس کا ایمان اسے نفع پہنچاتا، جب قومِ یونس کے لوگ ایمان لائے تو ہم نے دنیاوی زندگی میں رسوا کن عذاب کو ان سے ٹال دیا اور ایک وقت مقرر تک انہیں فائدہ اُٹھانے دیا۔''

''امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قومِ یونس کے سوا اور کوئی قوم نہیں کہ اس نے پہلے کفر کیا ہو اور عذابِ الٰہی کو دیکھنے کے بعد ایمان لائی ہو اور اسے چھوڑ دیا گیا ہو اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو۔ قوم یونس نے جب یہ دیکھا کہ ان کے نبی موجود نہیں ہیں اور عذابِ الٰہی قریب آ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ اب ان کے لیے توبہ کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے تو انہوں نے پھٹے پرانے کپڑے پہن لیے، جانوروں کو ان کے بچوں سے الگ کر دیا اور چالیس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے فریادیں کرتے رہے جب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ اپنی سابقہ کوتاہیوں کی تلافی کے لیے صدقِ دل سے توبہ اور ندامت کا اظہار کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر منڈلاتے ہوئے عذاب کو دُور فرما دیا۔'' [1]

سیّدنا یونس علیہ السلام کا کشتی میں سوار ہونا:

سیّدنا یونس علیہ السلام وہاں سے نکل کر بیت المقدس آ گئے۔ اور پھر وہاں سے ''یافا'' کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور ''ترشیش'' کی طرف جانے والی ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ تیز آندھی چلنے لگی اور کشتی کو خطرہ لاحق ہو گیا تو لوگوں نے کشتی کا بوجھ کم کرنے کے لیے اپنا سامان سمندر میں پھینک دیا، اس کے بعد بھی خطرہ نہ ٹلا تو انہوں نے سوچا کہ کشتی میں ضرور کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس کی وجہ سے خطرہ لاحق ہے۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی تو

[1] تفسیر الطبری: ۱۱/۲۲۱۔۲۲۳۔ تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۵۸۔۲۵۹، طبع دار السلام.

یونس علیہ السلام کے نام قرعہ نکلا:

﴿وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٩﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١٤٠﴾﴾

(الصّٰفّٰت: ۱۳۹، ۱۴۰)

''اور یونس نبیوں میں سے تھے۔ جب بھاگ پڑے بھری کشتی کی جانب پھر قرعہ اندازی ہوئی تو یہ مغلوب ہو گئے۔''

مچھلی کا نگلنا:

''چنانچہ لوگوں نے انہیں سمندر میں پھینک دیا تو طوفان رُک گیا۔ اللہ نے مچھلی کو بھیجا جس نے انہیں نگل لیا۔ کچھ دن مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی طرف وحی نازل فرمائی تھی کہ تو نے یونس کے گوشت کو نہیں کھانا اور ان کی ہڈی کو نقصان نہیں پہنچانا کیونکہ یونس تیرے لیے رزق نہیں ہے بلکہ تیرا پیٹ اس کے لیے محض قید خانہ ہے۔'' [1]

سیّدنا یونس علیہ السلام کا تسبیح کے ذریعہ تعلق باللہ:

چنانچہ انہوں نے انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا کی، پہلے اپنے آپ کو ظالم کہا اور پھر اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان فرمائی تو اللہ رب العزت نے ان کی دُعا قبول کر لی اور مچھلی نے ساحل پر آ کر اپنے پیٹ سے انہیں باہر پھینک دیا:

﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾﴾

(الأنبیاء: ۸۷۔۸۸)

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو تمام عیوب سے پاک ہے، میں بے شک ظالم تھا۔''

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۱۳۷۔ تفسیر ابن أبی حاتم: ۸/ ۲۴۶۳، ۲۴۶۴، عن ابن عباس رضی اللہ عنهما.

مصائب ومشکلات میں اسی دعا کا سہارا لیا کریں:

شدائد و مشکلات میں اس دعا کا سہارا لینا چاہیے۔خصوصاً مشکل حالات میں یہ دُعا کریں۔سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یونس کی دُعا جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ تھی۔ جب بھی کوئی مسلمان اپنے رب سے کسی حاجت کے لیے یہ دُعا کرے گا قبول کی جائے گی۔'' ❶

۶۔سیّدنا داؤد علیہ السلام

سیّدنا داؤد علیہ السلام قوت والے، اور اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے پیغمبر تھے:

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿١٧﴾﴾ (ص: ۱۷)

''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔''

صوم وصلاۃ کے ذریعہ تعلق باللہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَحَبَّ الصَّلَاةِ اِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ .)) ❷

''اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے بھی داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔''

---

❶ مسند احمد: ۱/ ۱۷۰۔ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۵۰۵۔ السنن الکبریٰ، للنسائی، باب ذکر دعوة ذی النون: ۶/۱۶۸، رقم: ۱۰۴۹۱، ۱۰۴۹۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التہجد، رقم: ۱۱۳۱۔

زبور کی تلاوت اور کسب حلال کے ذریعہ تعلق باللہ:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خُفِّفَ عَلٰی دَاوُدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْقُرْآنُ فَكَانَ یَأْمُرُ بِدَوَابِّهِ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهُ ، وَلَا یَأْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدِهٖ .)) ❶

''داؤد علیہ السلام کے لیے قرآن (یعنی زبور) کی قرأت بہت آسان کر دی گئی تھی چنانچہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسے جانے سے پہلے ہی پوری زبور پڑھ لیتے، اور آپ علیہ السلام صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔''

اللہ کی تسبیح اور عدل وانصاف کے ذریعہ تعلق باللہ:

اللہ عزوجل نے پہاڑوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا، وہ شام اور صبح کے وقت اُن کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے، چڑیاں بھی اُن کے گرد جمع ہو کر تسبیح پڑھتیں، ہر ایک ان کا تابع فرمان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سلطنت کو مضبوط بنایا تھا، اور انہیں حکمت اور فیصلہ کرنے کے لیے قوت گویائی عطا فرمائی تھی۔ اسی لیے ان کا کوئی قول وعمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا تھا:

﴿ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَ الطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ ﴾ (ص: ۱۸۔۲۰)

''ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا تھا کہ اس کے ساتھ شام اور صبح کو تسبیح کرتے تھے۔ اور اُڑتے پرندے جمع ہو کر سب کے سب اس کے زیر فرمان رہتے اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا، اور اسے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو عطا فرمائی۔''

''مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زبور عطا کی ہوئی تھی، جو بے بہا حکمتوں کا

❶ صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳٤۱۷.

خزانہ تھا، اور وہ لوگوں کے درمیان اتنا صحیح فیصلہ کرتے تھے کہ اس وجہ سے سارے لوگ ان سے محبت کرتے تھے، اور کوئی بھی ان کی مخالفت نہ کرتا تھا۔'' [1]

دو جھگڑا کرنے والوں کا قصہ، اور سیّدنا داؤد علیہ السلام کا استغفار و انابت الٰہی:

سورۂ ص کی آیات (۲۱) سے (۲۵) تک اللہ تعالیٰ نے سیّدنا داؤد علیہ السلام کے ایک فیصلے کا ذکر کیا ہے جو ان کی حکمت و دانائی، بالغ نظری اور اللہ سے ان کی شدت خوف پر دلالت کرتا ہے۔ ان آیات کا اجمالی معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ایک دن داؤد کے پاس دو آدمی دروازے سے داخل ہونے کے بجائے دیوار پر چڑھ کر اس محراب میں داخل ہو گئے جس میں وہ اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے، چنانچہ ان دونوں کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا گئے، تو انہوں نے کہا: گھبرائیے مت۔ ہمارے درمیان جھگڑا ہے، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ عدل و انصاف کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجیے۔ کسی پر زیادتی نہ کیجیے۔ اور صحیح راستے کی طرف ہماری راہنمائی کیجیے۔ پھر وہ آدمی جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا تھا، کہنے لگا کہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ یہ کہتا ہے کہ تم مجھے اپنی دُنبی دے دو، تاکہ اپنی دنبیوں کے ساتھ اسے ملا لوں، اور اپنی چرب زبانی اور میٹھے بولوں کی وجہ سے مجھ پر غالب آ کر دنبی لے لی ہے۔

سیّدنا داؤد علیہ السلام نے کہا: اس نے تمہاری دُنبی مانگ کر تم پر زیادتی کی ہے، اس لیے کہ ننانوے دنبیوں کے ہوتے ہوئے تمہاری دُنبی زبردستی لینے کی اسے ضرورت نہیں تھی۔

مزید کہا کہ بہت سے شرکاء اسی طرح اخوت و صداقت کا پاس نہیں رکھتے، اور زیادتی کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ برادری کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے بھائی کو اپنے آپ پر ترجیح دیں۔ البتہ جو لوگ ایمان و تقویٰ کی دولت سے لبریز ہوتے ہیں وہ ایسی زیادتی نہیں کرتے، اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں، دونوں کے واپس چلے جانے کے بعد داؤد کے ذہن میں بات آئی کہ یہ

[1] بحواله تيسير الرحمن : ۱۲۷۶/۲.

قضیہ تو اللہ کی طرف سے ان کا امتحان تھا، اس لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے لگے، اور ان کے دل پر خشیت الٰہی کا ایسا غلبہ ہوا کہ سجدے میں گر کر رونے لگے، اور پوری طرح اپنے رب کی طرف متوجہ ہو گئے:

﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۝٢٤﴾ (ص: ٢٤)

''پس وہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے لگے، اور سجدے میں گر گئے اور (ہماری طرف پوری طرح) متوجہ ہو گئے۔''

روایات میں آیا ہے کہ:

((اَنَّ دَاوُدَ نَبِيَّ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَكٰى مِنْ خَطِيْئَةٍ حَتّٰى هَاجَ مَا حَوْلَهُ .)) [1]

''اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنی خطا پر اتنا روئے کہ پاس والوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔''

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور قربت:

پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا، اور انہیں اپنی قربت عطا کر دی۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَآبٍ ۝٢٥﴾

(ص: ٢٥)

''پس ہم نے ان کی غلطی معاف کر دی، اور یقیناً ان کو ہم سے قربت حاصل تھی، اور ان کا ٹھکانا اچھا ہے۔''

''یعنی وہ کام جو سیّدنا داؤد علیہ السلام سے سرزد ہوئے انہیں معاف کر دیا جو اس قبیل سے تھے جس کے متعلق کہا جاتا ہے: ((اِنَّ حَسَنَاتِ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ……))

[1] کتاب الزهد، للإمام وكيع: ١/ ٢٥٠، رقم: ٢٤۔ اس روایت کے سب راوی ''ثقہ'' ہیں۔

(ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہیں۔'' [1]

مفسرین لکھتے ہیں کہ ''سیّدنا داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ ان کی حکمت و بالغ نظری اور فیصلوں میں ان کے صائب الرائے اور صحیح ہونے پر دلالت کناں ہے، کیونکہ انہوں نے کسی کی رعایت کیے بغیر حق بات کہی، اور مدعی علیہ کو ٹھنڈک پہنچائی، اور ظالم نے اپنا ظلم جان لیا، اور سب نے بھی جان لیا کہ عدل و انصاف ہر بات پر مقدم ہے، اور یہ اکثر لوگوں میں دوسروں پر زیادتی کرنے کی صفت پائی جاتی ہے۔'' [2]

سورۂ ص کے سجدہ کی فضیلت:

مذکورہ بالا آیت کی تلاوت کے بعد پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرتے ہوئے سجدہ کریں۔ چنانچہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ ضروری سجود میں سے نہیں ہے، البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔'' [3]

یہ سجدۂ شکر ہے:

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے، انہوں نے کہا کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ (ص) میں سجدہ کیا اور فرمایا: ((سَجَدَهَا دَاوُدُ تَوْبَةً وَ نَسْجُدُهَا شُكْرًا)) [4]

''سیّدنا داؤد (علیہ السلام) نے یہ سجدہ توبہ کے طور پر کیا تھا اور ہم یہ سجدہ شکر کے طور پر کرتے ہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں عوام رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۱۹۱، طبع دار السلام، لاهور.

[2] بحواله تیسیر الرحمن، ص: ۱۲۷۷.

[3] صحیح بخاری، کتاب سجود القرآن، رقم: ۱۰۶۹۔ مسند احمد: ۱/ ۳۶۰۔ مصنف عبدالرزاق، رقم: ۵۸۶۵۔ مسند حمیدی، رقم: ۴۷۷۔ سنن دارمی، رقم: ۱۴۶۷۔ سنن ابوداؤد، رقم: ۱۴۰۹۔ سنن ترمذی، رقم: ۵۷۷۔ صحیح ابن خزیمه، رقم: ۵۵۰.

[4] سنن نسائی، کتاب الإفتتاح، رقم: ۹۰۷۔ صحیح سنن أبوداؤد، رقم: ۱۴۷۔ المشکاة، رقم: ۱۰۳۸.

نے امام مجاہد سے سورۂ (ص) کے سجدے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے اس کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''کیا آپ ان آیات کو نہیں پڑھتے: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَنَ﴾ (الانعام: ٨٤) ''اور اس کی اولاد میں سے ہیں داؤد اور سلیمان۔'' ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ٩٠) ''یہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم انہیں کی ہدایت کی پیروی کرو۔'' یعنی سیّدنا داؤد علیہ السلام بھی ان انبیاء میں سے ہیں جن کے بارے میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کی پیروی کریں، داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ کیا۔'' [1]

روزِ قیامت انہیں قربِ الٰہی حاصل ہوگا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے تقرب سے سرفراز فرمائے گا، نیز انہیں عمدہ مقام، یعنی ان کی توبہ اور اپنی مملکت میں مکمل عدل کی وجہ سے انہیں جنت میں بلند و بالا درجات نصیب ہوں گے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمَٰنِ عَزَّوَجَلَّ ، وَ كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ ، اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَاوَلُوْا .)) [2]

''یقیناً عدل و انصاف کرنے والے رحمان کے دائیں ہاتھ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں۔ (یعنی) وہ لوگ جو اپنے فیصلوں، اہل وعیال اور سپرد شدہ (دیگر معاملات) میں عدل و انصاف کیا کرتے ہیں۔''

حکمت بھری نصیحتیں برائے تعلق باللہ:

سیّدنا داؤد علیہ السلام کی حکمت و دانائی والی باتوں میں یہ بھی ہے:

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٨٠٧.

[2] صحیح مسلم، کتاب الإمارة، رقم: ١٨٢٧.

''عقل مند آدمی پر حق ہے کہ وہ چار اوقات میں غافل نہ ہو:

۱۔ جب وہ اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کر رہا ہو۔

۲۔ جب وہ اپنا محاسبہ کر رہا ہو۔

۳۔ جب اس کے بھائی اسے اس کے عیوب بیان کر رہے ہوں، اور اس کی ذات کے متعلق سچی باتیں بتا رہے ہوں۔

۴۔ جب وہ حلال اور اچھی چیزوں کے ساتھ اپنے آپ کو لذت اُٹھانے کا موقع دے کیونکہ یہ آخری وقت پہلے اوقات کے لیے معاون اور دل کو تسکین دینے والا ہے۔

اور عقل مند انسان پر حق ہے کہ وہ اپنے وقت کو پہچانے، اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنے کام میں لگا رہے۔ عقل مند پر فرض ہے کہ وہ تین مقاصد کے علاوہ کسی کام کے لیے سفر نہ کرے:

۱۔ آخرت کی تیاری کے لیے۔

۲۔ ذریعہ معاش کی فراہمی کے لیے۔

۳۔ حلال چیز کے ساتھ لذت اُٹھانے کے لیے۔ [1]

محبت الٰہی اور تعلق باللہ کے لیے دُعا:

سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیّدنا داؤد علیہ السلام یہ دعا مانگا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ ، وَاَھْلِیْ ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ .)) [2]

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا، اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو

---

[1] الزھد ، لإبن المبارك : ۱/۱۰۵،۱۰۳.

[2] سنن ترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۹۰۔ مستدرك حاكم، رقم: ۳۶۷۳۔ سلسلة الصحيحة ، رقم: ۱۷۰۷.

تجھ سے محبت کرتا ہو، اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچا دے۔
اے اللہ! اپنی محبت کو میرے لیے میری جان، میرے اہل خانہ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔''

۷۔ سیّدنا سلیمان علیہ السلام

داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سب سے چھوٹے سیّدنا سلیمان علیہ السلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا داؤد علیہ السلام کے علم و نبوت کا وارث ان کے بعد ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو بنایا تھا۔ آپ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرنے والے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے:

﴿ وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۳۰ ﴾

(ص : ۳۰)

''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، (وہ) اچھا بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا۔''

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ تعلق باللہ:

اللہ تعالیٰ نے انہیں بادشاہت سے بھی نوازا تھا۔ ان کی حکومت نہ صرف انسانوں، بلکہ پرندوں، جانوروں اور جنات پر بھی تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالاتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ ہمیں پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے، اور ہمیں ہمارے رب کی جانب سے ہر چیز دی گئی ہے، کسی چیز کی کمی نہیں ہے، بے شک اللہ کا ہم پر واضح فضل و کرم ہے:

﴿ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۵ وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۱۶ ﴾

(النمل : ۱۵، ۱۶)

''اور ان دونوں (داؤد وسلیمان) نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ہے۔ اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے، انہوں نے کہا: اے لوگو! ہمیں چڑیوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے، اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے، بے شک یہ اللہ کا نمایاں فضل ہے۔''

مسجد اقصیٰ کی تعمیر اور تعلق باللہ:

آپ معمار بیت المقدس بھی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب سیّدنا سلیمان بن داؤد علیہما السلام بیت المقدس کی تعمیر مکمل کر چکے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا: (۱) اے اللہ! میرا فیصلہ تیرے فیصلہ کے موافق ہو۔ (۲) مجھے ایسی حکومت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو (یعنی ویسی حکومت میرے بعد کسی کو نہ دے) ان کی یہ دونوں دعائیں قبول کر لی گئیں اور تیسری دعا انہوں نے یہ کی کہ کوئی بھی شخص صرف نماز کی غرض سے میری اس تعمیر کردہ مسجد میں آجائے تو اس کے تمام گناہ معاف فرما کر ایسے کر دینا گویا وہ ابھی پیدا ہوا ہے (نبی کریم ﷺ نے فرمایا) میں یہ اُمید کرتا ہوں کہ یہ چیز بھی اللہ نے اُسے عطا کی ہے۔'' [1]

نماز کی پابندی اور تعلق باللہ:

ایک دفعہ آپ جنگی گھوڑوں کے مشاہدے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ نمازِ عصر کا وقت ختم ہوگیا۔ تو آپ فرمانے لگے:

﴿إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾﴾ (ص: ۳۰۔۳۳)

''جب شام کے وقت اس کے سامنے اصل تیز رو گھوڑے پیش کیے گئے۔ تب اس نے کہا: بلاشبہ میں نے مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے محبوب جانا (ترجیح

[1] سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة، رقم: ۱۴۰۸۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

دی) ہے، حتی کہ وہ (سورج) پردے میں چھپ گیا۔ کہا: انہیں میرے پاس لاؤ، پھر وہ (ان کی) پنڈلیوں اور گردنوں پر (ہاتھ) پھیرنے لگے۔'' ❶

رضائے الٰہی کی تلاش:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام جنوں، انسانوں اور چڑیوں پر مشتمل اپنی ایک منظّم ومرتب فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں ان کا گذر ایک ایسی وادی سے ہوا جس میں چیونٹیاں پائی جاتی تھیں۔ ایک چیونٹی نے اس لشکر جرار کو دیکھ کر دیگر چیونٹیوں سے کہا کہ تم سب جلد از جلد اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کی فوج غیر شعوری طور پر تمہیں کچل دے۔ سیّدنا سلیمان علیہ السلام اس کی بات سن کر مسکرانے لگے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے دعا کرنے لگے کہ:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾﴾ (النمل: ۱۹)

''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے باپ ماں کو دی ہیں، اور ایسا نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے، اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر دے۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''باپ ماں پر احسان گویا آدمی پر احسان ہوتا ہے، اس لیے اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنے کی توفیق مانگی، اور چاہا کہ دنیاوی نعمتوں کے ساتھ اللہ انہیں دینی نعمت سے نوازے، اس لیے عمل صالح کی توفیق مانگی۔ اور چونکہ مردمومن کا انتہائے مقصود آخرت کی کامیابی ہے، اس لیے آخر میں دُعا کی کہ اللہ انہیں قیامت کے روز اپنے نیک بندوں میں شامل کر دے۔

یہاں علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اپنے لیے دعا کی ہے کہ اے اللہ! میں بھی تجھ سے وہی مانگتا

❶ مزید تفصیل دیکھیں: تفسیر الطبری: ۲۳/ ۱۸۵۔ تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۱۹۶.

ہوں جو تیرے نبی کریم سلیمان علیہ السلام نے تجھ سے مانگا تھا، تو میری دعا قبول کر لے اور مجھ پر فضل فرما، اگرچہ میں عمل میں کوتاہوں، لیکن جنت کے حصول کا سبب محض تیرا فضل و کرم ہے، انتہیٰ۔'' ❶

اے رب کریم! ہم بھی تیرے نبی کریم سلیمان علیہ السلام کی طرح تجھ سے تیری رضا اور عمل صالح کی توفیق مانگتے ہیں، اور ہمارے مولائے کریم! انتہائی تضرع اور عاجزی و انکساری کے ساتھ تیرے سامنے سربسجود ہو کر دعا کرتے ہیں کہ روزِ قیامت ہمیں بھی اپنے رحم و کرم سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر دینا، اگرچہ ہم عمل میں کوتاہ ہیں اور ہمارے والدین، ہمارے بھائی بہن، ہمارے بیوی، بچے اور بچیوں کو بھی اپنے فضل و کرم کے سائے تلے جگہ دے دینا۔ آمین یا ارحم الراحمین .

آزمائش پر صبر کے ذریعہ تعلق باللہ:

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا سلیمان علیہ السلام کو حکومت و بادشاہی دے کر آزمایا، اور ایک دفعہ ان کی آزمائش کی کہ ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور ساتھ ہی یہ دُعا کی کہ اے میرے رب! مجھے ایسی حکومت دے جو میرے بعد کسی کو نہ ملے:

﴿ وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ ﴾ (ص : ٣٤، ٣٥)

''اور ہم نے سلیمان کو آزمائش میں ڈالا، اور اُن کے تخت شاہی پر ایک جسم ڈال دیا، پھر انہوں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا۔ انہوں نے کہا: میرے رب! مجھے معاف کر دے، اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر جیسی میرے بعد کسی کو نہ ملے، تو بے شک بڑا عطا کرنے والا ہے۔''

❶ فتح القدیر: ٢/ ٢٩٥.

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اس دھڑ کی حقیقت کو بیان نہیں کیا۔ جسے اس نے سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ڈال دیا تھا۔ لہٰذا ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال کر ان کی آزمائش فرمائی تھی لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ دھڑ کیا تھا۔ اس کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، ہم نہیں جانتے کہ اس میں سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا۔ واللہ اعلم۔'' [1]

مغفرت اور مزید انعامات الٰہیہ:

اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا، اور ان کی دعا قبول فرما لی اور ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جو ان کے حکم کے مطابق ان کے تخت کو، یا پھر ہوا میں تیرنے والے ان کے سفینے کو جہاں چاہتے لے کر جاتی۔ اس بادبانی سفینہ کی رفتار صبح کے وقت ایک ماہ کی، اور شام کے وقت ایک ماہ کی ہوتی تھی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شیاطین الجن کو بھی مسخر کر دیا تھا، جو ان کے حکم کے مطابق مختلف کام کیا کرتے تھے، ان میں کوئی معمار تھا، تو کوئی سمندر میں غوطے لگا کر موتی نکالتا تھا، اور ان میں سے جو نافرمانی کرتا تھا، ان کے ہاتھوں میں بیڑیاں ڈال کر ان کی گردنوں کے ساتھ باندھ دیتے تھے۔

سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے جو کچھ مانگا انہیں عطا کیا، اور ان سے کہہ دیا کہ اب آپ جسے جو چاہیے اور جتنا چاہیے دیجیے، اور جسے چاہیے نہ دیجیے، آپ سے اس کا کوئی حساب نہ لیا جائے گا۔ ان ظاہر نعمتوں کے علاوہ انہیں اللہ تعالیٰ کی قربت بھی حاصل تھی، اور روزِ قیامت بھی ان کا انجام اچھا ہوگا:

﴿وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ۝ وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ۝﴾ (ص: ٣٧۔ ٤٠)

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۱۹۸/۵۔ طبع دار السلام، لاہور.

"پس ہم نے ہوا کو ان کے تابع فرمان بنا دیا، جو اُن کے حکم سے دھیمی چلتی ہوئی، وہ جہاں چاہتے انہیں وہاں پہنچا دیتی تھی۔ اور ہم نے ہر مکان بنانے والے اور غوطہ لگانے والے شیطانوں کو بھی اُن کے تابع کر دیا تھا۔ اور دوسرے شیطانوں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ (ہم نے اُن سے کہا) یہ ہمارا عطیہ ہے، آپ چاہیں تو دوسروں کو اس میں سے دیجیے یا نہ دیجیے، اس کا آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ اور یقیناً اُن کو ہم سے قربت حاصل تھی، اور اُن کا ٹھکانا بھی اچھا ہے۔"

سیّدنا سلیمان علیہ السلام کی ایمان افروز نصیحت:

سیّدنا سلیمان علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے تخت پر کہیں جا رہے تھے۔ انسان اور جنات آپ کے دائیں بائیں بیٹھے تھے۔ بنی اسرائیل کے ایک عابد نے دیکھ کر کہا: اے سلیمان، اللہ کی قسم! آپ کو عظیم ملک دیا گیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا: بندۂ مومن کے نامۂ اعمال میں درج صرف یہ ایک تسبیح میری تمام سلطنت سے بہتر ہے کیونکہ یہ سب فانی ہے مگر تسبیح باقی رہنے والی ہے۔" [1]

۸۔ سیّدنا عزیر علیہ السلام

سیّدنا عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی تھے۔ آپ کا زمانہ نبوت سیّدنا داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے بعد اور سیّدنا زکریا اور یحییٰ علیہما السلام سے پہلے کا ہے۔ بنی اسرائیل میں تورات کا کوئی حافظ باقی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تورات الہام کی، تو آپ نے بنی اسرائیل کو مکمل تورات لکھوا دی۔ [2]

---

[1] مکاشفة القلوب، ص: ۱۴۶۔

[2] قصص الأنبیاء، ص: ۶۳۵۔ طبع اسلامی اکادمی، لاهور۔

تعلق باللہ اور قدرتِ الٰہی پر یقین کامل کا واقعہ:

آپ ایک ایسی بستی سے گزرے جو مکمل طور پر تہ و بالا ہو چکی تھی، اور اس کے رہنے والے بھی لوگ مر چکے تھے۔ اُن کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ان لوگوں کو اب اللہ کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اور دیگر لوگوں کے حال پر رحم کرتے ہوئے انہیں سو سال کے لیے مردہ بنا دیا، ان کا گدھا بھی مر گیا، اور اُن کے پاس کھانے پینے کی جو چیزیں تھی وہ سب اپنی حالت پر باقی رہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی، جب اللہ نے انہیں دوبارہ زندہ کیا تو ان سے پوچھا کہ کتنے دن تم اس حال میں باقی رہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ تب اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ وہ سو سال مردہ رہے ہیں، پھر اللہ نے اُن سے کہا کہ تم اپنے کھانے پینے کی چیزیں دیکھو، وہ خراب نہیں ہوئی ہیں، اور اپنے گدھے کو دیکھو، اس کے چیتھڑے ہو چکے ہیں اور اس کی ہڈیاں سڑ گل گئی ہیں، اس کے بعد اللہ نے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے گدھے کو زندہ کیا، تو بول اُٹھے کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یقیناً ہر فردِ بشر کو قیامت کے روز زندہ کیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۵۹ ﴾ (البقرہ: ۲۵۹)

''یا اس آدمی کے حال پر غور نہیں کیا، جو ایک بستی سے گذرا جو اپنی چھتوں سمیت گری پڑی تھی، اس نے کہا کہ اللہ اب کس طرح اس بستی کو مر جانے کے بعد زندہ کرے گا، تو اللہ نے اُسے سو سال کے لیے مردہ کر دیا، پھر اُسے اُٹھایا، اللہ

نے کہا کہ تم کتنی مدت اس حال میں رہے، اس نے کہا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ اس حال میں رہا ہوں، اللہ نے کہا بلکہ سو سال رہے ہو، پس اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ خراب نہیں ہوئی ہیں، اور اپنے گدھے کو دیکھو، اور تا کہ ہم تمہیں اور لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیں، اور (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم انہیں کس طرح اُٹھا کر ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں، پھر اُن پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب حقیقت اس کے سامنے کھل گئی تو کہا میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

۹۔ سیّدنا یعقوب علیہ السلام

سیّدنا یعقوب علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے اسحاق کے ساتھ ہی پوتے یعقوب کی بھی خوشخبری سنا دی تھی۔

آپ کی اولاد میں سے سیّدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم نبوت سے سرفراز کیا۔

جب سیّدنا یوسف مفقود الخبر ہو گئے تو سیّدنا یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام کی گمشدگی پر شدید حزن و ملال کا اظہار کرنے لگے، اس لیے کہ ان کی مصیبتوں کی ابتدا انہی کی گمشدگی سے ہوئی تھی، وہ گم ہوئے، بعد میں بنیامین غلام بنا لیے گئے اور پھر بڑے بیٹے نے بینامین کے حادثے سے متاثر ہو کر مصر میں ہی غریب الوطنی کی زندگی اختیار کر لی۔

اظہارِ افسوس:

سیّدنا یعقوب علیہ السلام، سیّدنا یوسف علیہ السلام کے گم ہونے کے بعد گھٹ گھٹ کر اتنا روئے کہ مسلسل آنسو بہتے رہنے سے آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اللہ ذوالجلال والاکرام نے ارشاد فرمایا:

﴿وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴾ (یوسف: ۸۴)

''اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں، اور اپنا درد اور غم دل میں چھپائے رہتے تھے۔''

بیٹوں کا باپ سے اظہارِ ہمدردی:

سیّدنا یعقوب علیہ السلام کی حالت زار دیکھ کر ان کے بیٹوں کو ان پر رحم آتا تھا، اور ان کی حالت دن بدن غیر ہونے لگی۔ اور ڈرے کہ کہیں یوسف کا غم ان کے دل کو نہ کھا جائے، اور ان کی موت کا سبب نہ بن جائے۔ تو انہوں نے آپ علیہ السلام سے کہا:

﴿تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتّٰى تَكُونَ حَرَضًا اَوْ تَكُونَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿٨٥﴾﴾ (یوسف : ۸۵)

''اللہ کی قسم! آپ یوسف کو اسی طرح ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ گھل کر موت کے قریب ہو جائیں گے، یا ہلاک ہو جائیں گے۔''

سیّدنا یعقوب علیہ السلام حالت زار میں صرف اللہ کا سہارا لیتے ہیں:

بیٹوں کی یہ بات سن کر آپ فرماتے تھے:

﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ (یوسف : ۸۶)

''میں اپنا دردِ غم اور حزن والم اللہ سے کہتا ہوں۔''

اور اس کی بارگاہ میں دُعا کرتا ہوں، اسی سے التجا کرتا ہوں، کسی انسان سے نہیں، لہٰذا تم لوگ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

۱۰۔ سیّد الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خالق کائنات، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے محبت کرنے والے، اس کے محبوب، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں پر عمل کریں، اور ان کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کریں، اور اپنی زندگی کی خطاؤں اور غلطیوں پر معافی کا قلم پھرا کر جنت الفردوس کے وارث بن جائیں۔ آیت کریمہ:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ﴾ (آل عمران : ۳۱)

میں یہی رمز محبت بتایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری:

سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (اتنا لمبا) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں (مبارک بوجہ ورم) پھٹنے لگے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (میں نے عرض کیا:) اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ (غفور و رحیم) نے تو آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی ہیں، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا .)) [1]

''تو کیا میں (اللہ تعالیٰ کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''

خشیت الٰہی سے گریہ زاری:

سیّدنا عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ (میں نے دیکھا کہ) آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے اس طرح آواز نکل رہی تھی، جیسے چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا سے نکلتی ہے۔ [2]

عبودیت کا اعلیٰ مقام اور تعلق باللہ:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''بدر کے دن مقداد کے علاوہ ہمارے ساتھ کوئی بھی گھڑ سوار نہیں تھا۔ ہم سے ہر شخص گہری نیند سویا۔ سوائے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے، جو ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ساری رات اللہ کی عبادت کرتے اور روتے رہے۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٨٣٦، ٤٨٣٧.

[2] صحیح سنن ابوداود، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ٩٠٤۔ صحیح سنن ترمذی، رقم: ٣٢١.

[3] مسند احمد: ١٢٥/١۔ السنن الکبریٰ، للنسائی، رقم: ٨٢٣۔ صحیح ابن خزیمہ، رقم: ٨٩٩۔ ابن خزیمہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معیت کا یقین کامل:

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا (سفر ہجرت میں) ہم روانہ ہوئے تو لوگ ہمارے تعاقب میں تھے۔ ان میں سے صرف سراقہ بن مالک اپنے گھوڑے پر سوار ہمارے قریب پہنچ گیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے ہمارے قریب آ پہنچا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ ''غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' وہ ہمارے اس قدر نزدیک پہنچ گیا کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک، دو نیزوں کے برابر فاصلہ رہ گیا۔ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ہم تک آ پہنچا ہے، اور (ساتھ ہی) میں رونے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا، اللہ کی قسم! میں اپنی جان کو خطرے میں دیکھ کر نہیں رو رہا، بلکہ آپ کی سلامتی کو خطرے میں دیکھ کر رو رہا ہوں۔ (ابو بکر رضی اللہ عنہ نے) بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! جس طرح آپ پسند کریں ہمارے لیے اس کے مقابلے میں کافی ہو جا۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے نتیجے میں اس کے گھوڑے کی ٹانگیں سخت زمین میں پیٹ تک دھنس گئیں۔ [1]

مصائب ومشکلات میں صبر کا اظہار اور تعلق باللہ:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر اذیت دی گئی ہے کہ کسی اور کو اتنی اذیت نہیں دی گئی، اور مجھے اللہ کے راستہ میں اتنا ڈرایا گیا کہ اتنا کسی اور کو خوف زدہ نہیں کیا گیا۔ مجھ پر تین دن اور راتیں ایسی گذریں کہ میرے اور بلال کے پاس اتنا کھانا بھی نہ تھا کہ جسے کوئی جگر والا کھائے۔ (وہ اتنا کم ہوتا تھا) کہ جسے بلال رضی اللہ عنہ بغل میں چھپا لیتے تھے۔'' [2]

---

[1] مسند احمد: ۱/۲، رقم: ۳۔ احمد شاکر فرماتے ہیں: اس کی سند ''صحیح'' ہے۔

[2] سنن ابن ماجه، رقم: ۱۵۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

رضائے الٰہی کی تلاش:

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد میں یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْكَ ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ ، أَنْتَ كَمَ أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ .)) ❶

''اے اللہ! میں تیری رضا کے ذریعے تیرے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں، اور تیری معافات کے ذریعہ تیرے عقاب سے، اور اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں، میں تیری ثنا اس طرح بیان نہیں کرسکتا جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنا بیان کی ہے۔''

قرآنِ کریم کی خوش ادائی سے تلاوت اور تعلق باللہ:

معاویہ بن قرۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے سیّدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے یہ پڑھتے ہوئے سنا:((اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا . لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ .)) آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیات دھرا دھرا کر پڑھ رہے تھے۔ معاویہ بن قرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہو جائیں گے، تو میں اسی طرح تم کو قراءت اور تجوید وتحسین سے پڑھ کر سناتا۔'' ❷

تواضع:

مریضوں کی عیادت کرنا بھی تواضع کا نمونہ ہے۔ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو آپ نہ خچر پر سوار تھے، نہ

---

❶ سنن ابوداؤد، باب تفریع ابواب الوتر، رقم: ۱۴۲۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۵۰۴۷۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، رقم: ۵۴۷.

تر کی گھوڑے پر (بلکہ آپ پیدل تشریف لائے) ❶

بچوں سے شفقت ورحم دلی:

سیّدنا یوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔'' ❷

حیاتِ طیبہ کے آخری لمحات میں اللہ تعالیٰ سے تعلق:

حیاتِ طیبہ کے آخری لمحات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو شرک سے بچنے کی تاکید فرمائی نیز مسلمانوں کو نماز کی پابندی کرنے اور غلاموں سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔ ❸

حیاتِ طیبہ کے آخری الفاظ یہ تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِی وأَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلیٰ .)) ❹

''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما، مجھ پر رحم فرما اور مجھے بلند پایہ رفقاء سے ملا دے۔''

❶ صحیح بخاری، کتاب المرضی، رقم: ٥٦٦٤.

❷ مسند حمیدی، رقم: ٨٦٩۔ المعجم الکبیر، للطبرانی: ٢٨٥/٢٢۔ مسند أحمد: ٣٥/٤، ٦/٦۔ شیخ شعیب نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاتہ۔ سنن ابن ماجة، کتاب الجنائز: ١٣١٧/١.

❹ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ٤٤٤٠.

باب نمبر 5

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق باللہ

۱۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے غار میں فرمایا تھا: ''ان دو کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔'' ❶

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اپنے والد اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں کوئی تحریر لکھوں، کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو نہ کرے، اور کوئی کہنے والا کہے کہ میں سب سے بہتر ہوں۔ حالانکہ اللہ اور سب اہل ایمان، ابوبکر کے سوا سب کا انکار کریں گے۔'' ❷

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اگر میں نے کسی کو دوست بنانا ہوتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ بلاشبہ تمہارا ساتھی (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔'' ❸

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب فرماتے ہیں: ہم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ اچانک سیّدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نظر آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دونوں انبیاء اور رسولوں کے علاوہ باقی تمام اگلے پچھلے بوڑھے جنتیوں کے سردار ہیں، اے علی! ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔'' ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٦٦٣.

❷ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر رضی الله عنه، رقم: ٢٣٨٧.

❸ صحیح مسلم، رقم: ٢٣٨٣.

❹ سنن ترمذی، کتاب المناقب، رقم: ٣٦٦٤۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

سیّدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کسی معاملہ میں آپ سے گفتگو کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کسی بات کا حکم فرمایا، اس نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ کو نہ پاؤں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس چلی جانا۔'' [1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تجھ کو آگ سے آزاد کر دیا ہے۔'' اس دن سے ان کا لقب عتیق پڑ گیا۔ [2]

عمل بالقرآن اور تعلق باللہ:

سیّدنا مسطح رضی اللہ عنہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے اس لیے وہ ان کی کفالت کرتے تھے، لیکن جب انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے لوگوں کی ہاں میں ہاں ملائی تو انہوں نے ان کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس پر آیت نازل ہوئی:

﴿وَ لَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢﴾﴾ (النور: ۲۲)

''اور تم میں دولت مند لوگ قرابتداروں، مسکینوں اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں اور عفو درگزر کریں، کیا تم لوگ یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

اور اب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے مصارف کے کفیل ہوگئے اور کہا: ہاں! مجھے یہی پسند ہے کہ اللہ میری مغفرت کرے۔'' [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، رقم: ۳۶۵۹۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۳۸۶.

[2] سنن ترمذی، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۷۹۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضا، رقم: ۲۶۶۱.

محبت رسول ﷺ کے ذریعہ تقرب الی اللہ:

جناب رسول کریم ﷺ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے سفر میں اپنا رفیق بنانے کی بشارت سناتے ہیں۔ یہ سن کر وہ اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ واقعہ کی تفصیل جاننے کے لیے صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث پیش خدمت قارئین کرام ہے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم سورج ڈھلنے (زوال) کے وقت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹھے تھے کہ کسی نے ان سے کہا: ''رسول کریم ﷺ سر ڈھانپے ہوئے ہیں اور ادھر تشریف لا رہے ہیں۔ اس وقت میں ہمارے ہاں تشریف لانا آپ ﷺ کی عادت مبارکہ نہ تھی۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ان پر میرے ماں باپ قربان! اللہ کی قسم! اس وقت آپ کی تشریف آوری کسی اہم مقصد ہی کے لیے ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اندر تشریف لانے کی اجازت طلب کی۔'' اجازت ملنے پر اندر تشریف لائے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جو لوگ تمھارے پاس موجود ہیں انھیں باہر بھیج دو۔'' سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، وہ تو آپ کے گھر والے ہی ہیں۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے (مکہ مکرمہ سے) نکلنے کی اجازت مل چکی ہے۔'' سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس سفر میں آپ کی رفاقت کا طلب گار ہوں۔'' رسول کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''ہاں''۔

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے اس سفر کے متوقع سنگین خطرات اور مصیبتوں سے بے خبر نہ تھے۔ لیکن ان خطرات کا اندیشہ ان کے اپنے محبوب جناب رسول کریم ﷺ کے رفیق سفر بننے کی رغبت، خواہش اور تمنا میں کچھ کمی پیدا نہ کر سکا اور جب آنحضرت ﷺ نے ان کی رغبت پر موافقت کا اظہار فرمایا تو شدت فرح سے ان کی آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام ابن اسحٰق نے اپنی روایت میں یہ اضافہ نقل کیا ہے:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں اور اس سے پہلے مجھے اس بات کا احساس نہ تھا کہ خوشی کی وجہ سے بھی کوئی روتا ہے۔'' [1]

زہد و تواضع:

سلاطین و امراء کے جاہ و جلال سے اگرچہ انسان دفعتہً مرعوب ہو جاتا ہے لیکن حقیقی اطاعت اور اصل محبت صرف زہد و تواضع سے پیدا ہو سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں اگرچہ دنیا نے ان کے سامنے اپنے خزانے اگل دیے، تاہم انھوں نے اپنی قدیم سادگی اور خاکساری کو ہمیشہ قائم رکھا اس لیے عرب کی غیور طبیعتوں کو ان کی اطاعت اور فرمانبرداری سے کبھی عار و استنکاف نہیں ہوا۔

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت سے قبل بکریاں دوہا کرتے تھے منصب خلافت سے ممتاز ہوئے تو ایک لڑکے نے کہا ''اب وہ ہماری بکریاں نہ دوہیں گے'' انھوں نے سنا تو بولے ''اللہ کی قسم ضرور دوہوں گا، اللہ نے چاہا تو خلافت میری قدیم حالت میں تغیر نہ پیدا کرے گی چنانچہ امور خلافت کو بھی انجام دیتے تھے اور ان کی بکریاں بھی دوہتے تھے، بلکہ اگر ضرورت ہوتی تو ان کو چرا بھی لاتے تھے۔'' [2]

''زہد و عبادت کا یہ حال تھا کہ اکثر راتیں قیام میں، اکثر دن روزوں میں گزارتے تھے۔ خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں چوب خشک نظر آتے تھے۔ رقت اتنی طاری ہوتی کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ عبرت پذیری کا یہ حال تھا کہ دنیا کا ذرہ ذرہ ان کے لیے دفتر عبرت تھا۔ کوئی سرسبز درخت دیکھتے تو فرماتے، کاش میں درخت ہوتا کہ آخرت کے خطروں سے محفوظ رہتا۔

چڑیوں کو چہچہاتے دیکھتے تو فرماتے، پرندو خوش نصیب ہو کہ دنیا میں چرتے چگتے اور درختوں کے سایہ میں بیٹھتے ہو اور قیامت کے محاسبہ کا کوئی خطرہ نہیں، کاش ابوبکر رضی اللہ عنہ

---

[1] فتح الباری: ۷/۲۳۵۔ نیز دیکھیں: سیرت ابن ھشام: ۲/۹۳.

[2] اسد الغابة، تذکرہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ.

تمھاری طرح ہوتا، بات بات پر آہ سرد کھینچتے تھے، یہاں تک کہ ''اواہ'' لقب ہوگیا تھا۔ [1]

۲۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے خطاب کے بیٹے! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، شیطان تم سے گلی میں چلتے ہوئے ملے گا تو تمہاری گلی چھوڑ کر دوسری گلی میں چلنے لگے گا۔'' [2]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ابوجہل یا عمر بن خطاب ان دونوں میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کو غلبہ عطا فرما۔'' سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان دونوں میں عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے ہاں زیادہ محبوب تھے۔ [3]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔'' سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لوگوں کو کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش نہیں آیا کہ انہوں نے اس میں اپنی رائے دی ہو، اور عمر نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہو، مگر اس بارہ میں قرآن سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوا۔ [4]

سیّدنا عقبہ بن عامر فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میرے بعد کسی نے نبی ہونا ہوتا، تو عمر بن خطاب ہوتے۔'' [5]

---

[1] طبقات ابن سعد ج۔ق۔ اوّل۔ تاریخ الخلفاء اور کنز العمال ج: ٦ میں اس قسم کے بکثرت واقعات ہیں۔ بحوالہ تاریخ الاسلام از ندوی : ١/١٦٦۔١٦٨.

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ٣٦٥٩۔ صحیح مسلم، أیضاً، رقم: ٢٣٨٦.

[3] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما، رقم: ٣٦٧٩۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[4] سنن ترمذی، ایضاً، رقم: ٣٦٨٢۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[5] سنن ترمذی، أیضاً، رقم: ٣٦٨٦۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ٣٢٧.

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ مجھے دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا ہے، میں نے اس سے دودھ پیا اور جو بچا تھا وہ میں نے عمر بن خطاب کو دے دیا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اس کی تعبیر کیا کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علم۔'' [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے جنت میں ایک محل دیکھا میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ تو جواب میں کہا گیا: عمر بن خطاب کا ہے۔'' [2]

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے، اس وقت ان کا جنازہ چارپائی پر رکھا ہوا تھا، اتنے میں ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آ کر میرے شانوں پر اپنی کہنیاں رکھ دیں، اور (عمر کو مخاطب کر کے) کہنے لگا: اللہ آپ پر رحم کرے۔ مجھے تو یہی اُمید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ (دفن) کرائے گا، میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا کرتا تھا کہ ''میں، ابوبکر اور عمر تھے، میں نے ابوبکر اور عمر نے یہ کام کیا۔ میں ابوبکر اور عمر گئے۔'' اس لیے مجھے یہی اُمید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں کے ساتھ رکھے گا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔ [3]

عمل بالقرآن اور تعلق باللہ:

آج ہر مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، عقائد، احکام، اخلاق، معاش اور معاد کے متعلق تمام آیتیں اس کی نگاہ سے گزرتی ہیں۔ لیکن چونکہ دل سے اثر پذیری کا مادہ مفقود ہو چکا ہے، اس لیے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی حالت اس سے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۶۸۱.

[2] صحیح البخاری، أیضاً، رقم: ۳۶۸۰.

[3] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۷۷.

بالکل مختلف تھی ان پر قرآن کی ایک ایک آیت کا اثر پڑتا تھا اور اس شدت کے ساتھ پڑتا تھا کہ اس کے خوف سے ہمیشہ کانپتے رہتے تھے۔

ایک سفر میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار ایک سوال کیا جواب نہ ملا تو آگے نکل گئے اور دل میں خوف پیدا ہوا کہ کہیں ان کے بارے میں کوئی آیت نہ نازل ہو جائے تھوڑی دیر کے بعد دربارِ نبوت سے پکار ہوئی وہ گھبرا گئے کہ آیت نازل ہوگئی حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے یہ آیت سنائی۔ "إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا" (الفتح : ۱) [1]

شراب خوری سے اجتناب:

شراب عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی لیکن متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ اپنی فطرتِ سلیمہ کی ہدایت سے زمانہ جاہلیت ہی میں اس سے محترز رہے لیکن جو صحابہ اس کے عادی تھے انھوں نے بھی شراب کی حرمت کے ساتھ ہی اس دیرینہ عادت کو اس طرح ترک کر دیا کہ گویا انھوں نے جام و ساغر کو منہ ہی نہیں لگایا تھا۔ شراب کی حرمت کا حکم بتدریج نازل ہوا لیکن حرمت خمر کے متعلق سب سے آخری آیت۔

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴿٩١﴾﴾ (المائدہ : ۹۱)

"بے شک شیطان شراب اور جوا کی راہ سے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے، اور تمھیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دینا چاہتا ہے تو کیا تم لوگ (اب) باز آجاؤ گے۔"

نازل ہوئی تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بیساختہ پکار اٹھے۔ "انتهينا" ہم باز آئے۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، غزوة الحديبية، رقم: ٤١٧٧.

[2] سنن ابوداؤد، کتاب الأشربة، باب فی تحریم الخمر، رقم: ٣٦٧٠۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

ادبِ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اللہ سے تعلق:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح رسول اکرم ﷺ کا ادب و احترام کرتے تھے اس کا اظہار سینکڑوں طریقے سے ہوتا تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دربار نبوت کے ادب وعظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیب تن کر لیتے۔ بغیر طہارت کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے، آپ کے سامنے بیٹھتے تو فرطِ ادب سے تصویر بن جاتے۔ ادب کے مارے آپ سے آگے چلنا پسند نہیں کرتے، ایک سفر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ ﷺ سے آگے نکل نکل جاتا تھا، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ کوئی نبی کریم ﷺ سے آگے نہ بڑھنے پائے۔'' [1]

اہل بیت اور رسول اللہ ﷺ کے اعزہ واقارب کی عزت ومحبت:

ایک بار سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شفا بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا، وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اُسید پہلے سے موجود ہیں۔ کچھ دیر کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی لیکن شفاء کی چادر کم درجہ کی تھی اس لیے انھوں نے کہا کہ ''میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ کی چچا زاد بہن ہوں، آپ نے مجھے خاص اس غرض کے لیے بلایا تھا اور عاتکہ تو یوں ہی آ گئی تھیں'' بولے ''میں نے یہ چادر تمھارے ہی دینے کے لیے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا۔'' [2]

شوق صحبت رسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ کا فیض صحبت ایک ایسی دولت جاودانی تھا، جس پر صحابہ کرام ہر قسم کے دینوی مال ومتاع کو قربان کر دیتے تھے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے کس قدر دور مقام عالیہ میں رہتے تھے اس لیے روزانہ آپ کے فیض رفاقت سے متمتع نہیں ہو سکتے تھے، تاہم یہ معمول کر لیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے اور دوسرے روز اپنے اسلامی بھائی کو بھیجتے کہ آپ کی

---

1. صحیح بخاری، کتاب الحصبة، رقم: ٢٦١٠.
2. الإصابة، تذکرہ عاتکه بنت أسید.

تعلیمات وارشادات سے محروم نہ رہنے پائیں۔ ❶

رضائے رسول ﷺ کی تلاش:

ایک بار کسی نے آپ سے آپ کے روزے کے متعلق سوال کیا، جس پر آپ ﷺ کو غصہ آ گیا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا:

"رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا ، بِالْإِسْلَامِ دِينًا ، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا ، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهِ .))

"ہم نے اللہ کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین، اور محمد (ﷺ) کو اپنا پیغمبر بنایا ہے، اور اللہ کے اور رسول کے غصہ سے پناہ مانگتے ہیں۔"

اسی فقرہ کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ کا غصہ اتر گیا۔ ❷

عفو و درگزر:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اس آیت کی حقیقی تفسیر ہے:

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ (آل عمران : ١٣٤)

"اور غصہ کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہوتے ہیں۔"

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اگرچہ مذہبی معاملات میں نہایت سخت تھے لیکن ایک بار طائف کے دو شخصوں نے مسجد نبوی میں شوروغل کیا تو انھوں نے ان کو طلب کیا اور کہا کہ "مسجد نبوی میں شور کرتے ہو اگر شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔" ❸

شکر کے ذریعے تعلق باللہ:

ایک شخص کا بیٹا مرجاتا ہے، دولت لٹ جاتی ہے، جائیداد تباہ ہو جاتی ہے تو وہ ابتداء میں

❶ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، رقم: ٨٩.

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الصیام، باب في صوم الدهر تطوعا، رقم: ٢٤٢٥۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المسجد، رقم: ٤٧٠.

بدحواس ہوجاتا ہے، لیکن مایوسی مجبوراً صبر کا خوگر بنا دیتی ہے کہ ''الیاس احدی الراحتین'' لیکن جب باری تعالیٰ ایک لاولد شخص کو بیٹا دیتا ہے ایک مفلس کو دولت مل جاتی ہے، ایک ذلیل شخص معزز ہوجاتا ہے تو دفعتہً اس قدر مغرور اور خود پسند ہوجاتا ہے کہ اس حالت میں اس کو رب تعالیٰ یاد نہیں آتا، اس لیے بعض اللہ والوں کا قول ہے کہ ''صبر آسان اور شکر مشکل ہے'' لیکن اسلام کے تمام دور صحابہ کرام کے سامنے تھے وہ بھی جس میں وہ سخت مفلس اور محتاج تھے، اور وہ بھی جس میں وہ دولت مند اور متمول ہوگئے تھے۔ پہلے دور میں انھوں نے صبر کیا اور دوسرے دور میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا تو فرمایا کہ میں اس اللہ کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھ کو کپڑا پہنایا جس سے میں اپنی شرمگاہ چھپاتا ہوں اور زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں۔ [1]

مساوات:

جب کہ تمام عرب وعجم نے سیادت وحکومت کے ذریعہ سے دنیا کو اپنا غلام بنا ڈالا تھا۔ اسلام نے صرف تقویٰ وطہارت کو انسان کا اصلی شرف قرار دیا اور قرآن مجید نے تمام دنیا کے خلاف یہ صدا بلند کی۔

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات : ۱۳)

''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہیں جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔''

صحابہ کرام کو اگرچہ خلافت الٰہی نے اس شرف سے بھی ممتاز کیا جو روم وایران کا سب سے بڑا ذریعہ تفوق وامتیاز تھا تاہم انھوں نے صرف مذہب واخلاق ہی کو اپنا شرف خیال کیا سیّدعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

((کرم المؤمن تقواہ ودینہ وحسبہ ومروتہ وخلقہ .)) [2]

---

[1] الترغیب والترھیب : ۲/۱۵۸.

[2] مؤطا مالك، کتاب الجھاد، باب الشھداء فی سبیل اللہ.

”مسلمان کا اصل سرمایہ شرف اس کا تقویٰ ہے، اس کا دین ہے، اس کا حسب ہے، اس کی دولت ہے اور اس کا خلق ہے۔“

اس خیال کا یہ نتیجہ تھا کہ سیاسی حیثیت سے خلیفہ وقت خود اپنے آپ کو تمام لوگوں کے برابر سمجھتا ہے اور ہر شخص کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرتا تھا۔

ایک دن سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ امور خلافت میں مشغول تھے کہ اس حالت میں ایک آدمی آیا اور کہا کہ ”اے امیر المومنین! مجھ پر فلاں نے ظلم کیا ہے انھوں نے اس پر کوڑا اٹھایا اور کہا کہ جب میں مفصل مقدمات کے لیے بیٹھتا ہوں تو تم لوگ نہیں آتے اور جب خلافت کے دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہوں تو دادرسی کے لیے آتے ہو“ وہ ناراض ہوکر چلا تو اسے بلایا اور اس کے سامنے اپنا کوڑا ڈال دیا اور کہا کہ ”مجھ سے قصاص لو“ اس نے کہا، نہیں، میں اللہ کے لیے معاف کرتا ہوں۔ بولے ”اگر اللہ کے لیے معاف کرتے ہو تو خیر ورنہ اگر میرے لیے درگزر کرتے ہو تو مجھے بتاؤ اس نے کہا، نہیں اللہ کے لیے۔“ [1]

زہد وتواضع:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کسریٰ و قیصر کے خزانے کے کلید بردار تھے لیکن زہد وتواضع کا یہ حال تھا کہ ایک دن انھوں نے پینے کا پانی مانگا لوگ شہد کا شربت لائے پیالے کو ہاتھ پر رکھ کر تین بار فرمایا کہ ”اگر پی لوں تو اس کی مٹھاس چلی جائے گی اور تلخی (عذاب) باقی رہ جائے گی“ یہ کہہ کر ایک آدمی کو دے دیا اور وہ اس کو پی گیا۔

ایک دن سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے، انھوں نے سالن میں زیتون کا تیل ڈال کر سامنے رکھ دیا، بولے ”ایک برتن میں دو دو سالن تا دم مرگ نہ کھاؤں گا۔“ [2]

رحم وشفقت:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو ان کی قدیم شدت وجلالت کے تصور

---

1. اسد الغابہ، تذکرہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔
2. اسد الغابہ، تذکرہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

سے تمام صحابہ کانپ اٹھے اور کہنے لگے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے؟ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو ایک عام مجمع کیا اور منبر پر چڑھ کر فرمایا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ میری سختیوں سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عمر ہم پر سختی کرتے تھے پھر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو اس وقت بھی عمر ہمارے ساتھ سختی سے پیش آئے جب کہ وہ خود خلیفہ ہوئے ہیں تو اللہ بہتر جانتا ہے کیا غضب ہوگا؟ لوگوں نے یہ بالکل سچ کہا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خادم تھا اور آپ کی رحمت و شفقت کا درجہ کون حاصل کرسکتا ہے؟ اللہ نے آپ کو رؤف الرحیم کہا ہے جو خود اللہ کا نام ہے، پھر ابوبکر خلیفہ ہوئے اور ان کے رفق و ملاطفت کا بھی آپ لوگوں کو انکار نہیں ہے ان کا بھی ایک خادم اور مددگار تھا اس لیے ان کی نرمی کے ساتھ اپنی سختی کو ملا دیتا تھا، اور تیغ بے نیام ہوجاتا تھا وہ چاہتے تھے تو اس سے وار کرتے تھے ورنہ میان میں ڈال دیتے تھے لیکن اب جب کہ میں خود خلیفہ ہوگیا ہوں تو یقین کرو کہ وہ سختی دوگنا ہوگئی ہے لیکن صرف ان لوگوں کے لیے جو مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ رہے نیک اور دیانتدار لوگ تو میں ان کے لیے اس سے زیادہ نرم ہوں جس قدر وہ باہم نرم خو ہیں۔'' [1]

۳۔ سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

''سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان کے موقع پر مکہ تشریف لے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے بارے میں فرمایا تھا: ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔'' [2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ''کیا میں اس شخص سے حیا نہ

[1] الرياض النضرة في مناقب العشرة: ٢/ ٤.

[2] صحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، باب مناقب عثمان رضى الله عنه، رقم: ٣٦٩٩.

کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔'' ❶

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اُحد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ ہل گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اُحد ٹھہر جا تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔ ❷

محرمات شرعیہ سے اجتناب:

عرب اکثر شراب پی لیا کرتے تھے، بلکہ اس طرح کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے کہ شراب عرب کی گھٹی میں پڑی ہوتی تھی لیکن متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی فطرت سلیمہ کی ہدایت سے زمانہ جاہلیت ہی میں اس سے اجتناب کرتے تھے۔ ان صحابہ میں سے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

تلاوتِ قرآن کے ذریعے تعلق باللہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ تلاوت قرآن میں مصروف رہتے تھے، اور تلاوت کا طریقہ یہ تھا کہ قرآن مجید کے متعدد حصے کر لیے تھے، اور بلا ناغہ اس کی تلاوت فرماتے تھے، اور سخت سے سخت مصیبت میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس شوق میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، بلکہ اس حالت میں قرآن مجید ہی ان کے لیے مایہ تسکین ہوتا تھا، جس وقت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی، وہ قرآنِ مجید کی تلاوت میں مصروف تھے۔ چنانچہ ان کے خون کے قطرے قران مجید کی اس آیت پر گرے۔

﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾﴾ (البقرہ: ۱۳۷)

''پس اللہ آپ کے لیے ان کے مقابلے میں کافی ہوا، اور وہ بڑا سننے والا اور بڑا مہربان ہے۔'' ❸

---

❶ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، رقم: ۲۴۰۱.

❷ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۷۵.

❸ الإستیعاب، تذکرہ عثمان بن عفان.

خوف عذابِ قبر:

قبر سفر آخرت کی پہلی منزل ہے، اس لیے صحابہ کرام اس منزل کو نہایت کٹھن سمجھتے تھے اس کے دشوار گزار اور پر خطر راستوں سے ہمیشہ لرزتے رہتے تھے۔ آپ جب کسی قبر کے پاس سے گزرتے تو اتنی رقت طاری ہوتی کہ روتے روتے ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوجاتی۔ ❶

محبت رسول ﷺ کے ذریعے اللہ کا قرب:

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ذاتِ رسالت ﷺ کے ساتھ والہانہ شیفتگی تھی، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا جوئی کے لیے اپنی کل کائنات نثار کرنے کے لیے ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی ادنیٰ تکلیف کو دیکھ کر تڑپ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ بیت نبوی ﷺ پر کئی دن فقر و فاقہ سے گزر گئے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم پڑا تو بے چین ہوکر رونے لگے اور اسی وقت کئی بورے گیہوں، آٹا، کھجور، بکری کا گوشت اور تین سو درہم نقد لے کر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ جب اس قسم کی ضرورت پیش آئے تو عثمان کو یاد فرمایا جائے۔ ❷

احترامِ رسول ﷺ:

ذات نبوی ﷺ کا اتنا ادب و احترام تھا کہ جس ہاتھ سے آنحضرت ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی، اسے تا عمر محل نجاست سے مس نہیں کیا۔ ❸

فیاضی:

اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تمام اخلاقی محاسن نے اسلام کو تقویت دی لیکن سب سے زیادہ اسلام کو صحابہ کی فیاضی سے رسوخ و ثبات حاصل ہوا، مدینہ رسول ﷺ کے لیے غربت

---

❶ کنز العمال: ٦/٧٢.

❷ کنز العمال: ٦/٣٧٦.

❸ طبقات ابن سعد: ٣/ق، تذکرہ عثمان رضی اللہ عنہ.

کدہ تھا لیکن انصار کی فیاضی نے آپ کو اپنی آنکھوں میں جگہ دی، مہاجرین کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا اور بعض شرائط کے ساتھ اپنی نخلستان کی پیداوار میں ان کو شریک کرلیا۔ [1]

مہاجرین میں عثمان رضی اللہ عنہ جس طرح بہت بڑے دولت مند تھے، بہت بڑے فیاض بھی تھے۔ عہد نبوت میں جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو آپ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا، مسجد کے متصل ایک قطعہ زمین تھا جس کی نسبت آپ نے فرمایا کون اس کو خرید کر اللہ کے حوالہ کرتا ہے؟ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر مسجد پر وقف کردیا، مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی، بیر رومہ کو خرید کر وقف عام فرمادیا۔ غزوۂ تبوک میں ایک متمدن سلطنت کا مقابلہ تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سامان جہاد نہایت کم تھا۔ انھوں نے تنہا نہایت فیاضی کے ساتھ تمام سامان مہیا کیا۔ [2]

غزوۂ تبوک کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں ہرقل کا قاصد آیا۔ چونکہ آپ عموماً قاصدوں سے لطف و مراعات کے ساتھ پیش آتے تھے، اس لیے آپ نے معذرت کی کہ ''ہم لوگ اس وقت سفر میں ہیں اگر ممکن ہوا تو ہم تمھیں صلہ دیں گے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سنا تو پکارے کہ ''میں صلہ دوں گا'' چنانچہ اپنے توشہ دان سے ایک حلہ صفوریہ نکال کر اس کو دیا پھر آپ نے فرمایا کہ ''کون اس کو اپنا مہمان بنائے گا؟'' ایک انصاری نے کہا ''میں اس کے لیے حاضر ہوں۔'' [3]

صبر و تحمل:

آپ حلم وعفو کا پیکر تھے۔ آپ میں اس وصف کا اتنا غلبہ تھا کہ لوگ اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ کسی حالت میں حلم وصبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا۔ آپ کے خلاف کتنا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحرث والمزارعة، باب إذا قال: اکفنی مؤونة النخل......، رقم: ٢٣٢٥.

[2] سنن نسائی، کتاب الجهاد، رقم: ٣١٨٢۔ طبقات ابن سعد: ٣/ق ١، تذکرہ عثمان رضی اللہ عنہ۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] مسند أحمد: ٣/٤٤٢.

طوفان بپا ہوا۔ مخالفین نے رو در رو گستاخیاں کیں لیکن اس پیکر حلیم نے سوائے صبر و تحمل کے کوئی جواب نہ دیا۔ اگر آپ چاہتے تو باغیوں کے خون کی ندیاں بہہ جاتیں لیکن آپ نے جان دے دی مگر صبر و حلم کے جادۂ مستقیم سے نہ ہٹے۔ ❶

تواضع:

آپ کے پاس لونڈی غلاموں کی کمی نہ تھی لیکن اپنے کاموں کے لیے ان کی راحت میں خلل نہ ڈالتے تھے۔ شب کو تہجد کے وقت کسی غلام کو نہ جگاتے، خود ہی پانی لے کر وضو کر لیتے۔ عرض کیا گیا، آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں، کسی غلام کو جگا لیا کیجئے، فرمایا، رات کا وقت ان کے آرام کے لیے ہے۔ ❷

۴۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔'' ❸

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' ❹

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ تجھ سے ایمان دار محبت، اور منافق بغض رکھے گا۔'' ❺

---

❶ تاریخ اسلام از ندوی: ۱/۲۸۶۔۲۸۷.

❷ طبقات ابن سعد: ۳/۴۱ بحوالہ تاریخ اسلام: ۱/۲۸۷.

❸ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء، رقم: ۴۲۵۱.

❹ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ تبوك، رقم: ۴۴۱۶.

❺ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان حب الانصار وعلی رضی اللہ عنہم من الایمان، رقم: ۷۸.

اتباعِ سنت کے ذریعے تعلق باللہ:

قرآن مجید کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محورِ عمل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی اس لیے وہ تمام اعمال میں آپ کی سنت کی اتباع کرتے تھے۔ ایک دفعہ علی رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے تو رکاب میں ''بسم اللہ'' کہہ کر پاؤں رکھا، پشت پر پہنچے تو ''الحمد للہ'' کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی:

﴿لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰى
وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰى
رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾﴾ (الزخرف: ۱۳،۱۴)

پھر تین بار ''الحمد للہ'' اور تین بار ''اللہ اکبر'' کہا۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھی۔

((سبحانك إني ظلمت نفسي فاغفرلي، فانه لا يغفر الذنوب إلا انت .))

پھر ہنس پڑے، لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، بولے ''ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی پابندیوں کے ساتھ سوار ہوئے اور اخیر میں ہنس پڑے، میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم ویقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے تو اللہ اس سے خوش ہوتا ہے۔''[1]

سیرۃ المرتضیٰ پر ایک جامع تبصرہ:

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے استفسار پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایک حاشیہ نشین ضرار صدائی نے آپ کے حسب ذیل اوصاف بیان کیے تھے جو آپ کی سیرت پر ایک جامع تبصرہ ہے۔ وہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے، فیصلہ کن بات کہتے تھے، عادلانہ فیصلہ کرتے تھے، ان کے ہر سمت سے علم پھوٹتا تھا اور حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا اور اس کی دلفریبیوں سے وحشت کرتے تھے۔

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل اذا ركب، رقم: ۲۶۰۲۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

رات کی تاریکی اور اس کی وحشت سے انس رکھتے تھے۔ عبرت پذیر اور بہت غور وفکر کرنے والے تھے۔ چھوٹا لباس اور موٹا جھوٹا کھانا پسند کرتے تھے۔ ہم میں ہم ہی لوگوں کی طرح رہتے تھے۔ جب ہم کچھ پوچھتے تھے تو اس کا جواب دیتے تھے باوجودیکہ وہ ہم کو اپنے قریب رکھتے تھے اور خود ہمارے قریب رہتے تھے، لیکن ہم ہیبت سے ان سے گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینداروں کی تعظیم کرتے تھے۔ غریبوں کو مقرب بناتے تھے۔ ان کے سامنے طاقتور باطل میں طمع نہیں کر سکتا تھا، اور کمزور انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا، بعض مواقع پر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رات گزر رہی ہے، ستارے جھلملا رہے ہیں، اپنی ڈاڑھی مٹھی میں دبائے مارگزیدہ کی طرح بے قرار اور غم رسیدہ کی طرح اشکبار کہہ رہے ہیں۔ ''اے دنیا! کسی اور کو فریب دے، تو مجھ سے لگاوٹ کر رہی ہے، میری مشتاق ہے، افسوس! افسوس! میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، تیری عمر تھوڑی اور تیرا مقصد حقیر ہے، ہائے ہائے سفر طویل، راستہ وحشت ناک اور زادِ سفر تھوڑا ہے۔ [1]

یہ اوصاف سن کر سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رو دیے اور کہا، اللہ ابوالحسن (علی رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے، واللہ! وہ ایسے ہی تھے۔ [2]

۵۔ سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع:

بعض ایسے غزوات تھے کہ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگ گئے، اس وقت ابوطلحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال کی آڑ کیے ہوئے تھے اور سیدنا ابوطلحہ زبردست تیر انداز اور تیر کمان چلانے کے ماہر تھے۔ اُحد میں انہوں نے دو یا تین کمانیں (چلانے کی وجہ سے) توڑ دی تھیں، جب کوئی شخص تیروں کی ترکش لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] کنز العمال، ص: ٤١٠.

[2] روضة النضرة: ٢/٢١٢ بحواله تاريخ اسلام: ١/٣٥٣.

کے سامنے سے گزرتا تو آپ ﷺ فرماتے: ((أُنْثُرْهَا لِأَبِيْ طَلْحَةَ)) ''یہ تیر ابوطلحہ کے سامنے بکھیر دو۔''

اور رسول کریم ﷺ کھڑے ہو کر کفار کی طرف دیکھتے۔ سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے:

((بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّيْ لَا تُشْرِفْ يُصِبْكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ، نَحْرِي دُوْنَ نَحْرِكَ .))

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ ان کی طرف مت دیکھیں، کہیں آپ کو قوم (کفار) کا کوئی تیر نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے حاضر ہے (آنے والا تیر مجھے لگے آپ کو نہیں)''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا وہ پیٹھوں پر پانی کی مشکیں اُٹھا کر دوڑ رہی تھیں، وہ زخمیوں کے پانی ڈال دیتیں، پھر واپس جاتیں اور دوبارہ بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں، ابوطلحہ کے ہاتھوں سے دو یا تین بار تلوار گر پڑی تھی۔ [1]

۶۔ سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے قریظہ کے دن مجھے فرمایا: ''میرے والدین تجھ پر فدا ہوں۔'' [2]

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کے لیے مخلص مددگار تھے، اور میرا مخلص مددگار زبیر بن عوام ہے۔'' [3]

صدقہ وخیرات کے ذریعے قربِ الٰہی:

اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سخت تنگدست تھے تاہم ان کو تھوڑا بہت جو کچھ ملتا تھا اس کو صدقہ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ اُحد، رقم: ۴۰۶۴.

[2] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، باب مناقب الزبیر بن العوامؓ، رقم: ۳۷۲۰.

[3] صحیح البخاری، ایضاً، رقم: ۳۷۱۹.

وخیرات کر دیتے تھے۔ سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہزار غلام تھے، وہ کما لاتے تھے تو کل رقم صدقہ کر دیتے تھے۔ گھر میں ایک حبہ بھی نہ آنے پاتا تھا۔ [1]

۷۔ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! سعد جب بھی دعا کرے تو تو اس کی دعا قبول فرما۔'' [2]

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اُحد کے دن فرمایا: ''تجھ پر میرے والدین قربان ہوں۔'' [3]

استقامت کے ذریعے اللہ سے تعلق مضبوط کرنا:

سیّدنا مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں کئی آیات نازل ہوئیں (اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں) کہ جب سعد مسلمان ہو گئے تو ان کی والدہ نے قسم اُٹھالی کہ میں تجھ سے اس وقت تک نہ بولوں گی جب تک تو اسلام سے نہیں پھر جائے گا، اور نہ ہی میں کھاؤں گی اور نہ پیوں گی۔

اور اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اور میں تیری ماں ہوں تجھے حکم دیتی ہوں کہ اس دین سے باز آجا۔ تین دن تک نہ کھایا نہ پیا، حتی کہ تکلیف بڑھ گئی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی، تو اس کا بیٹا عمار آ گیا، اس نے اسے پانی پلایا اور کھڑا کیا، ہوش آنے پر اس نے سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کو بددعائیں دینا شروع کر دیں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾ (العنکبوت : ۸)

---

[1] الإصابة ، تذکر زبیر بن عوامؓ.

[2] سنن الترمذی ، کتاب المناقب ، باب مناقب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۵۱۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] صحیح مسلم ، کتاب فضائل الصحابة ، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص ، رقم: ۲۴۱۱ .

''اور ہم نے انسان کو والدین سے نیکی کرنے کی وصیت کی ہے۔''

﴿وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا﴾ (لقمان : ۵)

''لیکن اگر وہ میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرنے پر مجبور کریں جس کا تجھے علم نہیں ہے تو پھر ان کی اطاعت نہ کرنا۔ ہاں! دنیاوی معاملات میں ان کا اچھا ساتھی بن جا۔'' [1]

۸۔ سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

سیّدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نو آدمیوں کے بارہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں جائیں گے، اور اگر دسویں کے بارے میں گواہی دوں تو گناہگار نہیں ہوں گا۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ فرمایا: ہم حرا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حراء ٹھہر جا تجھ پر نبی، صدیق، شہید ہیں۔'' پوچھا گیا: وہ کون تھے؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم۔ پوچھا گیا: دسویں کون تھے؟ فرمایا: وہ میں ہی تھا۔ [2]

اسلام کی خاطر سختیاں برداشت کرنا:

قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کو مسجد کوفہ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (اسلام لانے سے قبل) مجھے میرے اسلام لانے کی وجہ سے باندھ رکھا تھا۔ [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، رقم: ۶۲۳۸.

[2] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب سعید بن زید رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۵۷۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، رقم: ۳۸۶۲.

۹۔ سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابو بکر جنتی ہے۔ عمر جنتی ہے۔ عثمان جنتی ہے۔ علی جنتی ہے۔ طلحہ جنتی ہے۔ زبیر جنتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہے۔ سعد بن ابی وقاص جنتی ہے۔ سعید بن زید جنتی ہے اور ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہے۔'' رضوان اللہ علیہم اجمعین [1]

باہمی الفت ومحبت سے تقرب الی اللہ:

صحابہ کرام باہمی اُلفت ومحبت نہایت زیادہ رکھتے تھے۔ اس لیے جب کسی صحابی کو کسی قسم کا دُکھ درد پہنچتا تھا تو دوسرے صحابہ کے دل بھر آتے تھے۔ ایک دن سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف کے سامنے کھانا رکھا گیا، ان کو ابتدائے اسلام کا افلاس یاد آ گیا، بولے: ''مصعب بن عمیر مجھ سے بہتر تھے۔ وہ شہید ہوئے اور ایک چادر کے سوا ان کو کفن میسر نہ ہوا۔ حمزہ یا اور صحابی جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے اور ایک چادر کے سوا اور ان کو کفن نہ ملا، شاید دنیا ہی میں ہم کو ہمارے طیبات مل گئے۔'' یہ کہہ کر رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔ [2]

تقسیم مال:

سیّدہ ام بکر بنت مسور رحمۃ اللہ علیہ فرماتی ہیں، سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں بیچی اور یہ ساری رقم قبیلہ بنو زہرہ، غریب مسلمانوں، مہاجرین اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات میں تقسیم کر دی۔ اس میں کچھ رقم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجی۔ انہوں نے پوچھا یہ مال کس نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے۔ پھر مال لے جانے والے نے سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے زمین بیچنے اور اس کی ساری قیمت تقسیم کر دینے کا قصہ بتایا۔ اس پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد تو ازواج مطہرات کے ساتھ شفقت کا معاملہ صرف

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه، رقم: ۳۷۴۷۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۷۴.

صابر لوگ ہی کریں گے۔ (پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعا دی) اللہ تعالیٰ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جنت کے سلسبیل چشمے سے پلائے۔ ❶

جعفر بن برقان فرماتے ہیں: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار گھرانے آزاد کیے۔'' ❷

۱۰۔ سیّدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس اُمت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔'' ❸

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابو بکر بہت اچھے آدمی ہیں۔ عمر بہت اچھے آدمی ہیں۔ ابوعبیدہ بہت اچھے آدمی ہیں۔'' ❹

زہد اور قرب الٰہی:

عروہ فرماتے ہیں: سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے تو وہ کجاوے کی چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور گھوڑے کو دانہ کھلانے والے تھیلے کو تکیہ بنایا ہوا تھا۔ ان سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ کے ساتھیوں نے جو مکان اور سامان بنا لیے وہ آپ نے کیوں نہیں بنائے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! قبر تک پہنچنے کے لیے یہ سامان بھی کافی ہے۔ اور معمر کی حدیث میں یہ ہے کہ جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو لوگوں نے اور وہاں کے سرداروں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا، انہوں نے

---

❶ مستدرك حاكم: ۳/ ۳۱۰۔ حلية الأولياء: ۱/ ۹۸۔ طبقات ابن سعد: ۳/ ۹٤.

❷ مستدرك حاكم: ۳/ ۳۰۸۔ حلية الاولياء: ۱/ ۹۹.

❸ صحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب ابي عبيدة رضي الله عنه، رقم: ۳۷٤٤.

❹ سنن ترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل و ابي عبيدة بن الجراح رضي الله عنهم، رقم: ۳۷۹۵۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

سیّدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا، لوگوں نے کہا کہ وہ ابھی آپ کے پاس آجائیں گے۔ چنانچہ وہ آئے تو آپ نے سواری سے نیچے اُتر کر انہیں گلے لگا لیا۔ پھر ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں گھر میں صرف یہ چیزیں نظر آئیں، ایک تلوار، ایک ڈھال اور ایک کجاوہ (پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔) [1]

۱۱۔۱۲۔ سیّدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما

سیّدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔'' [2]

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا۔ [3]

سیّدنا براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔'' [4]

سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور مسلمان کی خدمت کا جذبہ:

سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کو نفل عبادت پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ مسجد میں اعتکاف فرما رہے تھے کہ ایک حاجت مند حاضر خدمت ہوا اور اس نے آپ سے اپنی ضرورت پوری کرنے کی درخواست کی۔ آپ بے چین ہو کر معتکف سے باہر تشریف لے آئے اور اس کی ضرورت کو

---

[1] حلیة الأولیاء: ۱/۱۰۱۔ صفة الصفوة: ۱/۱۴۳۔ الإصابة: ۲/۲۵۳.

[2] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی الله عنهما، رقم: ۳۷۶۸۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۷۹۶.

[3] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، باب مناقب الحسن والحسین رضی الله عنهما، رقم: ۳۷۵۲.

[4] سنن ترمذی، أیضاً، رقم: ۳۷۶۹۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

پورا کرنے کے بعد فرمایا: ''کسی مسلمان بھائی کی حاجت کو پورا کرنا میرے نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔'' ❶

صلح پسندی:

آنحضرت ﷺ نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا: ''میرا یہ بچہ سردار ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔'' ❷

(چنانچہ سیّدنا معاویہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی تھی تو سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں باپ سے ملی خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے دو جماعتوں کے درمیان جھگڑا ختم کرا دیا۔) ❸

۱۳۔ سیّدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے (خواب میں) جعفر رضی اللہ عنہ کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اُڑتے دیکھا ہے۔'' ❹

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے فرمایا: ''تم سیرت اور صورت میں میرے مشابہ ہو۔'' ❺

مہمان نوازی اور تلاشِ رضائے الٰہی:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ...... مسکینوں کے حق میں سب سے زیادہ بہتر شخص

---

❶ تاریخ اسلام: ۱/ ۳۵۰ بحواله ابن عساکر: ۴/ ۲۱۴.

❷ صحیح بخاری، کتاب الفتن، رقم: ۷۱۰۹.

❸ صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسین، رقم: ۳۷۴۶.

❹ سنن ترمذی کتاب المناقب، باب مناقب جعفر بن ابی طالب رضی الله عنه، رقم: ۳۷۶۳۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۲۲۶.

❺ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب، رقم: ۳۶۹۹.

سیّدنا جعفر بن ابو طالب تھے۔ وہ ہمیں لے جاتے تھے اور اپنے گھر میں کھانا کھلایا کرتے تھے حتی کہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ ہمارے پاس (گھی وغیرہ کی) کپی لایا کرتے تھے اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی تھی پھر وہ اسے پھاڑ دیتے تھے اور ہم اسے چاٹ لیتے تھے۔'' [1]

۱۴۔ سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اُمت میں سب سے زیادہ حلال وحرام کے ماننے والے معاذ بن جبل ہیں۔'' [2]

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن جمع کیا، وہ سب انصاری تھے۔ سیّدنا ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید (رضی اللہ عنہم) تھے۔ [3]

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معاذ بن جبل اچھے آدمی ہیں۔'' [4]

نصیحتیں:

عبداللہ بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک آدمی نے سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا، مجھے کچھ سکھا دیں۔ تو فرمایا: تم میری بات مانو گے؟ اس نے کہا: ضرور مانوں گا۔ فرمایا: کبھی روزہ رکھا کرو، کبھی افطار کیا کرو۔ اور رات کو کچھ حصہ نماز پڑھا کرو اور کچھ سو جایا کرو۔ اور کمائی کرو اور گناہ نہ کرو۔ اور تم پوری کوشش کرو کہ تمہاری موت حالت اسلام میں

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۷۰۸.

[2] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۹۰۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب زید بن ثابت، رقم: ۳۸۱۰.

[4] سنن ترمذی، رقم: ۳۷۹۵۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

آئے اور مظلوم کی بد دعا سے بچو۔‘‘ ❶

۱۵۔ سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

سیّدنا البراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشمی کپڑا تحفہ میں دیا گیا، تو لوگ اس کی نرمی پر تعجب کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم اس پر تعجب کرتے ہو، جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ خوبصورت ہیں۔‘‘ ❷

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: جب لوگوں کے سامنے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سعد کے لیے اللہ تعالیٰ کا عرش لرز گیا ہے۔‘‘ ❸

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کا جنازہ اُٹھایا گیا تو منافقین کہنے لگے: اس کا جنازہ کتنا ہلکا ہے، یہ بنو قریظہ کے بارے میں فیصلہ کی وجہ سے ہے۔ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ان کو فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں۔‘‘ ❹

دنیاوی علائق سے کٹ کر اللہ سے تعلق کی مثال:

کوئی بھی انسان مال و دولت سے بے نیاز ہو سکتا ہے، استقامت اور عزم و استقلال سے کام لے تو مصائب کو بھی بآسانی گوارا کر سکتا ہے لیکن ماں باپ، بہن بھائی، اعزہ و اقارب اور اہل و عیال سے ناطہ نہیں توڑ سکتا۔ لیکن جب کوئی اپنا رشتہ صرف رب تعالیٰ سے جوڑے تو اس کو کبھی کبھی یہ رشتے توڑنے پڑ جاتے ہیں۔

---

❶ حلیة الأولیاء: ۱/۲۳۳.

❷ صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب سعد بن معاذ رضی الله عنه، رقم: ۳۸۰۲.

❸ صحیح البخاری، رقم: ۳۸۰۳.

❹ سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب سعد بن معاذ رضی الله عنه، رقم: ۳۸۴۹۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلام لائے تو حالات نے ان کو اس رشتے کے توڑنے پر مجبور کیا اور ایمان و اسلام کے لیے انہوں نے آسانی کے ساتھ اس کو گوارا کر لیا۔ دیکھیں! اسیرانِ غزوہ بنو قریظہ گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں بنو قریظہ کے لوگ بھی تھے جو قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ اور عرب میں حلیفوں میں بالکل برادرانہ تعلقات پیدا ہو جاتے تھے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ان کا فیصلہ سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر رکھ دیا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے تو انہوں نے اس تعلق کی کچھ پروا نہ کی اور بے لاگ فیصلہ کر دیا کہ لڑنے والے قتل کر دیے جائیں، عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا جائے اور ان کا مال و اسباب مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ [1]

۱۶۔ سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھے ''سورۃ البینہ'' پڑھ کر سناؤں۔'' سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' تو اس پر سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (خوشی سے) رو پڑے۔ [2]

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمت میں قرآن کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔'' [3]

پابندی احکام رسول اللہ ﷺ:

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، وہ ایک صحابی کے پاس آئے، اور انہوں نے تمام اونٹ حاضر کر دیے وہ سب کا جائزہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۲۱۔

[2] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ﴿لَمْ يَكُن﴾، رقم: ۴۹۵۹۔

[3] سنن ترمذی، کتاب المناقب، رقم: ۳۷۹۰۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

لے کر بولے کہ تم کو صرف ایک بچہ دینا ہوگا۔'' بولے: ''نہ تو وہ سواری کے قابل ہے، نہ دودھ دیتا ہے، یہ جوان خربہ اونٹنی حاضر ہے۔ بولے: جب تک مجھ کو حکم نہ دیا جائے میں اس کو قبول نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ تم سے قریب ہی ہیں۔'' اگر تم چاہو تو خود آپ کی خدمت میں اس اونٹنی کو پیش کر سکتے ہو، اگر آپ ﷺ نے قبول فرما لیا تو میں بھی قبول کر لوں گا۔'' وہ اونٹنی لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: ''اے اللہ کے نبی! میرے پاس صدقہ وصول کرنے کے لیے آیا تھا، میں نے تمام اونٹ اس کے سامنے حاضر کر دیے، تو اس نے کہا کہ تم پر صرف ایک بچہ فرض ہے۔ لیکن نہ دودھ دیتا ہے، نہ سواری کے قابل تھا اس لیے میں نے اس کو فربہ اونٹنی دی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اب میں اس کو آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا: ''فرض تو تم پر وہی ہے، اس سے زیادہ دو تو صدقہ ہوگا اور ہم اس کو قبول کریں گے۔'' انہوں نے کہا: ''تو یہ حاضر ہے۔'' آپ نے اس کے قبول کرنے کی اجازت دی اور ان کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔ [1]

۱۷۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو ہریرہ! تم ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہتے تھے اور حدیث رسول بھی ہم سے زیادہ یاد رکھتے ہو۔ [2]

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ سے بہت سی احادیث اب تک سنی ہیں، لیکن میں انہیں بھول جاتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اپنی چادر پھیلاؤ۔'' میں نے چادر پھیلا دی۔ آپ نے اپنے

[1] سنن ابو داؤد، کتاب الزکوۃ، رقم: ۱۸۵۴۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

[2] سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی هریرة رضی الله عنه، رقم: ۳۸۳۶۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ہاتھ سے اس میں ایک لپ بھر کر ڈال دی اور فرمایا: ''اسے اپنے بدن پر لگا لو۔'' چنانچہ میں نے لگا لیا اور اس کے بعد کبھی کوئی حدیث نہیں بھولا۔ ❶

خدمت رسول ﷺ کا جذبہ:

صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال کرتے تھے۔ متعدد صحابہ نے اپنے آپ کو آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہمیشہ خدمت مبارک میں حاضر رہتے تھے، اکثر یہ شرف حاصل ہوتا کہ جب آپ رفع ضرورت کے لیے تشریف لے جاتے تو وہ کسی طشت یا کوزہ میں پانی لاتے اور آپ وضو کرتے۔ ❷

اہل بیت اور رسول اللہ ﷺ کے اعزہ واقارب کی عزت ومحبت:

رسول اللہ ﷺ کے تعلق سے صحابہ کرام اہل بیت رضی اللہ عنہم کو بھی نہایت عزت ومحبت کرتے تھے۔ ایک دن سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا کہ ''ذرا پیٹ کھولیے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا تھا، وہیں میں بوسہ دوں گا، چنانچہ انہوں نے پیٹ کھولا اور انہوں نے وہیں بوسہ دیا۔ ❸

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک:

مروان اکثر سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا کرتا تھا، اس تعلق سے وہ ایک بار ذی الحلیفہ میں مقیم تھے اور ان کی والدہ الگ دوسرے گھر میں تھیں۔ جب وہ اپنے گھر سے نکلتے تو ان کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے ''السلام علیکم یا امتاہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' وہ فرماتی: ''وعلیک یابنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' پھر وہ فرماتے: ''اللہ تم پر اسی طرح رحم کرے جس طرح تم نے بچپن میں مجھ کو پالا۔'' وہ جواب دیتیں کہ اللہ تم پر بھی اسی طرح رحم کرے جس طرح تم نے بڑے ہو کر میرے ساتھ سلوک کیا۔'' جب گھر میں داخل ہوتے تب بھی اسی

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۴۸.

❷ سنن ابو داؤد، کتاب الطهارة، رقم: ۴۵۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

❸ مسند احمد: ۲/۴۸۸۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۵۵۹۳۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

طرح آداب بجالاتے۔ [1]

ان کی والدہ جب تک زندہ رہیں انہوں نے ان کو چھوڑ کر حج کرنا پسند نہیں کیا۔ [2]

ذوقِ علم:

آپ کو علم کی بڑی جستجو تھی اور ان کا ذوق علم حرص کے درجہ تک پہنچ گیا تھا۔ اسی طرح وہ چاہتے تھے کہ ہر مسلمان کے دل میں طلب علم کا یہی درجہ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن بازار جا کر لوگوں کو پکارا کہ تم کو کس چیز نے مجبور کر رکھا ہے؟ لوگوں نے پوچھا کس شے سے؟ کہا: وہاں رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو! لوگوں نے پوچھا: کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ کہا کہ مسجد میں! لوگ دوڑے دوڑے مسجد میں گئے، لیکن وہاں کوئی مادی میراث نہ تھی۔ اس لیے لوگ لوٹ گئے اور کہا کہ وہاں تو کچھ بھی تقسیم نہیں ہو رہا۔ البتہ کچھ لوگ نماز (نفل) پڑھ رہے ہیں، کچھ تلاوت قرآنِ پاک میں مشغول ہیں، کچھ حلال و حرام پر گفتگو کر رہے ہیں۔ بولے: تم لوگوں پر افسوس ہے یہی تو تمہارے نبی ﷺ کی میراث ہے۔ [3]

محبت رسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی محبت انتہا درجہ تک تھی۔ ایک لمحہ کے لیے بھی آپ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ تمام مہاجرین و انصار اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے لیکن ان کا کام صرف یہ تھا کہ جمالِ نبوی ﷺ کے دیدار سے شوق کی آگ بجھائیں۔ ایک موقع پر اس کا اظہار فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ کا مشاہدہ جمال میرا سرمایۂ حیات اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد لطیف غذا کھانے سے محض اس لیے پرہیز کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ ایک دن اُن کو لوگوں نے بھنی

---

[1] الأدب المفرد للبخاری، باب جزاء الوالدین، رقم: ۱۲.

[2] صحیح مسلم، باب ثواب العبد واجره اذا نصح لسیده وأحسن …… .

[3] طبرانی اوسط: ۱/۲۲۱.

ہوئی بکری کی دعوت دی۔ انہوں نے محض اس لیے انکار کر دیا کہ آنحضرت ﷺ دنیا سے اس حال میں رُخصت ہو گئے کہ کبھی جَو کی روٹی بھی آسودہ ہو کر نہیں کھائی۔ ❶

اخلاق و عادات:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خیبر میں دارالاِسلام آئے اس حساب سے ان کو اڑھائی تین سال صحبت نبوی سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ اگرچہ بظاہر یہ مدت کم معلوم ہوتی ہے لیکن اس حیثیت سے کہ اس مدت میں سفر و حضر، خلوت و جلوت میں ایک لمحہ کے لیے بھی خدمت اقدس سے جدا نہ ہوئے اور اس قلیل مدت میں جو لمحات بھی میسر آئے ان سے پورا فائدہ اُٹھایا۔ یہ تھوڑی مدت کیفیت کے اعتبار سے بڑی طویل مدت کے برابر ہو جاتی ہے۔ اس ملازمت رسول ﷺ کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ پر تعلیمات نبوی ﷺ کا بہت گہرا رنگ چڑھا تھا اور آپ اسلامی تعلیمات کا مکمل نمونہ بن گئے تھے۔ ❷

۱۸۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے۔ میں جنت کے جس مقام کی طرف اشارہ کرتا ہوں وہ مجھے اس طرف لے کر اُڑ جاتا ہے، میں نے یہ خواب اُم المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ انہوں نے نبی رحمت ﷺ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: ''آپ کا بھائی نیک آدمی ہے۔'' یا فرمایا: ''عبداللہ نیک آدمی ہے۔'' ❸

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ کاش رات میں وہ تہجد کی نماز پڑھا کرتا۔'' سالم نے بیان کیا، سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے بعد رات میں بہت کم سویا کرتے تھے۔'' ❹

❶ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، رقم: ٥٤١٤. ❷ سیر أعلام النبلاء: ٣/ ٥١٩.

❸ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنهما، رقم: ٣٨٢٥۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❹ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم، باب مناقب عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنهما، رقم: ٣٧٣٩.

نفل ونوافل:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس شوق و مستعدی کے ساتھ نماز مفروضہ ادا فرماتے تھے، اسی طرح نوافل، اشراق، کسوف اور دوسری نمازوں کا اہتمام فرماتے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں ہوتے تھے تو سواری کے اوپر ہی بیٹھے بیٹھے نفل نمازیں پڑھ لیتے تھے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھتے تھے۔ ❶

پابندی جماعت:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک شب نماز عشاء کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، ایک تہائی رات گزر گئی تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ ''اگر امت پر شاق نہ گزرتا تو میں اسی وقت نمازِ عشاء ادا کرتا۔'' ❷

اپنے بہترین مال کا انفاق:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ان کو اپنی چیز جو پسند آتی اس کو اللہ کی راہ میں دے دیتے۔ ایک بار سفر حج میں تھے کہ اپنی اونٹنی کی چال پسند آئی تو اس سے اتر گئے اور اپنے غلام نافع سے کہا کہ اس کو قربانی کے جانوروں میں داخل کرلو۔ ❸

اتباع سنت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خاص طور پر ممتاز تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر حج سے واپس آئے تو مسجد کے دروازہ پر ناقہ کو بٹھا کر پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی یہی معمول کرلیا۔ ❹

زرد رنگ کا خضاب، لگاتے تھے۔ اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۳۱/ ۷۰۰.

❷ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۲۲۰/ ۶۳۹.

❸ طبقات ابن سعد، تذکر عبداللہ بن عمر.

❹ سنن ابو داؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲۷۸۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

کرتے دیکھا ہے۔ ❶

اتباع سنت کے واقعات کی ایک لمبی فہرست ہے۔لیکن یہاں اسی پر اکتفا کریں گے۔

خوفِ الٰہی سے گریہ و بکا:

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو موم کی طرح نرم و گداز کر دیا تھا، اس لیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات و مواعظ سنتے، قرآن مجید پڑھتے یا خشیت الٰہی کا موقع آ تا تو ان پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب قرآنِ مجید کی یہ آیت ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (الحدید: ١٦) ''کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر پر ان کے دل گداز ہوں۔'' پڑھتے تھے تو بے اختیار رو پڑتے تھے، اور دیر تک روتے رہتے تھے۔ ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کی عزت اور محبت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں سے محبت رکھتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کی نہایت توقیر و عزت کرتے تھے۔ ایک بار سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے میں دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے، بولے یہ کون شخص ہے؟ ایک آدمی نے کہا: آپ ان کو نہیں پہچانتے؟ یہ محمد بن اسامہ ہیں۔'' سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کے گردن نیچے جھکا لی اور زمین پر ہاتھ مار کر کہا: ''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے تو ان سے محبت کرتے۔'' ❸

١٩۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں دوبار

❶ سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، رقم: ٤٠٦٤۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❷ أسد الغابة، تذكره عبدالله بن عمر رضی الله عنه.

❸ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ٣٧٣٤.

دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن کا فہم عطا فرمائے۔ ❶

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور فرمایا: ''اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔'' ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد اور نوافل میں شرکت:

یہ شوق عبادت اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کا دل بھی اس سے خالی نہ تھا۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عہد نبوت میں نہایت صغر السن تھے لیکن اس شوق میں ایک رات اپنی خالہ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سوئے، آدھی رات ہوئی تو آپ نے اُٹھ کر پہلے سورۃ آل عمران کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں پھر وضو کر کے نماز شروع کی۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی ان اعمال کی پیروی کی اور آپ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ ❸

صبر و ثبات:

مردوں پر نوحہ و بکار کرنا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑنا، مدتوں مرثیہ خوانی کرنا عرب قوم کا قومی شعار تھا، لیکن فیض نبوی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبر و ثبات کا خوگر بنا دیا تھا۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے اسی حالت میں اپنے بھائی قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر سنی، پہلے ''اِنَّا لِلّٰهِ...... '' پڑھا، پھر راستے سے ہٹ کر دو رکعت نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہو کر اونٹ پر سوار ہوئے اور یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ﴾

(البقرہ: ٤٥)

---

❶ سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، رقم: ٣٨٢٣۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما، رقم: ٣٧٥٦.

❸ صحیح بخاری، ابواب الوتر، رقم: ٩٩٢.

”(مصیبت میں) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو، نماز عجز خشوع و خضوع کرنے والوں کے علاوہ سب پر گراں ہے۔“ ❶

۲۰۔ سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا معاویہ کے حق میں دعا کی: ”اے اللہ! اسے ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا دے اور لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت نصیب فرما۔“ ❷

فضل وکمال:

علمی اعتبار سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تہی دامن نہ تھے۔ ابتدا سے لکھنے پڑھنے میں مہارت رکھتے تھے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کاتب وحی بنایا تھا۔

مذہبی علوم میں اتنا ادراک تھا کہ صاحب علم وافتاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار تھا۔ ❸

خوف وخشیت الٰہی:

انہیں دنیا کی مختلف آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑا، ان کا دل خوف وخشیت الٰہی سے خالی نہ تھا۔ وہ مواخذہ قیامت کے خوف سے لرزہ بر اندام رہتے تھے اور اس کے عبرت آموز واقعات سن کر بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ ❹

امہات المؤمنین کی خدمت:

تمام خلفاء امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کی خدمت باعث سعادت سمجھتے تھے۔ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت سے محروم نہ رہے، وہ ایک ایک مشت ایک ایک لاکھ رقم سیّدہ

---

❶ أسد الغابة، تذکه قثم بن عباس رضی الله عنه.

❷ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویه بن سفیان رضی الله عنهما، رقم: ۳۸۴۲۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۱۹۶۹.

❸ اعلام الموقعین: ۱/۱۳.

❹ فهرست ابن ندیم، ص: ۳۲.

عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ [1]

حق پسندی:

اگر خود امراء وسلاطین میں حق پسندی کا مادہ موجود نہ ہو تو رعایا کی آزادی، نکتہ چینی اور حقوق طلبی بالکل بیکار ہے۔ لیکن صحابہ کرام کے دور میں خود خلفاء میں حق پسندی کا اس قدر مادہ موجود تھا کہ ہر جائز نکتہ چینی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ ایک بار ابو مریم ازدی رحمہ اللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں آئے، ان کو ان کا آنا ناگوار ہوا اور بولے کہ ''ہم تمہارے آنے سے خوش نہیں ہوئے۔'' انہوں نے کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جس کو مسلمانوں کا والی بنائے اگر وہ ان کی حاجتوں سے آنکھ بند کر کے پردہ میں بیٹھ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کی حاجتوں کے سامنے پردہ ڈال دے گا۔'' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں کی حاجت براری کے لیے ایک مستقل شخص مقرر کر دیا۔ [2]

۲۱۔ سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما

سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی تو میں اور دوسرے لوگ مدینہ میں آئے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ اس وقت بات نہیں کر سکتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ مبارک مجھ پر رکھتے اور پھر انہیں اُٹھاتے تو میں جان گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں دعا فرما رہے ہیں۔ [3]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسامہ بن زید کی ناک صاف کرنے لگے۔ (جب وہ چھوٹے

---

[1] أسد الغابة : ٣٨٧/٤.

[2] سنن ابو داؤد، کتاب الخراج والإمارة، رقم: ٢٩٤٨۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب اُسامه بن زید رضی الله عنهما، رقم: ٣٨١٧۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

تھے) تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے دیں میں صاف کر دیتی ہوں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! تو اسے محبت کر، اس لیے کہ میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں۔'' ❶

سوموار اور جمعرات کے روزے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں دنوں کے روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''ان دونوں دنوں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔'' بعض صحابہ نے بھی اس کا التزام کر لیا تھا۔ چنانچہ ایک دن سیّدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ وادی قریٰ کو گئے، اور ان دنوں کے روزے رکھے، غلام نے کہا، آپ تو بوڑھے ہیں، ان دنوں میں کیوں روزہ رکھتے ہیں؟ بولے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں کے روزے رکھا کرتے تھے۔'' ❷

۲۲۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہمارے پاس سے) گزرے تو میری والدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن کر عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے والدین آپ پر قربان ہوں، یہ میرا چھوٹا سا انس ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے تین دعائیں کی: ان دو کی قبولیت تو میں دنیا میں دیکھ چکا ہوں، اور تیسری کی آخرت میں اُمید رکھتا ہوں۔ ❸

پابندی جماعت:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشاء کا انتظار اتنی دیر تک کرتے تھے کہ نیند کے مارے ان کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ ❹

❶ سنن الترمذی، أیضاً، رقم: ۳۸۱۸۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن ابو داؤد، کتاب الصوم، رقم: ۲۴۳۶۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب انس بن مالك رضی الله عنه، رقم: ۳۸۲۷۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❹ سنن ابو داؤد، کتاب الطهارة، رقم: ۲۰۰۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

محبت رسول ﷺ:

آپ ﷺ کو جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی محبوب ہو جاتی۔ کدو آپ کو بہت مرغوب تھا، اس لیے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے۔ ❶

۲۳۔ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

آپ ﷺ نے فرمایا: ''سیّدنا خالد بن ولید اللہ کا اچھا بندہ ہے، اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔'' ❷

سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جنگ مؤتہ) سے زید، جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی اطلاع آنے پر آپ ﷺ نے ہمیں (مدینہ منورہ میں) ان کی شہادت کی اطلاع دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے زید بن حارثہ نے جھنڈا اٹھایا انھیں شہید کر دیا گیا۔ پھر جعفر نے جھنڈا لیا تو وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے (پھر فرمایا) کہ پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (یعنی خالد بن ولید) نے جھنڈا پکڑ لیا پھر ان کے ہاتھوں جنگ فتح ہو گئی۔ ❸

۲۴۔ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوموسیٰ!

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الأطعمة، رقم: ۱۸۵۰۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۸۴۶۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۷۵۷۔

تجھ کو آل داؤد کی خوش الحانیوں میں سے خوش الحانی دی گئی ہے۔'' ❶

پابندی جماعت:

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقائے سفر جب مدینہ آئے تو بقیع بطحان میں قیام کیا، وہاں سے اگرچہ تمام لوگ نماز عشاء میں شریک نہیں ہو سکتے تھے تاہم باری باندھ لی تھی اور اپنی باری پر لوگ آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء پڑھتے تھے۔ ❷

تلاوتِ قرآن:

ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ خوش الحان تھے۔ بلکہ یہ آپ ہی کی خصوصیت نہیں، خوش الحانی ان کے تمام قبیلہ کا وصف امتیازی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ''رات کو جب قبیلہ اشعری کے لوگ آتے ہیں تو میں ان کی قرآن خوانی ہی سے ان کے جائے قیام کو پہچان لیتا ہوں۔'' ❸

ابوعثمان مھدی کا بیان ہے کہ ''میں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا ہے لیکن میں نے چنگ و بربط کی آواز کو بھی سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش الحانی سے بہتر نہیں پایا۔ وہ ہم کو نماز فجر پڑھاتے تھے تو جی چاہتا تھا کہ پوری سورۂ بقرہ پڑھ ڈالتے۔'' ❹

شوق زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق زیارت سے لبریز تھے۔ اس لیے جب زیارت کا وقت قریب آتا تو یہ جذبہ اور بھی اُبھر جاتا اور اس کا اظہار مقدس نغمہ سنجیوں کی صورت میں ہوتا۔ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچے تو سب کے سب ہم آہنگ ہو کر زبانی شوق سے یہ رجز پڑھنے لگے:

---

❶ صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن، رقم: ٥٠٤٨.

❷ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، رقم: ٥٦٧.

❸ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الاشعریین، رقم: ٢٤٩٩/١٦٦.

❹ الاستیعاب، تذکرہ عبدالرحمن بن مل.

((غدا نلقى الأَحبه محمداً و حزبه .))

''ہم کل اپنے دوستوں یعنی محمد ﷺ اور ان کے گروہ سے ملیں گے۔'' ❶

پابندی عہد:

معاہدہ تو ایک بڑی چیز ہے صحابہ کرام معمولی وعدے کو بھی لازمی طور پر پورا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''میں فلاں دن سفر کرنے والا ہوں، میرے سفر کا سامان کر دو۔'' انہوں نے سامان کرنا شروع کر دیا جب روانگی کا وقت آیا تو بولے کہ ''ذرا کسر رہ گئی ہے، اگر آپ ٹھہر جاتے تو میں اس کو پورا کر دیتا'' بولے: میں گھر کے لوگوں سے کہہ چکا ہوں کہ فلاں دن سفر کروں گا اب اگر ان سے جھوٹ بولتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے جھوٹ بولیں گے۔ ان سے خیانت کرتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے خیانت کریں گے۔ ان سے وعدہ خلافی کرتا ہوں تو ہ بھی مجھ سے وعدہ خلافی کریں گے، چنانچہ وہ روانہ ہو گئے اور اس کمی کی کچھ پرواہ نہ کی کہ سامان سفر نامکمل ہے۔'' ❷

۲۵۔ سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی باتیں سنیں اور وہیں اسلام لے آئے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اب اپنی قوم غفار میں واپس جاؤ اور انہیں میرا حال بتاؤ یہاں تک کہ جب ہمارے غلبے کا تمہیں علم ہو جائے۔'' (تو پھر ہمارے پاس آ جانا) سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان قریشیوں کے مجمع میں پکار کر کلمہ توحید کا اعلان کروں گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے یہاں سے واپس وہ مسجد حرام میں آئے اور بلند آواز سے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی سارا مجمع ٹوٹ پڑا اور اتنا مارا کہ زمین پر لٹا دیا۔

---

❶ مسند احمد: ۳/ ۲۲۳.

❷ طبقات ابن سعد، تذکرہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ.

اتنے میں سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور سیّدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے اوپر اپنے آپ کو ڈال کر قریش سے کہا: افسوس کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے اور شام جانے والے تمام تاجروں کا راستہ ادھر ہی سے پڑتا ہے، اس طرح سے ان سے بچایا۔ پھر سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ دوسرے دن مسجد الحرام میں آئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ قوم پھر بُری طرح ان پر ٹوٹ پڑی اور مارنے لگی۔ اس دن بھی سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ ان پر اوندھے پڑ گئے۔ [1]

تحمل شداء اور تعلق باللہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کے لیے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں اور ان کے ایمان میں ذرہ برابر تنزلزل واقع نہیں ہوا۔ سیّدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جب خانہ کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو ان پر کفار ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے زمین پر لٹا دیا۔ [2]

جرأت وشجاعت:

جرأت وشجاعت کا اظہار کبھی عقائد کے اظہار میں ہوتا ہے، کبھی میدانِ جنگ میں اور کبھی ظالم بادشاہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ اخلاقی جوہر موجود تھا، اس لیے اس کا ظہور ان تمام موقعوں پر ہوتا تھا۔

سیّدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نہایت قدیم الاسلام صحابی ہیں، وہ مکہ آ کر ایمان لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت کی کہ اس وقت اپنے وطن کو واپس جاؤ اور اپنی قوم کو میری بعثت کی خبر کرو، لیکن انہوں نے نہایت پر جوش لہجے میں کہا کہ ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں کفار مکہ کے سامنے ہی کلمہ توحید کا اعلان کروں گا۔'' حالت یہ تھی کہ وہ غریب الوطن تھے، مکہ میں کوئی ان کا حامی و مددگار نہ تھا، لیکن بایں ہمہ وہ مسجد حرام میں آئے اور بآواز بلند کہا: اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمد رسول الله. اس آواز کا سننا تھا کہ کفار ٹوٹ پڑے اور سخت زدوکوب کی۔ لیکن انہوں نے دوسرے

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصة اسلام ابی ذر الغفاری رضی الله عنه، رقم: ۳۵۲۲.

[2] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم، رقم: ۲۴۷۳.

دن پھر اسی جوش کے ساتھ خانہ کعبہ میں اس کلمے کا اعلان کیا اور کفار نے پھر اسی طرح یورش کی۔ ❶

غلاموں کے ساتھ مساویانہ سلوک:

صحابہ کرام غلاموں کے ساتھ بالکل مساویانہ برتاؤ کرتے تھے۔ ایک بار سیّدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک جبہ پہنے ہوئے تھے اور غلام کو بھی ویسا ہی پہنایا ہوا تھا اس کا سبب دریافت کیا گیا تو بولے: ''میں نے ایک غلام کو ایک دفعہ بُرا بھلا کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو ذر! تم میں اب تک جاہلیت کا اثر باقی ہے، یہ لوگ تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے ان کو تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے تو جس کا بھائی اس کے ہاتھ میں ہو وہ اس کو وہی کھلائے پلائے جو خود کھاتا پیتا ہے۔'' ❷

۲۶۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قرآن چار بندوں سے سیکھو: ......۱: عبداللہ بن مسعود۔ ۲: سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔ ۳: ابی بن کعب۔ ۴: معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہم)'' ❸

خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ جب آپ کہیں جاتے تو وہ پہلے آپ کو جوتا پہناتے پھر آگے آگے عصا لے کر چلتے، آپ مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ کے پاؤں سے جوتیاں نکالتے، پھر آپ کو عصا دیتے، آپ اٹھتے تو پھر اسی طرح جوتیاں پہناتے، آگے عصا لے کر چلتے اور حجرۂ مبارک تک پہنچا جاتے، آپ نہاتے تو پردہ کرتے، آپ

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۸۶۱.

❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۳۰.

❸ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۶۰.

سوتے تو بیدار کرتے، آپ سفر میں جاتے تو آپ کا بچھونا، مسواک، جوتا، اور وضو کا پانی ان کے ساتھ ہوتا، اس لیے وہ صاحب سواد رسول اللہ ﷺ یعنی آپ کے میرِ سامان کہے جاتے تھے۔ ❶

تفقہ فی الدین:

مسروق فرماتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((وَالَّذِیْ لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ)) ''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔'' قرآن مقدس کی کوئی ایسی سورت نہیں ہے کہ جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ یہ کہاں اور کب نازل ہوئی، اور قرآن کی ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ اس کا شانِ نزول کیا ہے؟ پھر فرمایا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ قرآنِ مقدس کا کوئی شخص مجھ سے بڑا عالم موجود ہے تو میں اس کے پاس جا کر علم حاصل کرتا اگرچہ وہ اتنا دور دراز رہتا ہوتا کہ وہاں صرف اونٹ کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہو۔ ❷

اتباع رسول ﷺ کے ذریعے اللہ سے تعلق:

عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ ہم نے سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص بتائیں جو نبی کریم ﷺ کی سیرت والا ہوتا کہ ہم اس سے (علم) حاصل کریں، تو انہوں نے فرمایا: ''میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کو بہت زیادہ اپنانے والا شخص ابنِ اُمِ معبد (یعنی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔'' ❸

❶ طبقات ابن سعد، تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ.

❷ صحیح بخاری، فضائل القرآن، رقم: ٥٠٠٢.

❸ صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، رقم: ٣٧٦٢.

باب نمبر 6

صحابیات رضی اللہ عنہن کا اللہ سے تعلق

ا۔ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے جتنا رشک سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر ہے کسی اور عورت پر نہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح ان کی وفات کے بعد کیا تھا، یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بہت زیادہ ذکر کرتے تھے، اور اللہ نے آپ کو خدیجہ کے لیے جنت کے موتی سے بنے ہوئے گھر کی بشارت دینے کا حکم دیا جس میں نہ شور وغل ہے اور نہ کوئی تکلیف ہے۔ [1]

سیرت پر ایک نظر:

سب سے پہلی شادی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی۔ یہ خاندان قریش کی ایک چالیس سالہ اور پاکیزہ اخلاق خاتون تھیں۔ طاہرہ ان کا لقب تھا۔ پانچویں پشت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نسب مل جاتا ہے۔ ان کے والد خویلد ایک معزز قریشی اور یہ خود بڑی صاحب ثروت تھیں۔ ان کی پہلی شادی ابو ہالہ بن زندہ تمیمی سے ہوئی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد عتیق ابن عائذ کے ساتھ عقد ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔ اس وقت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سن چالیس سال کا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پچیس سال کا۔ ایک کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادیں ان کے بطن سے تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی۔ ان کی زندگی بھر دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے مکہ ہی میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ گو ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ و فضلھا رضی اللہ عنھا، رقم: ۳۸۱۷، ۳۸۱۹.

متعدد شادیاں کیں، لیکن ان کی محبت کا نقش ہمیشہ دل پر قائم رہا۔ ❶

۲۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اُم سلمہ! تو مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ پہنچا کیونکہ سوائے عائشہ کے (بستر) کے تمہارے کسی ایک کے بستر میں مجھ پر وحی نہیں نازل ہوئی۔'' ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جبرائیل امین علیہ السلام ریشم کے ایک سبز کپڑے میں میری تصویر لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور فرمایا: یہ آپ کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہے۔'' ❸

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائش! یہ جبرائیل ہیں، جو تجھ کو سلام کہتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اللہ کے رسول جو آپ دیکھتے ہیں وہ ہم نہیں دیکھتے۔ ❹

سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ تمام لوگوں سے زیادہ آپ کو محبوب کون ہے؟ فرمایا: ''عائشہ۔'' پھر پوچھا گیا: مردوں میں سے؟ فرمایا: ان کے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ۔'' پوچھا گیا: پھر کون؟ فرمایا: ''عمر''۔ ❺

اعتکاف:

ازواجِ مطہرات کو اعتکاف کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

❶ تاریخ اسلام : ۱/ ۱۳٤، بتعدیل یسیر.

❷ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم، باب فضل عائشه رضی الله عنها، رقم: ۳۷۷۵.

❸ سنن ترمذی ، کتاب المناقب ، باب من فضل عائشه رضی الله عنها، رقم: ۳۸۸۰۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❹ صحیح البخاری، أیضاً ، رقم: ۳۷٦۸.

❺ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابه، باب من فضائل ابی بکر رضی الله عنه، رقم: ۲۳۸٤.

اعتکاف کے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو اپنا خیمہ نصب کروایا۔ ان کی دیکھا دیکھی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے خیمے نصب کرائے، آپ نے دیکھا تو اپنے ساتھ ازواج مطہرات کے خیمے بھی گروا دیے۔ (کہ اس سے آپ کے سکون و جمعیت میں خلل واقع ہوتا تھا۔) ❶

عمرہ:

بہر حال عمرہ فرض ہو یا نہ ہو، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے اور جب وہ فوت ہو جاتا تھا تو ان کو سخت قلق ہوتا تھا، حجۃ الوداع کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں۔ وجہ پوچھی تو بولیں کہ "میں ضرورتِ نسوانی سے معذور ہوں' لوگ دو دو فرض (حج اور عمرہ) کا ثواب لے کر جاتے ہیں اور میں صرف ایک کا۔" فرمایا: "کوئی حرج نہیں، اللہ تم کو عمرہ کا ثواب بھی عطا فرمائے گا" چنانچہ آپ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا۔ اور مقام تنعیم میں جا کر انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور آدھی رات کو فارغ ہو کر آئیں۔ ❷

محافظت یادگار رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

صحابہ کرام کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر یادگاریں محفوظ تھیں جن کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو محفوظ رکھا تھا، چنانچہ ایک دن انہوں نے ایک صحابی کو ایک یمنی تہ بند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ "اللہ کی قسم! آپ نے ان ہی کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا۔" ❸

مسکین نوازی:

ایک دن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روزہ سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی

---

❶ سنن ابو داؤد، کتاب الصیام، باب الإعتکاف، رقم: ٢٤٦٤۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الحج، ابواب العمرة، رقم: ١٧٨٨۔

❸ سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، رقم: ٤٠٣٦۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

حالت میں ایک مسکین نے سوال کیا تو انہوں نے لونڈی سے کہا کہ "وہ روٹی اس کو دے دو" اس نے کہا: افطار کس چیز سے کیجیے گا؟" بولیں: "دے تو دو۔" شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا، لونڈی کو بلا کر کہا: "لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔" [1]

ایثار:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں اپنی قبر کے لیے مخصوص جگہ کر رکھی تھی۔ لیکن جب امیر عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے درخواست کی تو انہوں نے یہ تختہ جنت ان کو دے دیا اور فرمایا:

((کنت اریدہ لنفسی ولاوثرن بہ الیوم علی نفسی ." [2]

"میں نے خود اپنے لیے اس کو محفوظ کر رکھا تھا لیکن آج اپنے اوپر آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔"

فیاضی:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس قدر فیاض تھیں کہ جو کچھ ہاتھ میں آجاتا اس کو صدقہ کر دیتی تھیں۔ سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو روکنا چاہا تو اس قدر برہم ہوئیں کہ ان سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھا لی۔ [3] (بعد میں انہیں معاف کر دیا اور ان سے صلح کر لی۔)

ذاتی انتقام نہ لینا:

اگر دشمن کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو ہمارے لیے انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں مل سکتا، لیکن صحابہ کرام کے دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے بغض وانتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی؟

انتقام تو بڑی چیز ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے دشمنوں سے بغض رکھنا بھی پسند نہیں کرتے

---

[1] مؤطا مالك ، كتاب الصدقة ، باب الترغيب في الصدقة ، رقم: ٥.

[2] مستدرك حاكم: ١٣،١١/٣.

[3] صحيح بخاري ، كتاب المناقب، باب مناقب قريش، رقم: ٣٥٠٥.

تھے۔ سیّدنا معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا تھا ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ میں معاویہ کا سلوک کیسا رہا؟ اس نے عرض کیا: ان میں کوئی عیب نہ تھا، سب لوگ ان کے مداح رہے، اگر کوئی اونٹ ضائع ہو جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دے دیتے تھے، اگر کوئی گھوڑا مر جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا گھوڑا دے دیتے تھے، اگر کوئی غلام بھاگ جاتا تو وہ اس کی جگہ دوسرا غلام دے دیتے تھے۔'' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر فرمایا: ''استغفر اللہ! اگر میں ان سے اس بنا پر دشمنی رکھوں کہ انہوں نے میرے بھائی کو قتل کیا، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ ''اللہ تعالیٰ! جو شخص میری اُمت کے ساتھ نرمی کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر۔ اور جو ان پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر۔'' [1]

مہمان نوازی:

مہمان نوازی اہل عرب کے محاسن اخلاق کا نہایت نمایاں جزو تھی اور اسلام نے اس کو اور بھی نمایاں کر دیا تھا، اس لیے صحابہ کرام کی زندگی میں مہمان نوازی کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار وفد بنو منتفق حاضر ہوا، سوئے اتفاق سے آپ گھر میں موجود نہ تھے لیکن سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً خزیرہ (عرب کا مشہور کھانا تھا) تیار کرنے کا حکم دیا اور مہمانوں کے سامنے ایک طبق میں کھجوریں رکھوا دیں، آپ تشریف لائے تو حسب معمول سب سے پہلے دریافت کیا کہ کچھ ضیافت کا سامان ہوا یا نہیں؟ ان لوگوں نے کہا: ''یہ تو ہو چکا۔'' [2]

پرورش یتامیٰ:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی لڑکیاں یتیم ہو گئی تھیں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی پرورش فرماتی تھیں۔ [3]

---

[1] أسد الغابة، تذكره معاوية بن خديج.

[2] سنن ابوداؤد، كتاب الطهارة، رقم: ۱۴۳۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] مؤطا مالك، كتاب الزكاة، باب لا زكاة فيه من الحلي والتبر والصغير، رقم: ۱۰.

اور ایسے ہی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جن یتیموں کی پرورش کرتی تھیں ان کے مال لوگوں کو دے دیتی تھیں کہ تجارت کے ذریعہ سے اس کو ترقی دیں۔ ❶

شوہر کی خدمت:

ازواج مطہرات میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت محبوب تھیں، لیکن اس محبوبیت کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر نہیں پڑتا تھا، بلکہ سب سے زیادہ ان ہی کو آپ کا شرفِ خدمت حاصل ہوتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمال طہارت کی وجہ سے مسواک کو پہلے دھولیا کرتے تھے اور اس پاک خدمت کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ادا فرماتی تھیں۔ ❷

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرامِ حج باندھتے تھے اور احرام کھولتے تھے تو وہ جسم میں خوشبو لگاتی تھیں۔ ❸

جب آپ خانہ کعبہ کو ہدی بھیجتے تھے تو وہ ان کے گلے کا قلادہ بٹتی تھیں۔ ❹

۳۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔'' ❺

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سیّدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر سیرت کردار اور اُٹھنے بیٹھنے، چال اور ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی ایک کو نہیں دیکھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے، انہیں بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اس طرح جب حضور نبی

---

❶ مؤطا مالك، كتاب الزكاة، باب زكاة أموال اليتامىٰ والتجارة لهم فيها، رقم: ١٤.

❷ سنن ابوداؤد، كتاب الطهارة، رقم: ٥٢۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

❸ سنن ابو داؤد، كتاب المناسك، باب الطيب، عند الاحرام، رقم: ١٧٤٥۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❹ سنن ابوداؤد،م كتاب المناسك حج، رقم: ١٧٥٧۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❺ صحيح بخاری، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الاسلام، رقم: ٣٦٢٤.

اکرم ﷺ ان کے پاس جاتے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں، اور آپ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس تشریف لائیں اور آپ کو جھک کو بوسہ دیا اور سر اُٹھا کر رونے لگیں۔ پھر دوسری بار آپ پر جھکیں تو سر اُٹھا کر ہنسنے لگیں۔ میں نے خیال کیا کہ میں تو انہیں تمام عورتوں سے عقل مند سمجھتی ہوں مگر یہ تو عام عورتوں جیسی ہیں (کہ اس حالت میں بھی ہنس رہی ہیں) جب نبی معظم ﷺ فوت ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: جب آپ نبی کریم ﷺ پر جھکی تھیں تو سر اُٹھا کر رونے لگی تھیں۔ اور جب دوبارہ جھکی تھیں تو پھر سر اُٹھا کر ہنسنے لگی تھیں۔ ایسے کیوں کیا؟ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اب یہ راز ظاہر کر دیتی ہوں، مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ ''میں اس بیماری سے فوت ہونے والا ہوں۔'' تو (یہ سن کر) میں رو پڑی۔

پھر آپ ﷺ نے مجھے خبر دی کہ ''میرے تمام اہل سے تو مجھ کو سب سے پہلے ملے گی۔'' تو اس پر میں ہنس پڑی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اس لیے جس نے اسے ناراض کیا تو اس نے مجھے ناراض کیا۔'' [2]

تسبیح وتہلیل:

تسبیح وتہلیل پاک مذہبی زندگی کی مخصوص علامت ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکثر تسبیح وتہلیل کیا کرتے تھے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آٹا پیسنے کی وجہ سے ہاتھوں پر نشان پڑ چکے تھے۔ ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ موجود نہ تھے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہوئے ایک خادم کا مطالبہ کر دیا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا تو آپ ﷺ ان کے گھر تشریف

---

[1] سنن ترمذی ، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمة رضی الله عنه، رقم: ٣٨٧٢۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم، باب مناقب فاطمة رضی الله عنها، رقم: ٣٧٦٧.

لے گئے۔ دونوں میاں بیوی آپ کے استقبال کے لیے اُٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: بیٹھے رہو۔اور آپ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور فرمایا: کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جو تم نے مجھ سے سوال کیا تھا؟

دونوں نے کہا: ضرور! آپ نے فرمایا: جب سونے لگو تو تینتیس (۳۳) مرتبہ "سبحان اللّٰه" تینتیس (۳۳) مرتبہ "الحمد للّٰه" اور تینتیس مرتبہ "اللّٰه اکبر" کہا کرو۔ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔ [1]

(اس کے بعد دونوں میاں بیوی نے پوری زندگی اس وظیفے کو اپنا معمول بنائے رکھا۔)

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک:

صحابہ کرام والدین کی خدمت، اطاعت، اعانت اور ادب واحترام کا نہایت لحاظ کرتے تھے۔ ایک بار کفار نے رسول اللہ ﷺ کی گردن میں اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی۔ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا دوڑ کے آئیں، اس کو آپ کے اوپر سے اُتار کر پھینک دیا اور کفار کو بُرا بھلا کہا۔ [2]

[1] سنن ابو داؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۶۲۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، رقم: ۵۲۰.

باب نمبر 7

اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ دینے والے اُمور

گزشتہ سطور میں تعلق باللہ، اسباب، ثمرات اور انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعلق باللہ کے نمونے گزر چکے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ((وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ)) ''کسی بھی چیز کی مکمل طور پر پہچان اور صورت تبھی بیان ہو سکتی ہے جب اس کی ضد کو پہچان لیا جائے۔'' چنانچہ اب ہم تعلق باللہ کے منافی اُمور اور اللہ سے دُوری کے نقصانات بیان کریں گے تا کہ کوئی راہ بھٹکا اس حقیقت سے آشنا ہو کر راہِ راست پر آئے اور اس کا اور ہمارا بھلا ہو جائے اور آخرت سنور جائے۔

ا۔غفلت:

غفلت سب سے پہلا اور بنیادی امر ہے اللہ تعالیٰ سے بندے کا تعلق توڑ دینے والا۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذکر اور اس کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کبھی بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں۔ غفلت اللہ سے دُوری کا باعث ہے:

﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٢٠٥﴾﴾ (الأعراف : ٢٠٥)

''اور آپ اپنے رب کو صبح و شام عاجزی کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے اور بغیر اونچی آواز کے اپنے دل میں یاد کیجیے اور غافلوں سے نہ ہو جایئے۔''

ذکر الٰہی کی اصل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو دل سے یاد کرلے، یعنی اگر دل غافل ہے اور زبان چل رہی ہے تو اسے ذکر الٰہی نہیں کہیں گے۔

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''یعنی وہ لوگ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ

حال کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو بھول گئے۔ پس وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی سے محروم رہ گئے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبودیت میں ہر فلاح و سعادت سے روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر بدبختی اور ناکامی کی طرف متوجہ رہے۔''

(تفسیر السعدی، تحت الآیۃ ، طبع دار السلام.)

غافل دلوں کو، غفلت کی زندگی گزارنے سے بیدار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بڑی اہمیت رکھتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ۝٧ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝٨﴾ (یونس : ۷۔۸)

''بے شک (وہ لوگ) جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور (وہ) دنیا کی زندگی سے خوش اور اس پر مطمئن ہو بیٹھے (ہیں) اور ہماری نشانیوں سے غافل ہیں اور ان کا ٹھکانا ان کے (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں، دوزخ ہے۔''

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''گویا دنیا کی غفلت کا انجام آخرت میں انتہائی ہولناک ہوگا، جب کہ اہل ایمان دنیا اور آخرت میں ہر جگہ بہر حال اپنے رب کی تعریف و توصیف کرتے ہیں کیونکہ ان کا ہر سفر تو اپنے رب ہی کی جانب ہے۔

انہی غافل لوگوں کی دنیوی حالت یہ ہے کہ جب انہیں کوئی دُکھ پہنچتا ہے، یا کسی اذیت کا شکار ہوتے ہیں تو اُٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اللہ ہی سے استعانت کرتے ہیں اور جونہی یہ اذیت ناک لمحے گزر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ ایسے لوگوں کو عرصۂ دراز تک بار بار آزمائشوں میں ڈال کر پرکھتا ہے جب کہ وہ کافر اپنے اعمال کی ظاہری زیب و زینت کے باعث خود فریبی کا شکار رہتے ہیں

اور پھر یکبارگی ان غافل لوگوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔“

ابو حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دنیا سے معمولی محبت آخرت سے بہت زیادہ غافل کر دیتی ہے۔“ [1]

پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”غفلت کے درخت کی پرورش جہل کے پانی سے ہوتی ہے۔ بیداری و معرفت کے درخت کی پرورش فکر کے پانی سے ہوتی ہے۔ توبہ و انابت کے درخت کی پرورش ندامت کے پانی سے ہوتی ہے اور محبت کے درخت کی پرورش موافقت کے پانی سے ہوتی ہے۔“ [2]

۲۔ جہالت:

کتاب و سنت سے لاعلمی اور جہالت بھی اللہ تعالیٰ سے دُوری کا ذریعہ ہے۔ جیسے قرآن و سنت کا علم اللہ تعالیٰ کی پہچان کرا کے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے بعینہٖ جہالت غیر اللہ کی عبادت کا سرچشمہ ہے اور اللہ سے دُوری کا بڑا سبب، جہالت کے بھوت جبھی انسان کی عقل و دانش پر ڈیرے ڈالتے ہیں تو انسان غیر اللہ کی پرستش شروع کر دیتا ہے۔ قومِ نوح نے ود، سواع ، یغوث ، یعوق اور نسر کی عبادت بھی جہالت ہی کی وجہ سے شروع کی تھی۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((هٰذِهِ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا هَلَكُوْا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلٰى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوْا إِلٰى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ أَنْصَابًا وَسَمُّوْهَا بِأَسْمَائِهِمْ ، فَفَعَلُوْا وَلَمْ تُعْبَدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولٰئِكَ وَنُسِيَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ .)) [3]

---

[1] مكاشفة القلوب ، ص : ١٥٨ .

[2] الفتح الرباني ، ص : ٢٤ .

[3] صحيح بخاري ، كتاب التفسير ، رقم : ٤٩٢٠ .

"یہ قوم نوح علیہ السلام میں سے نیک لوگوں کے نام ہیں، جب یہ فوت ہو گئے تو شیطان نے اس قوم کے دل میں بات ڈال دی کہ ان بزرگوں کی نشست گاہوں پر بطورِ یادگار پتھر نصب کر دینے چاہییں، اور ان پتھروں کو ان بزرگوں کے ناموں سے پکارا جانا چاہیے، چنانچہ اس قوم نے شیطان کی بات مان لی مگر (ابتدا میں) ان پتھروں کی عبادت نہیں کی گئی۔ لیکن جب پہلی نسل ختم ہوگئی اور بعد میں پیدا ہونے والی نسلوں میں جہالت در آئی تو انہوں نے ان پتھروں کی عبادت شروع کر دی۔"

جس طرح کفر اور اسلام ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے، بالکل اسی طرح علم اور جہالت برابر نہیں ہو سکتے، کیونکہ علم سے اللہ رب العزت کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے، جب کہ جہالت سے انسان اللہ سے دُور ہو جاتا ہے:

﴿ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝٩ ﴾ (الزمر: ۹)

"کیا بھلا وہ شخص جو رب کی رحمت کے بل بوتے پر، آخرت سے ڈرتے ہوئے اپنی ساری رات قیام و سجود میں گزار دیتا ہے۔ اے نبی! کہہ دے، کیا علم والے، اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں، یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔"

جاہل لوگوں کی صحبت اور مجلس بھی اللہ سے دُور کر دیتی ہے۔ اللہ رب العزت نے نبی آخر الزماں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل لوگوں سے اعراض کا حکم دیا تھا:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝١٩٩ ﴾

(الأعراف: ۱۹۹)

"آپ درگزر کو اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو

جائیں۔''

جہالت سے پناہ مانگنے کی دُعا:

اللہ تعالیٰ نے گائے کے قصہ میں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا ذکر فرمائی ہے کہ آپ نے قوم کو جواب دیا:

﴿أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝﴾ (البقرہ: ٦٧)

''میں جاہل ہونے سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔''

۳۔ ریا کاری:

ریا کاری بھی اللہ تعالیٰ سے دُوری کا باعث ہے۔ عمل صالح اور عبادت میں ریا، خودنمائی کی خواہش اور شہرت کی آرزو کا شائبہ بھی پایا جائے تو وہ باطل اور بے کار ہوجائے گی اور اس کا کچھ ثواب نہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ڈرایا ہے جو غریبوں پر اپنے مال خرچ کرتے ہیں، پھر ان پر احسان جتاتے ہیں کہ انھوں نے ان کو مال دیا، ان کی مفلسی ومحتاجی میں مدد کی اور ان کی ضروریات پوری کیں، اس طرح احسان جتلا کر غریبوں کی عزت و شرافت کو داغ دار کرتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝﴾ (البقرہ: ٢٦٤)

''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت پر، اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی

بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں۔''

اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جو اس کے لیے خاص ہو اور صرف اس کی خوش نودی کے حصول کے لیے کیا گیا ہو، اور ہر وہ عمل ناقابل قبول اور لائق ردّ ہے جس میں ریا کاری ہو۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی میں ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((اَنَا اَغْنٰی الشُّرَکَاءَ عَنِ الشِّرْكِ ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ ، تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ .)) ❶

''میں شرکاء سے زیادہ شرک سے بے نیاز اور بے پروا ہوں۔ جو کوئی شخص ایسا عمل کرے جسے صرف میرے لیے نہ کرے بلکہ میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرے میں اسے اور اس کے شرکیہ کام کو چھوڑ دیتا ہوں۔''

حقیقی مسلمان جو دینی احکام کا شعور رکھتا ہے اور دینی تعلیمات کے سلسلے میں ذکی الحس ہوتا ہے، اپنے تمام اعمال میں ریا کاری سے بہت دُور رہتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے تمام اعمال محض رضائے الٰہی کے لیے ہوں۔ ہمیشہ اس کے پیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہوتا ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ .)) ❷

''بے شک اللہ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو خالص اس کی رضا کے لیے کیا جائے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء، رقم: ٢٩٨٥.

❷ سنن نسائی، كتاب الجهاد، رقم: ٣١٤٢ـ صحيح الجامع الصغير، رقم: ١٨٥٦.

بیان کی کہ ''جو شخص کوئی نیکی اس غرض سے کرتا ہے کہ لوگ سنیں اور اس کی شہرت ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی برائی کو مشہور کر دے گا اور اسے ذلیل و رسوا کر دے گا۔ حدیث بیان کرنے کے بعد سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ ❶

دُعا:

((اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ ، وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِیْ مِنَ الْخِيَانَةِ ، فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرِ .)) ❷

''اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک فرما، بلاشبہ تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید کو خوب جانتا ہے۔''

سیّدنا ابو الدرداء اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما یہ دُعا کیا کرتے تھے:

((نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ خُشُوْعِ النِّفَاقِ .))

''ہم نفاق کے خشوع سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔''

ان سے پوچھا گیا کہ ''نفاق کا خشوع'' کیا ہے؟ فرمایا: بندہ بظاہر تو خشوع و خضوع والا نظر آئے لیکن اس کے دل میں خشوع نہ ہو تو یہ خشوع النفاق ہے۔ ❸

۴۔ شرک:

اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور عبادت میں کسی غیر کو حصہ دار سمجھنا اور ٹھہرانا شرک ہے۔ چنانچہ ابن الجوزی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

❶ مسند احمد: ۱۶۲/۲، ۱۹۵۔ مجمع الزوائد: ۲۲۲/۱۰۔ الزهد، لابن المبارك، رقم: ۱۴۱۔ سنن الصالحین: ۲۸۲/۱، رقم: ۱۰۷۵۔ شیخ شعیب نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ مشكوة المصابيح، رقم: ۲۵۰۱۔ كنز العمال: ۱۸۴/۲، رقم: ۳۶۶۔

❸ سنن الصالحین: ۲۸۲/۱، رقم: ۱۰۷۶۔

((اَلشِّـرْكُ : هُوَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا ، أَوْ تَعْبُدَ مَعَهُ غَيْرَهُ مِنْ حَجَرٍ اَوْ بَشَـرٍ ، أَوْ شَمْسٍ ، أَوْ قَمَرٍ ، اَوْ نَبِيٍّ ، اَوْ جِنِّيٍّ ، اَوْ نَجْمٍ ، اَوْ مَلَكٍ ، اَوْ شَيْخٍ ، اَوْ غَيْرَ ذَالِكَ .)) ❶

''شرک یہ ہے کہ آپ کسی کو اللہ کا شریک سمجھیں ، یا اس کے ساتھ کسی غیر مثلاً پتھر، انسان، سورج، چاند، نبی، جن، ستارے، فرشتے یا کسی شیخ کی عبادت کرنا شروع کر دیں۔''

شرک اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دینے والا سب سے بڑا گناہ ہے۔ سیّدنا لقمان علیہ السلام کا وہ قول قرآنِ مجید میں موجود ہے جو انھوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾﴾ (لقمان : ۱۳)

''بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((اَلا اُنَبِّـئُـكُـمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ، قُلْنَا : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ : قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ .)) ❷

''کیا میں تمھیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: ضرور بتایئے! اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی۔''

شرک نا قابل بخشش گناہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (النساء : ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا

❶ تذكرة أولى البصائر فى معرفة الكبائر ، ص : ۱۹.

❷ صحيح بخارى ، كتاب الأدب ، رقم : ٥٩٧٦.

جائے، اور اُس کے علاوہ گناہوں کو جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔''

مشرک پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ﴾

(المائدہ: ۷۲)

''بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْا لِلّٰهِ نِدًا دَخَلَ النَّارَ .)) [1]

''جو شخص اس حال میں مر گیا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرتا تھا، تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

شرک کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ اس قدر ناراض اور غضبناک ہوا کہ ان پر دنیا میں ہی اپنا عذاب نازل کیا حتی کہ کئی ایک لوگوں کی صورتیں ہی مسخ کر دیں اور انہیں بندر اور سُور بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر! لوگوں کو بتا دیں کہ:

﴿قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ ٱللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ ٱلْقِرَدَةَ وَٱلْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ ٱلطَّٰغُوتَ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَآءِ ٱلسَّبِيلِ ۝٦٠﴾

(المائدہ: ٦٠)

''آپ کہہ دیجیے، کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک انجام کی حیثیت سے ان سے برا کون ہے، جن پر اللہ نے لعنت بھیج دی اور جن پر اللہ کا غضب نازل ہو گیا اور جنہیں اللہ نے بندر اور سُور بنا دیا، اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی ان کا ٹھکانا بدترین ہوگا، اور یہ لوگ راہِ راست سے بہت دُور جا چکے ہیں۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٤٩٧.

سورۃ الاحقاف میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ ﴾ (الأحقاف : ٥)

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں گے بلکہ وہ تو ان کی پکار سے ہی بے خبر ہیں۔''

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت و بندگی کو صرف اپنے لیے خاص کر دینے ،شرک و باطل سے منہ موڑ کر راہِ توحید پر گامزن ہو جانے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دینے کے بعد مشرک کی مثال بیان کی جس کے ذریعہ اس کی ضلالت و گمراہی ، ہلاکت و بربادی اور راہِ حق سے انتہائی دُوری کی عکاسی کی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ﴾

(الحج : ٣١)

''تم لوگ اللہ کے لیے مؤحد بن کر رہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے وہ گویا آسمان سے گرتا تو چڑیاں اُسے فضا میں ہی اچک لیتی ہیں یا تیز ہوا اُسے کسی دُور دراز جگہ پر پھینک دیتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے مشرکین سے اس قدر بیزار اور نفرت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حج کے موقع پر اپنے رسول ﷺ کے ذریعے خاص طور پر اعلان فرمایا:

﴿ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ﴾ (التوبہ : ٣)

''اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لوگوں کے سامنے حج کے بڑے دن

میں اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا مشرکوں سے اب کوئی تعلق نہیں رہا، پس اگر تم لوگ توبہ کرلو گے تو تمہارے لیے بہتر رہے گا، اور اگر تم نے اسلام سے روگردانی کی تو جان لو کہ تم اللہ کو کسی حال میں عاجز نہیں بنا سکتے ہو، اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے۔''

مشرکین کو جسمانی وروحانی ناپاکی کی اور نجاست کی بنا پر مسجد الحرام میں قیامت تک کے لیے داخلے پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ چنانچہ اعلان فرما دیا کہ:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ (التوبہ: ٢٨)

''اے ایمان والو! بلاشبہ مشرک ناپاک ہوتے ہیں، اس لیے اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔''

مشرک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کبریٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ.)) [1]

''روزِ قیامت میری سفارش سے بہرہ مند وہ شخص ہوگا، جس نے خالصتاً تہ دل سے ''لا الہ الا اللہ'' کہا ہوگا۔''

دُعا:

((اَللّٰهُ ، اَللّٰهُ رَبِّي ، لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا .)) [2]

'اللہ (سب سے بڑا ہے، عظمت ورفعت والا)، اللہ میرا رب ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ٩٩.

[2] صحیح سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ١٥٢٥.

۵۔ بدعت:

دین اسلام مکمل دین ہے، اس میں عقائد و اعمال کا مکمل نمونہ موجود ہے، غلبہ دین حصولِ رضائے الٰہی اور گمراہی سے بچنے کے لیے اسی دین میں مکمل مواد موجود ہے۔اس کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرنے سے دنیوی اور اُخروی کامیابی خام خیالی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۞﴾ (آل عمران : ۸۵)

''اور جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔''

بدعت انسان کو گمراہ کر کے مردود بنا دیتی ہے، چنانچہ بندہ اپنے رب تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ .)) [1]

''جس نے ہمارے دین (اسلام) میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔''

دین اسلام میں بدعت ایجاد کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہو جاتا ہے۔ دن رات اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں اور پھٹکاریں برستی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَحْدَثَ فِي الْاِسْلَامِ حَدَثًا .)) [2]

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی۔''

بدعتی کو توبہ کی توفیق بھی نہیں مل پاتی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلح، رقم: ۲۶۹۷.

[2] مسند الربیع، رقم: ۳۷۲.

((اِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ .)) ❶

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک رکھا ہے۔''

مرہ ہمدانی فرماتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، وَاِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَآتٍ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ .)) ❷

''سب سے اچھی بات کتاب اللہ تعالیٰ ہے، اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا ہے، اور سب سے بُری نئی بات (بدعت) پیدا کرنا ہے (دین میں) اور بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آ کر رہے گی اور تم پروردگار سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔''

حضرت سحنون، ابو حازم رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب تک علماء بدعت نہ ہوں گے، یہ دین مضبوط رہے گا۔ پس جب بدعتی علماء پیدا ہو جائیں گے تو دین کا معاملہ خراب ہو جائے گا۔ ❸

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جس سال کوئی بدعت ایجاد ہوتی ہے، اس کی جگہ سے سنت فوت ہو جاتی ہے۔'' ❹

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس نے صاحب بدعت کی عزت کی، گویا کہ اس نے اسلام کی عمارت ڈھانے کے لیے مدد کی۔ اور جس نے بدعتی سے محبت رکھی اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو برباد کر دے گا اور اس کے دل سے ایمان کا نور ختم کر دے گا۔ ❺

---

❶ المعجم الاوسط، للطبرانی : ۳/ ۲۸۱۔ یہ روایت ''صحیح'' ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۲۷۷۔ سنن الصالحین، للباجی : ۱/ ۴۸۶، رقم: ۳۰۱۱.

❸ سنن الصالحین، للباجی، رقم: ۲۰۱۷.

❹ سنن الصالحین: ۱/ ۴۸۸.

❺ سنن الصالحین، رقم: ۲۰۱۹.

٦۔ اللہ کے اولیاء سے دشمنی:

دنیا میں ایسے بدقسمت لوگ بھی ہیں جو کہ اپنی بد کرداری، خباثت اور قباحت میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، ملائکہ یا اس کے اولیاء کو بھی اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ایسی گھٹیا حرکات کرنے والے اللہ سے اتنے دُور ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ان کا دشمن بن جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَىٰلَ فَإِنَّ ٱللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَٰفِرِينَ ﴿٩٨﴾﴾ (البقرہ: ۹۸)

"جو شخص اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا دشمن ہے، ایسے کافروں کا خود اللہ بھی دشمن ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے دشمنی رکھنے والے اپنے لیے عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((مَنْ عَادَى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ .)) [1]

"جو میرے ولی سے دشمنی رکھے، میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بدلہ جہنم کی آگ ہوگی، جس میں وہ ہمیشہ جلتے رہیں گے، ارشاد فرمایا:

﴿ذَٰلِكَ جَزَآءُ أَعْدَآءِ ٱللَّهِ ٱلنَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ ٱلْخُلْدِ ۖ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٢٨﴾﴾ (حم السجدہ: ۲۸)

"اللہ کے دشمنوں کا یہی بدلہ ہے، یعنی جہنم کی آگ، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے جو اس بات کا بدلہ ہوگی کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے اولیاء کی محبت نصیب فرمائے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ٦٥٠٢۔ صحیح ابن حبان: ٥٨/٢، رقم: ٣٤٧۔ السنن الکبریٰ، للبیهقی: ٢١٩/١٠.

۷۔ ظلم کرنا:

عرف عام میں ظلم سے مراد کسی کے ساتھ زیادتی کرنا یا پھر حق مارنا ہے۔ لیکن ظلم کا اپنے وسیع تر معنی ومفہوم کے اعتبار سے اطلاق ہر اس چیز پر ہوگا جہاں حقیقت کو ماننے سے انکار کیا جائے یا حقیقت کو چھپایا جائے یا پھر کسی کی حق تلفی کی جائے۔

کسی انسان کا سب سے بڑا ظلم یہ ہوگا کہ وہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ کسی غیر کو شریک ٹھہرا دے۔ اس طرح ظلم کرنے والے اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتے ہیں اور دنیا میں ہی اللہ کے شدید غیظ وغضب کا شکار ہو کر اپنی دنیا کے لیے باعث عبرت بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾﴾ (ھود: ۱۰۲)

''اور آپ کا رب جب ظالم بستیوں کی گرفت کرتا ہے تو اس کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے، اس کی گرفت بڑی دردناک اور شدید ہوتی ہے۔''

ظلم وشرک کر کے بارگاہِ رب العزت میں جانے والے خائب وخاسر ہوں گے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾﴾

(طٰہ: ۱۱۱)

''اور (اس دن) تمام چہرے اس ذات کی بارگاہ میں جھکے ہوں گے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور جس کے ذریعہ آسمان وزمین کی ہر چیز قائم ہے، اور جو ظلم وشرک کر کے آئے گا وہ خائن وخاسر ہوگا۔''

ظلم وتعدی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾﴾ (الشوریٰ: ۴۰)

''اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہونا چاہیے، پس جو معاف کر دے، اور اصلاح کر

لے اُس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، وہ بے شک ظالموں کو پسند نہیں کرتا ہے۔"

ظلم انسان کو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محروم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٨﴾﴾

(الشوریٰ: ۸)

"اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک اُمت بنا دیتا، لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے، اور ظالموں کا اس دن کوئی دوست اور مددگار نہیں ہو گا۔"

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) [1]

"ظلم روزِ قیامت بہت سی تاریکیوں اور اندھیروں کا باعث ہو گا۔"

اہم باتیں:

لوگوں کے ساتھ برتاؤ کے معاملے میں ہم کو ہر ممکن احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ کہیں ہم سے کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو جائے اور ہماری اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی تمام تر کوششیں بے کار چلی جائیں کیونکہ مظلوم کی آہ سیدھی عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس جاتی ہے اور اللہ اپنے مظلوم بندے کی مدد کرتا ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ:

((اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ .)) [2]

"مظلوم کی بد دعا سے بچو، کیونکہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔"

مشاہدات، تجربات ہوئے ہیں کہ اچھے بھلے دینی ذہن رکھنے والے، دین کا کام کرنے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المظالم، رقم: ۲٤٤٧.

[2] صحیح بخاری، کتاب المظالم، رقم: ۲٤٤٨.

والے لوگ انا و لا غیری کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، شیطانی انانیت کی بنا پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کاموں میں آڑے آنے لگتے ہیں۔ دورُخا پن اختیار کرتے ہیں اور میٹھی چھریاں چلانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے۔ یہ ظلم بلکہ بڑا خطرناک ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم کرنے سے محفوظ رکھے اور مظلوم کی آہ سے بچائے رکھے! آمین یارب العالمین۔

ظلم کرنے کی ایک وجہ ناروا غصہ ہے جو کہ کسی انسان کا دوسرے انسان پر ناراض ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، غصہ سراسر شیطانی فعل ہے جو کہ انسان کی عقل کو ماؤف اور ہوش و حواس کو بے کار کر کے رکھ دیتا ہے۔ غصہ کے عالم میں انسان وہ کچھ کر جاتا ہے جس کا بعد میں مداوای اور ازالہ ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے غصہ پر قابو رکھنا ضروری ہے۔ غصہ روکنا اس قدر ضروری ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس بارے میں ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے کئی مرتبہ یہ کلمہ دہرایا:

((لَا تَغْضَبْ .)) ''تو غصہ مت ہو۔'' [1]

بلکہ آپ کے ایک فرمان کے مطابق حقیقی پہلوان اور بہادر ہی وہ ہے جو اپنے غصہ پر قابو پا لیتا ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ .)) [2]

''بہادر ہرگز وہ نہیں جو (مقابل کو) پچھاڑ کر رکھ دے، بلکہ بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو پا لے۔''

اہل کتاب کا ایک آدمی سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ملا اور کہنے لگا کہ تورات میں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم: ٦١١٦۔ سنن ترمذی، رقم: ٢٠٢٠۔ مؤطا: ٩٠٥/٢، رقم: ١١ من باب الغضب۔ مسند احمد: ١٧٥/٢.

[2] صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم: ٦١١٤۔ صحیح مسلم، رقم: ٢٦٠٩/١٠٧۔ سنن أبو داؤد، رقم: ٤٧٧٩۔ مؤطا مالك: ٩٠٦/٢، رقم: ١٢ من کتاب البر والصلة۔ مسند احمد: ٢٣٦/٢.

لکھا ہے: " مَنْ يَظْلِمْ يَخْرب بَيْتُهُ . " ...... "ظلم کرنے والے کا خانہ خراب ہوگا۔"

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ یہ بات تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٣﴾﴾

(النمل : ٥٢ـ٥٣)

"اب ان کے وہ گھر اُن کے ظلم کی وجہ سے ویران پڑ گئے، بے شک اس واقعہ میں ایک نشانی ہے، ان کے لیے جو علم رکھتے ہیں اور ہم نے ایمان والوں کو بچا لیا، اور وہ لوگ میرے عذاب سے ڈرتے تھے۔" [1]

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے: "جو شخص ظالم کو خوش کرنے کے لیے خندہ پیشانی سے ملا، یا اس نے اس کے لیے جس میں جگہ چھوڑی تو گویا اس نے اسلام کے مضبوط کڑے کو توڑ دیا اور وہ ظالم کا مددگار ثابت ہوا۔" [2]

حضرت یزید بن حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " اللہ کی قسم! میں اپنی دوسری لغزشوں کی وجہ سے اتنا خوفزدہ نہیں ہوا جتنا کہ ظلم کی وجہ سے خوفزدہ ہوا ہوں۔ مجھ سے ایک شخص سے زیادتی ہوگئی تھی، درانحالیکہ ہم لڑ رہے تھے کہ اس نے کہہ دیا: ((حَسبُكَ اللّٰهُ بَيْنِي وَبَينَكَ اللّٰهُ)) "تیرے مقابلے میں مجھے اللہ ہی کافی ہے۔ میں نے اپنے اور تیرے درمیان فیصل اللہ کو بنا دیا ہے۔" فرماتے: مجھے یقین ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے۔" [3]

٨۔ گناہ پر اصرار:

گناہ پر اصرار انسان کو اللہ تعالیٰ سے انتہائی دُور کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والے

---

[1] سنن الصالحین : ٥٧٧/٢، رقم: ٢٥١٠.

[2] سنن الصالحین: ٥٧٧/٢، رقم: ٢٥١٤.

[3] سنن الصالحین: ٥٧٧/٢، رقم: ٢٥١١.

گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی صفت بیان کی ہے کہ:

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

''جب اُن سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہیں۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی بُرے کام پر اَڑ نہیں جاتے۔''

اصرار علی المعصیۃ انسان کے دل سے نورِ ایمان کو ختم کر دیتا ہے۔ امام مالک اپنے شاگرد رشید امام شافعی رحمہما اللہ کو نصیحت فرمایا کرتے تھے:

((اِنِّي اَرَی اللّٰهَ تَعَالٰی اَلْقٰی عَلٰی قَلْبِكَ نُوْرًا فَلَا تُطْفِئْهُ بِظُلْمَةِ الْمَعْصِيَةِ .)) ❶

''میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر نور (ہدایت) کا القاء کیا ہے۔ پس تم اسے معاصی کی ظلمت سے بجھا نہ دینا۔''

گناہوں پر اصرار کے باوجود دنیاوی نعمتوں کے حصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى مَعَاصِيْهِ مَا يُحِبُّ فَإِنَّمَا هُوَ اِسْتِدْرَاجٌ .)) ❷

''جب تو کسی شخص کو گناہوں پر اصرار کے باوجود اللہ کی طرف سے اس پر کوئی دنیاوی نعمت دیکھے، جسے وہ پسند کرتا ہو تو یہ بات یاد رکھنا کہ یہ اللہ کی طرف سے مہلت ہوتی ہے۔''

---

❶ الجواب الکافی، ص: ۹۰.

❷ مسند احمد: ۱۴۵/۴۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۵۶۱.

گناہوں پر اصرار کی وجہ سے انسان کو ہدایت نہیں ملتی ، بلکہ مزید اس کو گناہ پر اصرار کی وجہ سے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ تا کہ یہ مزید گمراہی اور سرکشی میں بڑھ جائے جس کو اللہ تعالیٰ چھوڑ دے وہ اللہ کی رحمت سے بھی دُور ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ مَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۚ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٨٦﴾ ﴾

(الأعراف : ١٨٦)

''اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور وہ انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔''

حضرت عبداللہ مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ'' جب دنیا کی محبت اور گناہوں نے دل کو اپنا شکار بنالیا ہو، اب اس میں بھلائی کیسے داخل ہوسکتی ہے؟'' [1]

دُعا:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا أَسْرَرْتُ ، وَمَا أَعْلَنْتُ .)) [2]

''اے اللہ! جو میں چھپ چھپ کر گناہ کرتا ہوں، اور جو میں نے سرعام گناہ کیے ہیں، انہیں تو بخش دے۔''

۹۔ خواہشاتِ نفس کی اتباع:

جہاں نیک خواہشات قرب الٰہی کا ذریعہ بنتی ہیں ، وہاں بدخواہشات آرزوئیں اور تمنائیں انسان کو اللہ تعالیٰ سے دُور کردیتی ہیں، جن کا معبود ان کا نفس ہوتا ہے، جو اللہ کے دین کے بجائے اپنے نفس کی عبادت کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بھی انہیں ضلالت و گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے، اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ ان میں قبولِ حق کی صلاحیت موجود نہیں۔

---

[1] مکاشفة القلوب، ص: ١٦٠.

[2] سنن نسائی ، کتاب التطبیق ، رقم: ١١٢٤ـ مستدرك حاکم: ٢٢١/١ـ حاکم اور علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ ﴾ (الجاثیہ : ۲۳)

''کیا آپ نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا، اور اللہ نے اسے حق بات کا علم ہو جانے کے باوجود گمراہ کر دیا، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی، اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا، ایسے آدمی کو اللہ کے بعد کون راہ دکھا سکتا ہے، کیا تم لوگ نصیحت نہیں حاصل کرتے۔''

یعنی ناممکن ہے کہ کوئی اللہ کی راہِ ہدایت کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ سے ہدایت حاصل کرے کیوں کہ باقی سب تو اس کے بندے اور محتاج ہیں۔ اور سورۃ القصص میں فرمایا:

﴿ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ﴾ (القصص : ۵۰)

''پس اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی راہنمائی کے، بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

جو شخص اپنی ہی خواہشات کا غلام بن گیا، اور دنیا اس کا منتہائے مقصود رہی، کبھی قانع نہیں ہوا، ایک فائدہ حاصل ہوا تو دوسرے کے پیچھے دوڑنے لگا، اور اسی حصولِ دنیا میں حیران و پریشان رہا، اسے کبھی سکون نہ ملا، اس کتے کی طرح ہے جو ہر حال میں زبان نکالے ہانپتا رہتا ہے، چاہے وہ دوڑ رہا ہو، بیٹھا ہو یا لیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر غور کیا جائے تو ایسے لوگ دنیا میں نظر آ جاتے ہیں۔

﴿ وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ

اِنۡ تَحۡمِلۡ عَلَيۡهِ يَلۡهَثۡ ﴾ (الأعراف : ۱۷۶)

''لیکن وہ پستی میں گرتا چلا گیا اور اپنی خواہش نفس کا فرماں بردار ہو گیا، پس اس کی مثال کتے کی سی ہے، اگر تم اس پر کچھ بوجھ ڈال دو گے تو ہانپے گا، یا اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دو گے تب بھی ہانپے گا۔''

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''جس کا دل کسی دنیاوی چیز سے خوش ہو گیا وہ وہ دانائی سے ہٹ گیا، اور جس نے دنیاوی خواہشات کو اپنے پیروں تلے روند دیا شیطان اس کے سائے سے بھی بھاگتا ہے اور جس کا علم خواہشات پر غالب آ گیا حقیقت میں وہی غالب ہے۔

خواہشاتِ نفس سے بچاؤ کی دُعا:

((اَللّٰهُمَّ رَحۡمَتَكَ اَرۡجُوۡا ، فَلَا تَكِلۡنِيۡ إِلٰى نَفۡسِيۡ طَرۡفَةَ عَيۡنٍ ، وَأَصۡلِحۡ لِيۡ شَأۡنِيۡ كُلَّهُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ .)) [1]

''اے اللہ! میں تیری رحمت ہی کی اُمید رکھتا ہوں۔ آنکھ کے جھپکنے کے برابر بھی مجھے اپنی ذات کے سپرد نہ کرنا، اور میرے تمام معاملات کی اصلاح فرما دے۔ تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔''

خواہشاتِ نفس سے بچنے کی جرأت:

جس نے اللہ کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دی ہو گی، اور اس ایمان کے ساتھ دنیا میں زندگی گزاری ہو گی کہ اُسے اپنے رب کے سامنے میدانِ محشر میں کھڑا ہونا ہو گا، اور اس ایمان کے زیر اثر، اس نے اپنے آپ کو خواہش نفس کی اتباع سے دُور رکھا ہو گا، اس دن اس کی جائے رہائش جنت ہو گی، جس کی نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی انسان کا دل اس کا تصور کر سکتا ہے:

﴿ وَ اَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى ۝ فَاِنَّ

[1] صحیح سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۵۲۵.

الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿۴۱﴾ (النازعات : ٤٠ ـ ٤١)

''اور جو اپنے رب کے مقام سے ڈرا، اور اپنے نفس کو خواہش کی اتباع سے روکا، تو بے شک جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔''

خواہشاتِ نفس سے بچنے کا مزید فائدہ:

بعض اسلاف کے بقول ''اپنے نفس کو ریاضت میں مشغول رکھو۔ اور ریاضت چار قسم پر ہے:

۱۔کم کھانا (۲) مناسب سونا

۳۔کم بولنا اور ۴۔لوگوں کو اذیت وتکلیف سے بچانا۔

فوائد:

۱۔ کم کھانے سے خواہشات کم ہوں گی۔

۲۔ مناسب سونے سے بُرے ارادوں میں کمی آئے گی۔

۳۔ کم بولنے سے کئی پریشانیوں سے بچ جائیں گے۔

۴۔ لوگوں کی تکلیفیں اُٹھانے کی وجہ سے انتہا تک پہنچ جائیں گے۔

لہٰذا جب کوئی زیادتی کرے تو اپنے نفس پر کنٹرول کرو اور حوصلہ مندی کا اظہار کرو اور تکلیف پر صبر کرو۔'' [1]

۱۰۔دنیا کی حرص:

دنیا بظاہر تو اپنی دلنشینیوں کی وجہ سے بہت خوبصورت نظر آتی ہے، جب کہ حقیقت میں یہ ایک دھوکا اور فریب ہے:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾﴾ (آل عمران : ١٨٥)

''اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے۔''

جو شخص اس دلفریب دنیا کی حرص کا شکار ہو جائے، صرف دنیا کا حریص ہو، وہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے، اسے دنیا میں تو اپنی محبت کا صلہ مل جائے گا، لیکن آخرت میں اُسے

[1] سنن الصالحین، للباجی : ٦٥٤/٢، رقم: ٢٩٠٢.

سوائے آگ کے اور کچھ نہیں ملے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾﴾

(ھود: ۱۵، ۱۶)

”جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہے، تو ہم دنیا میں اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دیتے ہیں، اور اس میں اُن کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں آخرت میں عذاب نار کے سوا کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہوگا، ضائع ہو جائے گا، اور جو کچھ وہاں کرتے رہے تھے (ایمان کے بغیر) بے کار ہی تھا۔“

اور جو شخص آخرت کی زندگی پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے، وہ سمجھ لے کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

ارشاد فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾﴾ (النازعات: ۳۷۔۳۹)

”جس نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک جہنم اس کا ٹھکانا ہے۔“

اور جو شخص صرف دنیا کی فکر میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے معاملات میں کئی قسم کی پریشانیاں پیدا کر دیتا ہے، اور اسے فقر و فاقہ کے اندیشے میں مبتلا کر دیتا ہے، جیسا کہ سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ فَرَّقَ اللّٰهُ أَمْرَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا مَا كُتِبَ لَهُ .)) [1]

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا رقم: ٤١٠٥۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

''جس کو صرف دنیا کی فکر ہوگی، اللہ اس پر اس کا معاملہ مشکل کر دے گا، اور ہر وقت اسے فقر کو اندیشہ رہے گا، اور دنیا میں سے بھی اُسے صرف وہی ملے گا جو اس کے مقدر میں ہوگا۔''

صرف دنیا سے محبت، آخرت کی تباہی:

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ ، أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ ، وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ ، أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ ، فَآثِرُوْا مَا يَبْقَى عَلَى مَا نَفْسِيْ .)) [1]

''جو شخص دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت تباہ کرے گا، اور جس شخص کو اپنی آخرت محبوب ہوگی تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ تو اے لوگو! تم باقی رہنے والی زندگی کو فنا ہو جانے والی زندگی پر ترجیح دو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لیکن اے بنی نوع انسان! تم وہ نہیں کرتے جو آخرت میں تمہاری کامیابی و کامرانی کا سبب بنے، بلکہ دنیا کی فانی لذتوں کے لیے سرگرداں رہتے ہو، حالانکہ آخرت دنیا سے کہیں بہتر ہے، اس کی نعمتیں لازوال ہیں، اور دنیا دارِ فانی ہے:

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾﴾

(الأعلى : ١٦ـ١٩)

''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بے شک یہ بات اگلے صحیفوں میں موجود تھی۔ یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔''

---

[1] مسند احمد: ٤/ ٤١٢ـ شعب الإيمان ، للبيهقي : ٧/ ٢٨٨، رقم: ١٠٣٣٧ـ مستدرك حاكم: ٤/ ٣١٩ـ صحيح ابن حبان، رقم: ٧٠٩ـ مجمع الزوائد: ١٠/ ٢٤٩ـ حاکم، ابن حبان، ذہبی، ہیثمی اور البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر دنیا فنا ہو جانے والے سونے کی بنی ہوتی، اور آخرت لازوال ٹھیکرے کی، تو لازوال ٹھیکرے کو فانی سونے پر ترجیح دینا واجب ہوتا، چہ جائیکہ آخرت لازوال سونے کی بنی ہوئی ہے، اور دنیا فانی ٹھیکرے کی۔'' ❶

سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''انسان کو یہی گناہ کافی ہے کہ وہ دنیا کی محبت سے استغفار نہ کرے۔'' ❷

ابو سلیمان الدارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''زاہد وہ شخص نہیں جو کہ دنیا کی حرص چھوڑ دے اور اس کی پریشانی سے اپنے آپ کو محفوظ کرے۔ بلکہ زاہد وہ ہے جو دنیا چھوڑ کر آخرت کے لیے محنت کرے حتی کہ اپنے آپ کو آخرت کی خاطر تھکا دے۔'' ❸

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے: ''دنیا کی محبت ہر غلطی کی جڑ ہے، عورتیں شیطان کے جال ہیں اور شراب ہر برائی کا منبع ہے۔'' ❹

❶ مكاشفة القلوب، ص: ١٥٤۔ سنن الصالحين: ١/ ٥٢٢.

❷ سنن الصالحين: ١/ ٥٢٤.

❸ سنن الصالحين: ١/ ٥٢٣.

❹ الزهد، للإمام احمد، ص: ١٤٣، رقم: ٤٧٢۔ سنن الصالحين: ١/ ٥٢٤، رقم: ٢٢١٦.

باب نمبر 8

اللہ تعالیٰ سے تعلق ٹوٹ جانے کے نقصانات

انسان جب شیطان کو اپنا دوست بنا لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق اور ناطہ ٹوٹ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی، رحمت الٰہی سے محرومی، مصائب و مشکلات کا شکار اور دنیا و آخرت میں طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ سے تعلق ٹوٹ جانے کے کئی دینی و دنیاوی نقصانات ہیں، جن کا بیان ذیل کی سطور میں اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے:

ا۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضی:

اللہ تعالیٰ سے تعلق ٹوٹ جائے تو اللہ عزوجل ناراض ہو جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ایسوں کا تذکرہ موجود ہے، جن پر اس کا غضب نازل ہوا کہ پھر وہ کبھی بھی ان سے راضی نہ ہوگا، ان میں بہتوں کو بندر اور سُور بنا دیا، اور بالآخر حالت بایں جا رسید کہ انہوں نے شیطان کی عبادت شروع کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سے زیادہ بُرے ٹھکانے والا اور اُن سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے دُور اور راہِ حق سے برگشتہ کون ہوسکتا ہے؟

﴿قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾﴾

(المائدہ: ٦٠)

"آپ کہہ دیجیے، کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک انجام کی حیثیت سے اُن سے بُرا کون ہے، جن پر اللہ نے لعنت بھیج دی اور جن پر اللہ کا غضب نازل ہو گیا اور جنہیں اللہ نے بندر اور سُور بنا دیا، اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی

ان کا ٹھکانا بدترین ہوگا، اور یہ لوگ راہِ راست سے بہت دُور جا چکے ہیں۔''

ایسے لوگ باعث عبرت ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۞ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ ﴾

(المجادلہ : ١٤، ١٥)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے ایک ایسی قوم سے دوستی کر لی، جن پر اللہ ناراض ہو چکا ہے، نہ وہ لوگ تم سے ہیں، اور نہ اُن میں سے، اور جانتے ہوئے جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں۔ اللہ نے اُن کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، وہ بے شک بہت بُرے کام کرتے تھے۔''

جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو، ان سے دوستی کرنی مسلمانوں کے لیے درست نہیں، کیونکہ وہ بظاہر دوست بن کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف گہری سازش کرتے رہیں گے، اور اُن کی حتی الامکان یہی کوشش ہوتی ہے کہ مسلمان بھی انہیں کی طرح اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جائیں اور اس کے غضب کے مستحق ٹھہریں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۞ ﴾

(الممتحنہ : ١٣)

''اے ایمان والو! اس قوم سے دوستی نہ کرو جس سے اللہ ناراض ہے، وہ لوگ آخرت کی آمد سے اس طرح نا اُمید ہیں جس طرح اہل کفر قبر میں مدفون مردوں کے زندہ ہونے سے نا اُمید ہیں۔''

٢۔ دنیا میں لعنت، رحمت الٰہی سے محرومی:

اللہ تعالیٰ سے دُور انسان کو دنیا میں ہی ایسی کڑی سزا ملتی ہے کہ وہ باقی دنیا کے لیے

نشانِ عبرت بن جاتا ہے، جیسے کہ فرعون، نمرود، ابوجہل اور ابولہب وغیرہ کے ساتھ ہوا۔ آج بھی جو شخص ان کے کرتوتوں اور بدچلنی کی پیروی کرتا ہے، تو تباہی و بربادی اور لعنت خداوندی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ قرآنِ مجید میں فرعون اور اس کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ ﴿٩٩﴾﴾

(ھود: ٩٩)

''اور اُن کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی اُن پر لعنت برسے گی، وہ بہت ہی بُرا عطیہ ہوگا جو انہیں دیا جائے گا۔''

اللہ کی لعنت ان پر اس دنیا میں تو بھیج ہی دی گئی تھی، آخرت میں بھی اُن پر لعنت برسے گی یعنی وہ جہاں بھی ہوں گے اللہ کی رحمت سے دُور ہوں گے۔

''رفد'' بخشش اور عطا کو کہتے ہیں۔ یہاں لعنت کو بخشش سے تعبیر کر کے فرعونیوں کی غایت درجہ کی اہانت اور ہتک عزتی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔'' [1]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سیّدنا ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر کو اس حال میں دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گرد وغبار جما ہوگا۔ چنانچہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: ''میں نے دنیا میں تمہیں کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟'' آزر کہے گا: اچھا آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے درخواست کریں گے، اے میرے رب! ''تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے روز رسوا نہیں کرے گا۔ لیکن اس سے زیادہ رسوائی اور کیا ہوگی کہ میرا باپ تیری رحمت سے محروم ہے۔'' اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ''اے ابراہیم! تمہارے دونوں پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے کہ غلاظت میں لت پت ایک بجو ہے، جسے (فرشتے) پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔'' [2]

---

[1] تیسیر الرحمن: ١/٦٦١.	[2] صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ٣٣٥٠.

۳۔ دنیا میں مصائب و مشکلات:

جو شخص بخل کی وجہ سے اللہ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتا، طلب رضائے الٰہی کی کوشش نہیں کرتا اور حق و انصاف سے منہ موڑ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مصائب و مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝﴾

(اللیل: ۸۔۱۶)

''اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے نیازی برتی، اور (اللہ کی طرف سے) اچھے بدلے کو جھٹلایا، تو ہم عنقریب اس کے لیے تنگی کی راہ کو آسان بنا دیں گے۔ اور اس کا مال اس کے کام نہیں آئے گا جب وہ جہنم میں نیچے گرتا چلا جائے گا۔ بے شک ہماری ذمہ داری ہے راہ دکھانا اور بے شک آخرت اور دنیا کے مالک ہم ہیں۔ پس لوگو! میں نے تمہیں آگ سے ڈرا دیا ہے جو دہکتی رہے گی۔ اس میں صرف وہ داخل ہوگا جو بڑا ہی بد بخت ہوگا۔ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔''

دنیا میں انسان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کے اپنے گناہوں کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ جو بھی سختیاں، بلائیں، آفتیں اور بیماریاں آتی ہیں وہ سب اس کی غلطیوں کی وجہ سے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾

(الروم: ۴۱)

''خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے ان گناہوں کی وجہ سے جو لوگوں نے کیے

ہیں، تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض بداعمالیوں کا مزا چکھائے، شاید کہ وہ (اپنے رب کی طرف) رجوع کریں۔''

بنی اسرائیل نے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں اور اس سے دُوری اختیار کر لی تو اس کے اس گناہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی ایک مصائب میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝۶۵﴾ (البقرہ: ۶۵)

''اور یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے۔ اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ''اس آیت میں بہت بڑا سبق اور نصیحت ہے، لیکن ان کے لیے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں، تو یہاں بنی اسرائیل کی قوم کا تذکرہ ہے کہ جب ان کو منع کیا گیا کہ اللہ کا حکم ہے کہ ہفتہ کے دن شکار نہیں کرنا تو انہوں نے تاویلات فاسدہ سے اور سرکشی میں بڑھ کر اللہ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ کو زبردست غصہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں سزا دی اور اُن کو ذلیل تر بندر بنا دیا یہ کس وجہ سے مصیبت ان پر آن پڑی؟ صرف ان کی اپنی غلطی اور کوتاہی کی وجہ سے۔ اور تین دن بعد اس ساری قوم کا جو کہ بندر بن گئی تھی خاتمہ ہو گیا اور اُن کا اس روئے زمین پر وجود بھی باقی نہ رہا۔'' [1]

۴۔ موت کے وقت سزا:

جو لوگ اپنی ساری زندگی اپنی من مانی اور مرضی کی زندگی گزارتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دُوری اختیار کر لیتے ہیں اور شیطان کو اپنا دوست بنا کر اس کو خوش کرنے میں لگے رہتے ہیں، تو موت کے وقت اُن کو جو سزا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا:

﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۝۲۷

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ.

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ (محمد : ۲۷، ۲۸)

''پس اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے وقت ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر کوڑے برسائیں گے۔ ایسا اس لیے ہوگا کہ انہوں نے اس راہ کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا، اور اس کی خوشنودی کو پسند نہیں کیا، تو اللہ نے اُن کے نیک اعمال ضائع کر دیے۔''

موت کی شدتوں اور سکرات میں مبتلا ہوں گے، تو فرشتے اپنا ہاتھ پھیلائے انہیں عذاب دے رہے ہوں گے، اور ان سے نہایت سختی کے ساتھ کہیں گے کہ بھاگتے کہاں ہو، نکالو اپنی جانوں کو:

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾﴾

(الانعام : ۹۳)

''اور اگر آپ دیکھیں جب ظالم لوگ موت کی سختیاں جھیل رہے ہوتے ہیں، اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہتے ہیں کہ نکالو اپنی روحوں کو (تو تعجب کریں) آج تمہیں ذلت و رسوائی کا عذاب اس لیے دیا جائے گا کہ تم اللہ کے بارے میں ناحق باتیں کہتے تھے اور تکبر کی وجہ سے اس کی آیتوں سے اعراض کرتے تھے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: '' کافروں کی جان کنی کا جب وقت آتا ہے اور فرشتے انہیں عذاب نار اور غضب رحمان کی خبر دیتے ہیں، تو ان کی روحیں بھاگنے لگتی ہیں اور باہر نکلنے سے انکار کرتی ہیں، فرشتے انہیں مارنے لگتے ہیں تاکہ ان کی روحیں ان کے جسم سے باہر نکلیں اس وقت فرشتے کہتے ہیں کہ اپنی روحوں کو اپنے جسموں سے نکالو، تم جو اللہ کے بارے میں ناحق

باتیں بناتے تھے، آج اُن کے بدلے میں تمہیں ذلت ورسوائی کا عذاب دیا جائے گا۔'' [1]

۵۔ قبر میں سزا:

کافر اور گنہگار آدمی جب دنیا سے کوچ کرنے لگتا ہے، اور آخرت کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان کے پاس ٹاٹ (کے کفن) ہوتے ہیں، اور وہ اس سے حد نگاہ کے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث روح! نکل (اور چل) اللہ کے غصے اور غضب کی طرف۔ روح جسم کے اندر جاتی ہے اور فرشتے اسے باہر کھینچتے ہیں، جیسے کانٹے دار لوہے کی سیخ گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے۔ فرشتہ اس کی روح نکال لیتا ہے، تو دوسرے فرشتے لمحہ بھر کے لیے اسے ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے ٹاٹ (کے کفن) میں لپیٹ لیتے ہیں۔ روئے زمین پر کسی مردار سے اُٹھنے والی بدترین سڑاند جس میں بدبو اس روح سے آرہی ہوتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر اوپر (آسمان کی طرف) لے جاتے ہیں (راستے میں) جہاں کہیں ان کا گزر مقرب فرشتوں پر ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں یہ کس خبیث (روح) کی بدبو ہے۔ جواب میں فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے؟ بدترین نام جو دنیا میں لیا جاتا تھا، یہاں تک کہ فرشتے اسے لے کر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ فرشتے آسمان کا دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر رسولِ اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝۴۰﴾

(الأعراف : ٤٠)

''کافروں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے، حتی کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزر جائے۔''

---

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة.

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے، سب سے نچلی زمین میں موجود سجین میں اس کا اندراج کر لو اور کافروں کی روح بُری طرح زمین پر پٹخ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ (الحج : ۳۱)

''جس نے اللہ سے شرک کیا وہ آسمان سے گر پڑا۔ اب اسے پرندے اُچک لیں، یا ہوا اُسے کسی دور دراز مقام پر پھینک دے۔''

(جب روح کو آسمان سے نیچے پھینک دیا جائے گا) تو روح کو دوبارہ جسم میں ڈال دیا جائے گا، اور پھر دو فرشتے آ کر اسے اُٹھا کر بٹھا دیں گے۔ پس وہ دونوں اس سے سوال کریں گے: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہے گا: ہائے افسوس! ہائے افسوس! میں نہیں جانتا، تو آسمان سے آواز آئے گی کہ اس نے جھوٹ بولا، اب اس کے لیے جہنم کا بستر بچھا دو، اور اس کے لیے جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو، تو وہاں سے (جہنم سے) آگ کی حرارت اور گرم ہوا اس کی طرف آئے گی، اور اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دیا جائے گا، حتیٰ کہ اس کے دائیں جانب کی ہڈیاں بائیں جانب اور بائیں جانب کی ہڈیاں دائیں جانب آ جائیں گی۔ اور اس کے پاس ایک بُرے چہرے والا آدمی آئے گا جس کے کپڑے گندے ہوں گے، اور اس سے بد بو آ رہی ہوگی۔ تو وہ اس کو آ کر اس کے بُرے اعمال کی خوشخبری دے گا اور کہے گا: یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو وہ کہے گا: تو کون ہے اس کا چہرہ بھی بُرا ہوگا؟ تو وہ کہے گا: میں تیرا بُرا عمل ہوں، تو وہ کہے گا: اے میرے رب! تو قیامت برپا نہ کر۔'' [1]

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب انسان کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے، اور اس کے رشتہ دار اس کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔ اسی دوران اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے

[1] مسند احمد: ۲۸۷/۴، ۲۸۸، رقم: ۱۸۵۳٤۔ شیخ شعیب نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

ہیں اور اس سے کہتے ہیں تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں؟ تو کافر اور گنہگار جواب دیتا ہے: میں نہیں جانتا، جس طرح لوگ کہتے تھے میں بھی اسی طرح کہہ دیتا تھا، تو اس کو کہا جائے گا: نہ تو جان سکا اور نہ ہی تو پڑھ سکا۔ پھر اس کو اس کے دونوں کانوں کے درمیان یعنی دہانے میں) فرشتے (لوہے کے گرزوں کے ساتھ) ماریں گے۔ تو وہ اتنی زور سے چیخ مارتا ہے کہ جس کو جن وانس کے سوا ہر ایک چیز سنتی ہے۔'' [1]

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے:

اخروی زندگی کی پہلی شاہراہ قبر ہے۔ لوگ (غفلت میں) سوئے ہوئے ہیں۔ اللہ سے دُوری اختیار کیے جا رہے ہیں۔ جب مریں گے، قبر میں جائیں گے تو ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔ جس نے اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا تو بقیہ اُخروی معاملات اس کے لیے آسان ہو جائیں گے اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو بعد والے معاملات اس سے کہیں زیادہ مشکل اور سخت ہوں گے۔

سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ آپ سے پوچھا گیا: آپ جنت اور جہنم کے ذکر پر (اتنا) نہیں روتے، لیکن قبر کے ذکر پر اس قدر روتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: قبر آخرت کی منازل میں سب سے پہلی منزل ہے۔ اگر کسی نے اس سے نجات پالی تو اگلی منزلیں اس کے لیے آسان ہوں گی اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو بعد کی منازل اس سے کہیں زیادہ سخت ہوں گی۔''

نیز فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ یہ بھی فرماتے تھے:

((مَا رَأَيْتُ مَنْظِرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ .)) [2]

---

[1] سنن نسائی، کتاب الجنائز، رقم: ۲۰۵۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الشهادات، رقم: ۲۳۰۸۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۴۲۶۷۔ المشکوٰۃ، رقم: ۱۳۲۔ مسند احمد: ۶۴/۱۔ مستدرك حاکم: ۳۷۱/۱۔ حاکم نے اسے ''صحیح'' اور علامہ البانی نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

"میں نے قبر سے زیادہ گھبراہٹ اور سختی والی کوئی اور جگہ نہیں دیکھی۔"

قیامت کے روز جہنم کی سزا:

قیامت کے روز ایمان کی دولت سے محروم، اللہ سے دُور گنہگاروں کو کئی پریشانیاں اُٹھانی پڑیں گی۔ ایک پریشانی تو اس وقت اُٹھانی پڑے گی جب اہل ایمان، اللہ کے قریبی لوگوں کو جو نور کی روشنی عطا ہو گی ان کو نہیں ملے گی، اور وہ اہل ایمان سے ساتھ ساتھ چلنے کی بھیک مانگیں گے لیکن نور حاصل کرنے سے ناکام ہی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ ﴾ (الحدید: ۱۳)

"اس دن منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کر لو، تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں تو ان سے کہا جائے گا کہ تم پیچھے واپس جاؤ، کوئی اور نور تلاش کرو، پھر دونوں جماعتوں کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس کا ایک ہی دروازہ ہو گا، اس کے اندر رحمت ہو گی، اور اس کے باہر کی طرف عذاب۔"

ان اشقیاء اور بدبختوں کے چہروں پر حسرت و یاس کی وجہ سے ہوائی اُڑ رہی ہو گی، اور ان پر سیاہی چھائی ہو گی۔ اور یہ بدترین انجام ان لوگوں کے کفر و سرکشی اور فسق و فجور کی زندگی گزارنے کے سبب ہو گا، اور اس وجہ سے کہ بغیر توبہ کیے وہ دنیا سے چل بسے:

﴿ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝ ﴾ (عبس: ۴۰۔۴۲)

"اور اس دن کچھ چہرے غبار آلود ہوں گے۔ اُنہیں سیاہی ڈھانکے ہو گی۔ وہ کفار و بدکار لوگ ہوں گے۔"

یہ لوگ شعلے مارتی ہوئی جہنم میں داخل ہوں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿١١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿١٣﴾ هَٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٤﴾ ﴾ (الطور: ١١۔١٤)

''پس اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہوگی۔ جو کفر و باطل کی باتوں میں مشغول اُچھل کود رہے ہیں۔جس دن جہنم کی آگ کی طرف دھکے دے کر لے جائیں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) یہی وہ آگ ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔''

اس دن نہ کوئی رشتہ داری کام دے گی، اور نہ ہی کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا۔ ہر آدمی کے پاس صرف اس کا اچھا یا بُرا عمل ہوگا اور اس کے نتائج کا اُسے سامنا ہوگا۔ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ ﴾ (المعارج: ١٠۔١٦)

''اور کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا۔حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کا فدیہ دے دے، اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کا فدیہ دے دے، اور اپنے اس خاندان اور کنبے کا فدیہ دے دے جو (دنیا میں) اسے پناہ دیتا تھا۔اور زمین میں پائے جانے والے تمام لوگوں کو بطورِ فدیہ پیش کر دے، پھر اس کی یہ تدبیر اُسے (عذاب سے) نجات دلا دے۔ ہرگز نہیں، بے شک وہ آگ کا شعلہ ہوگا۔ وہ تو سر کے چمڑے اُدھیڑ ڈالے گا۔''

جہنم تو اہل دوزخ کے پہلے ہی انتظار میں ہے۔جس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَتَوَلّٰی ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوۡعٰی ﴿۱۸﴾ ﴾

(المعارج: ۱۷، ۱۸)

”وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جس نے حق سے منہ موڑا تھا اور پیٹھ پھیر لی تھی۔
اور مال جمع کیا تھا اور اُسے سنبھال رکھا تھا۔“

پھر شدتِ کرب و بلا سے گھبرا کر فریاد کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال کر دوبارہ دنیا میں بھیج دے، اگر ہم نے کفر و شرک کی راہ اختیار کی تو واقعی ہم ظالم ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں ٹھکرا دے گا اور انہیں دھتکار کر چپ کر دے گا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخۡسَئُوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾ ﴾ (المؤمنون: ۱۰۷۔۱۰۸)

”اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال دے اگر ہم دوبارہ گناہ کریں گے تو یقیناً ظالم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: تم پر جہنم میں ہی پھٹکار برستی رہے، اور مجھ سے بات نہ کرو۔“

آخری بات:

تعلق باللہ اور اعمالِ صالحہ کا نتیجہ، جنت اور دیدارِ الٰہی ہے۔ اللہ سے دُوری اور بُرے اعمال کے سبب انسان جہنم میں داخل کر دیا جائے گا، یعنی جنت یا جہنم کا مستحق انسان اپنے اعمال سے بنتا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل اور بے لاگ انصاف کے سبب پہلے ہی واضح کر دیا ہے کہ:

﴿ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِيۡ نَعِيۡمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِيۡ جَحِيۡمٍ ﴿۱۴﴾ يَّصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ الدِّيۡنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا هُمۡ عَنۡهَا بِغَآئِبِيۡنَ ﴿۱۶﴾ ﴾

(الانفطار: ۱۳۔۱۶)

''بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے، اور بے شک بدکار جہنم میں ہوں گے۔ اس میں وہ قیامت کے دن داخل ہوں گے اور وہ اس سے کبھی بھی غائب نہیں ہوں گے۔''

اور سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۸۱، ۸۲)

''ہاں (وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے) جنہوں نے گناہ کیا، اور ان گناہوں نے انہیں گھیر لیا، وہی لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیا، وہی لوگ جنتی ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

آئیں! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر صحیح معنوں میں ایمان لے آئیے، عمل صالح کا اہتمام کیجیے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کیجیے۔ اس کی رضا کے متلاشی بنئے، رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے ساتھ تمسک کیجیے اور دعا کرتے رہیے:

﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (یوسف: ۱۰۱)

''اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! دنیا و آخرت میں تو ہی میرا یارومددگار ہے، تو مجھے بحیثیت مسلمان دنیا سے اُٹھا، اور نیک لوگوں سے ملا دے۔''

کتاب ہذا کی آخری سطور زیرِ تحریر ہیں۔ تین بج کر ایک منٹ ہے۔ نمازِ تہجد کا وقت ہے۔ رات کی آخری اور قبولیت دعا و عمل کی گھڑیاں ہیں۔ اس موقع پر ہم اپنے خالق حقیقی، اللہ رب العزت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ وہ ہمارے اس سعید اور متواضع عمل کو شرفِ قبولیت سے نواز دے، اور ہمیں ایسے مبارک کام کرنے کی توفیق مزید عطا فرمائے۔

عجیب حسن اتفاق یہ کہ اس کتاب کی پروف ریڈنگ اور نظرِ ثانی مقاماتِ مقدسہ، بیت

المقدس کے قرب و جوار اور حرمین شریفین میں کی گئی ۔ اُمید ہے کہ یہ امر بھی اس عمل کی قبولیت کا باعث بنے گا۔

اے اللہ! ہمیں اپنے قریب کر لے، ہم سے راضی ہو جا اور اس متواضع عمل کو محشر کے دن اپنے غصہ اور ناراضی سے بچنے کا ذریعہ بنا دے۔

اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَا ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ و صَحْبِہٖ وَأَھْلِ طَاعَتِہٖ أَجْمَعِیْن .

1-1-2010 م

انصار السّنّہ پبلیکیشنز۔ لاہور

اسلامی اکادمی الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون: 042-7357587